

تہ! اپنے فضل عمیم اور رحمت عالمیاں مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پاک طہین الطاہرین اور  
کے اصحاب پاک مکرین المعظمین الصادقین کا صدقہ ہمیں حق بیان کرنے اور حق پر عمل  
کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اہل بیت علیہم السلام

انز  
زُورِ قرآن



مصطفیٰ

عبدہ محمد اللہ شہداء لاری

تہذیب و تمدن کے لیے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یا اللہ! اپنے فضل عظیم اور رحمت عالیاں معصومینہ اور ان کی آل پاک طہین الظاہرین اور ان کے اصحاب پاک کرمین العظمین الصادقین کا صدقہ ہمیں حق بیان کرنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اہل ذمہ کا بیان

انہ  
رُؤُوسُ قُرَّانِ

مصنف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَادِرٍ

فَلَيْبِ جَانِ مَدِينَةِ أَسَدِ (رَبِّي نَبِي) بَيْتِ الْمَسْجِدِ الشَّرِيفِ

مؤسسہ محمدیہ رضویہ فاروقیہ شاد پور ال رحمت

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب

# اہل فکر کا بیان اور رُوعِ قرآن

کے بزرگ

احسان احمد گجرات

ہدیہ ..... 150

صفحات ..... 208

تعداد ..... 1100

مصنف

علامہ محمد اسحاق صاحب  
ابوالعطاء

خطیب جامع مسجد المصطفیٰ آباد (رتی ٹی) چک ۱۲ ضلع شیخوپورہ

ناشر محمدیہ رضویہ فاروقیہ شاد پور ال گجرات

## ﴿فہرست﴾

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵-	تقاریر.....	۱-
۷-	اعتراض شاہ صاحب بخاری.....	۲-
۹-	وضو اور اس کا قرآنی طریقہ.....	۳-
۱۶-	بارہ جانشین.....	۴-
۲۰-	کلہم تجمع علیہ الامۃ.....	۵-
۳۳-	درود شریف میں آل محمد صلی اللہ علیہم کے مصادر لوق کا بیان اور حقیقت.....	۶-
۳۷-	شیعہ تاریخ سے آل کی تحقیق.....	۷-
۴۹-	آیہ تطہیر کے مصداق پر جمہور کا مسلک کیا ہے؟.....	۸-
۵۱-	خیر کے معنی قرآنی اصطلاح میں.....	۹-
۵۶-	اعتراض اہل تشیع اور اس کا جواب.....	۱۰-
۵۸-	ائمہ اہل بیت.....	۱۱-
۶۰-	معراج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی.....	۱۲-
۶۰-	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا شیعہ عقیدہ.....	۱۳-
۶۴-	شیعوں کے بچوں کی نماز.....	۱۴-
۶۷-	ظلامہ طعن شیعہ.....	۱۵-
۷۲-	ایک اور بے ہودہ الزام.....	۱۶-
۷۲-	شیعہ حضرات کی ایک اور گستاخی.....	۱۷-
۷۷-	در مسئلہ جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم.....	۱۸-
۸۵-	کیا فدک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی جائیداد تھی؟.....	۱۹-
۹۳-	امامت صلوات کے لئے اسلام قانون.....	۲۰-
۱۰۱-	جنگ جمل کی تاریخی پس منظر.....	۲۱-

- ۱۱۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار...
- ۱۱۵- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار...
- ۱۲۳- رسالت کے متعلق شیعہ عقائد.....
- ۱۲۵- شیعہ مذہب میں موعہ کا مشہور طریقہ.....
- ۱۲۷- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق شیعہ حضرات کی یادگویی.....
- ۱۳۰- امامت کے بارے میں شیعہ کا اختلاف.....
- ۱۳۲- عقیدہ اہل سنت دربارہ اہل بیت یعنی نسل پاک صلی اللہ علیہ وسلم.....
- ۱۶۰- حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی.
- ۱۷۵- شیعہ مذہب کی تحقیق شیعہ فقہ اور ان کے ارکان عقیدہ کب شروع ہوئے..
- ۱۷۷- بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبأ یہودی کے عقائد.....
- ۱۸۱- قسم کے الفاظ اہل سنت حضرات.....
- ۱۹۰- اب آیہ استخلاف کی تفسیر و معانی بیان کرتے ہیں.....
- ۱۹۵- ایک شبہ کیا خلفاء ثلاثہ شرعی مسائل حل نہیں کر سکتے تھے.....
- ۱۹۷- از تاریخ ابوالفداء.....
- ۲۰۱- سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا
- ۲۰۳- سفر ہجرت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا رغار نے اپنا تن من دھن
- قربان اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کر دیا.....
- ۲۰۵- ابو بکر صدیق کی سفر ہجرت میں قربانیاں از حملہ حیدری.....



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿.....تقریظ اول.....﴾

پیر طریقت، رہبر شریعت، سید مشرف حسین شیرازی قادری علی پور سیداں شریف واضح رہے کہ شیعہ لوگوں کے عقائد میں زبردست یعنی شدید تضاد ہے۔ ان کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام سلام اللہ علیہم کی شان حد سے زیادہ بڑھا کر بیان کیا ہے اور محبت مفرط ہونے کا ارتکاب کیا ہے اور ان ہی کی کتابوں میں ایسی روایات بھی بہت ملتی ہیں جن سے اہل بیت کرام کی حد درجہ گستاخیاں بھی بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح ان کے مذہب کی بنیاد ہے صحابہ کرام کی گستاخیاں بلکہ کفر و نفاق کو بیان کرنا۔ ایسی روایات روایان سبائی ثولہ کی بیان کردہ ہیں اور دوسری طرف ائمہ اہل بیت کرام کی ایسی روایات بھی بکثرت موجود ہیں جن سے صحابہ کرام کی مدح اور عظمت ثابت ہوتی ہے اور ان کا مومن مخلص ہونا جنتی ہونا ثابت ہے۔ مثلاً..... حضرت امام جعفر صادق سے لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک سب ائمہ اہل بیت کا فتویٰ صحابہ کو برانہ کہو وہ اسلام کے سچے خادم تھے۔ عَنِ الصَّادِقِ عَنِ ابَانِهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَوْصِيَكُمْ بِاصْحَابِ نَبِيِّكُمْ لَا تَسُوهُمْ الَّذِيْنَ لَمْ يُحَدِّثُوْا بَعْدَهُ وَاَنْتُمْ يُوْرُوْا مُحَدِّثًا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصَىٰ بِهِمْ حضرت امام جعفر صادق اپنے آباؤ ائمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مسلمانو! میں تمہیں تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ انہیں برانہ کہو۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں کیا اور نہ ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا اور نہ پناہ دی ہے۔ نبی ﷺ نے بھی ان کے متعلق یہی وصیت کی ہے۔

مقام غور! اب شیعہ حضرات کو چاہیے کہ صحابہ کرام پر بے بنیاد الزام تراشیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ انتہائی معتبر کتاب سے نبی ﷺ اور ائمہ اہل بیت کرام، صحابہ کرام کی ذات کو خلفائے ثلاثہ کو تمام الزامات سے بری قرار دے رہے ہیں۔ (بحار الانوار صفحہ ۲۰۶ جلد ۲۲ باب فضل المہاجرین)

نبی ﷺ نے فرمایا طُوْبَى لِمَنْ رَأَىٰ وَطُوْبَى لِمَنْ رَأَىٰ مِنْ رَأَىٰ وَطُوْبَى لِمَنْ رَأَىٰ مِنْ رَأَىٰ مَنْ رَأَىٰ مَنْ رَأَىٰ خَوْش نصیب وہ ہے جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب قرب الاسناد، شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ ۳۰۵ طبع جدید۔ اللہ تعالیٰ شیعہ فرقہ کو راہ مستقیم عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿.....تقریظ دوئم.....﴾

تاثرات محمد عاصم صدیقی خطیب اعظم و امام جامع مسجد المصطفیٰ

الحمد للہ!..... بزرگوارم والد محترم مناظر اسلام ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری عطاری اپنی علمی قوت اور محنت اور تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے ”اظہار حقیقت الحق“ اور تبصرہ ابو العطاء قادری عطاری برہنوات شاہ صاحب دو کتابیں لکھی ہیں۔ الحمد للہ! عقائد اہل سنت و جماعت کو دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اور شیعوں کے عقائد باطلہ کا کذب قرآن و حدیث مسلم بین الفریقین اور اقوال آئمہ اہلبیت، طبیین، الطاہرین، صادقین سے دلیل مخالف کو ملحوظ رکھتے ہوئے ظاہر فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ دونوں کتابیں خواص و عوام اہل سنت کیلئے مفید ثابت ہوں گی۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میرے صحابہ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَبَّنِي فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ سَبَّ اصْحَابِي فَقَدْ كَفَرَ وَمَنْ سَبَّ اصْحَابِي فَعَجِلْدُوهُ نَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ نِي فرمایا جس نے مجھے گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی وہ بھی کافر ہے اور جو انہیں گالی دے اُسے کوڑے لگاؤ۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب جامع الاخبار صفحہ ۱۸۲ فصل ۲۵ الہذا اس ارشاد رسول کو مد نظر رکھ کر شیعہ فرقہ فیصلہ کرے کہ ان کی اپنی معتبر کتاب میں موجود ارشاد رسول کی روشنی میں ان کا کردار کہاں تک درست ہے اور وہ ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، امیر معاویہ، جناب طلحہ و زبیر، سیدہ عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہہ کر کس زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

اس زبوں حالی میں شیعہ پر ہمیں افسوس ہے ان کے تو ہنوات نے کر دیا دین کو خراب در اصل اندر عداوت ہے نبی و آل سے ہے فرع اس کی مطاعن واللہ اعلم بالصواب آگئے ان کے مکائد روبرو اہل جہاں مثل انبی اپنے اندر کھا رہے ہیں پیچ و تاب

## اعتراض شاہ صاحب بخاری

﴿۱﴾..... اعتراف حقیقت: مولانا ابوالعطاء صاحب کی کتاب ”اظہار حقیقت الحق“ کے شروع میں مولانا مقبول احمد رضوی جلالی صاحب نے دو روایتیں اعتراف حقیقت کے ثبوت میں ”شرح نہج البلاغہ“ سے ابن ابی الحدید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”ابوعقیل کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبائے رکھے۔“ فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وہ تمہارے جہانوں کیلئے نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی کہ آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں ان دونوں کو دوست رکھوں۔ امام نے فرمایا تجھ پر افسوس تو دنیا اور آخرت میں ان دونوں سے دوستی رکھ پھر تجھے کوئی تکلیف ہو تو وہ میری گردن پر ہے۔

﴿۲﴾..... سیدنا امام زین العابدین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمیشہ معمول رہا کہ جب بھی وہ روضہ پاک رسول ﷺ پر حاضری دیتے تو حضور پر نور ﷺ کو صلوة سلام عرض کرتے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر سلام پیش کرتے۔ آپ نے جو دو روایتیں پیش کیں ابن ابی الحدید سے لکھ کر شیعہ کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل یہ ابن ابی الحدید تفضیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے ثابت ہوا کہ ابن ابی الحدید معتزلی عقیدہ رکھتا تھا۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا تھا اور خلافت راشدہ برحق سمجھتا تھا۔ اس کی روایت ہمارے لئے حجت نہیں۔

محترم شاہ صاحب نے ابن ابی الحدید کے متعلق یہ تو کہہ دیا کہ وہ معتدلی ہے شیعہ نہیں ہے اور اس پر جناب نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ جبکہ سنی شیعہ کتابوں میں واضح طور موجود ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ چنانچہ ثبوت کے لئے۔ (مقدمہ شرح ابن ابی الحدید جز اول صفحہ ۱۳، لکنی والا لقاہ جو کہ شیخ عباس قمی کی تصنیف ہے۔ جلد اول صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ تہران، الذریعہ الی



تصانیف شیعہ جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۵۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید، تاریخ التواریخ صفحہ ۲۷۵ و قانع سال ہفتم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید، البدایہ والنہایہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰ ذکر سن ۶۵۵ ہجری علاوہ ازیں سنی شیعہ کتب اسماء الرجال اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ ابن حدید معتزلی شعیہ تھا۔ ویسے بھی معتزلی شیعوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ (دیکھیں کتاب فرق الشیعہ)

آخر میں گزارش ہے کہ مندرجہ بالا کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں جو شخص چاہے جس وقت چاہے حوالہ جات دیکھ سکتا ہے۔ بخوف طوالت کتابوں کو عبارات نقل نہیں کی گئیں۔ اس لئے کہ حضرت حکیم صاحب نے سختی سے منع کیا کہ مضمون طویل نہ ہو جائے۔ آخر میں آپ کی پسندیدہ شخصیت اور آپ کے ممدوح مودودی صاحب کا حوالہ پیش خدمت ہے۔ پہلی قسم کے ماخذ میں سے ابن ابی الحدید کا شیعہ ہونا تو ظاہر ہے (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ لاہور) شاہ صاحب بندہ کا خیال ہے کہ اب آپ کو مان لینا چاہیے۔ بلاوجہ ضد اور اعناد کو چھوڑ دینا چاہیے۔ وباللہ التوفیق۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید کے متعلق)

﴿۱﴾..... یاد رہے شیعہ مذہب جس ملک کی پیداوار ہے وہ ایران ہے۔ کیا وہاں کے علماء شیعہ ابن ابی الحدید کو اہل سنت والجماعت کا فرد جانتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو کتاب کی پیشانی پر ایرانی طبع کنندگان نے ترجمہ شارح کے ضمن میں اس کو شیعہ کیوں لکھا ہے؟ تحقیق فدک صفحہ 294 جس کا جی چاہے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علمائے ایران اور مجتہدین لکھنؤ جو ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھا ہے انہوں نے صحیح لکھا ہے۔ (تحقیق فدک سید احمد شاہ چوکیروی)

﴿۲﴾..... شاہ صاحب بخاری آپ نے اپنی تالیف کردہ کتاب ”حقیقت اہل ذکر“ کے صفحہ 200 پر لکھا ہے۔ جناب محقق اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اگر آپ ان بزرگوں کو محقق اسلام مانتے ہو تو انہی صاحب کی تحقیق آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

خلافت و ملوکیت کے صفحہ 208 تا 209 میں تحریر فرماتے ہیں میں نے خلافت سے ملوکیت تک کی پوری بحث میں مواد اخذ کیا ہے۔ دراصل یہ دو قسم کے ماخذ ہیں۔ پہلی قسم کے ماخذ میں سے ابن ابی الحدید کا شیعہ ہونا تو ظاہر ہے لیکن اس سے میں نے صرف یہ واقعہ لیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں سے اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کو بھی زائد از استحقاق کچھ دینے سے انکار کر

دیا تھا۔ یہ بجائے خود ایک صحیح واقعہ ہے اور دوسرے مورخین بھی بتاتے ہیں کہ حضرت عقیل اسی لئے اپنے بھائی کو چھوڑ کر مخالف کیمپ میں چلے گئے تھے۔ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملے تھے۔

## وضو اور اس کا قرآنی طریقہ

بخاری شاہ صاحب اپنی مؤلفہ کتاب ”حقیقت المل ذکر“ کے صفحہ 25 پر لکھتے ہیں اور اشارہ میری طرف کیا کہ ”میری ابو العطاء صاحب سے وضو کے متعلق بحث ہوئی تو انہوں نے چند روز کے بعد آ کر فرمایا کہ منہ اور ہاتھ دھونے والے اعضا کے نام کے آخری حروف پر زبر ہے اور پاؤں (أرجلكم) کے آخری حرف لام پر بھی زبر ہے اس لئے یہ دھونے کے حکم میں داخل ہے اور مسح اعضا پر یعنی سر پر (برؤؤمیکم) پر زبر ہے اس لیے مسح کے حکم میں شامل ہے۔ اور مسح والے اعضاء سر پر (برؤؤمیکم) پر زبر ہے۔ اس لئے اس پر مسح ہے۔ بخاری صاحب کہتے ہیں۔ میں نے کہا مولانا صاحب خدا کی طرف سے قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی اور زبر زبر کے ساتھ نہیں آئی تھیں ان کی قرأت نازل ہوئی تھی اور خلافت راشدہ کے دوران جو قرآن لکھا گیا اس میں بھی اعراب نہیں لگائے تھے۔ یہ اعراب بنی مروان کے حکمران عبدالملک کی حکومت میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں وہ خاندان رسول اللہ کا بڑا دشمن تھا۔ بلکہ کوئی عالم بھی اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات کرنا فوراً اسے قتل کر دیتا تھا۔ میں نے آسان لفظوں میں کہا کہ وضو میں دو حکم ہیں اور ہر حکم کے تحت دو دو اعضاء ہیں اور آخری اعضاء کی حد بھی مقرر ہے کہ یہاں تک عمل کرو جس ترتیب سے لکھے ہوئے ہیں اسی ترتیب سے نازل ہوئے ہیں۔ پہلا حکم دھولو منہ اور ہاتھ کہہ دوں تک اور دوسرا حکم مسح کرو اپنے سر اور پاؤں کا منہوں تک۔

جواب:..... سارے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں دھونے کے بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑھنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے وہ تو دھوئے جائیں لیکن پاؤں جن پر زمین پر چلتے ہیں جن کے پلید ہونے کا احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ مثلاً منہ ہاتھ پاؤں پاک و پلید غبار داڑھ کران پر پڑا کرتا ہے اور میل پچیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع

علیہ السلام نے صفائی بدن کیلئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے۔ سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے اس کی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا اس لئے دماغ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ شعور سے عاری ہیں اور باقی سب مسلمانوں کے خلاف کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کی بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ پھر اس پر اطمینان نہیں ہو سکتا پہلے دھولیا کرتے ہیں بعد میں اس پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ (یا للجب) خدا نے قرآن میں سب سے اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ حضرات کا خلاف قرآن طرز عمل ہے کہ منہ سے اول پاؤں دھویا کرتے ہیں۔ (کافی کلینی کی حدیث) کتاب شیعہ فروع کافی جلد نمبر 1 صفحہ 19 سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

فَإِنْ نَسِيتَ مَسْحَ رَأْسِكَ حَتَّى تَغْسِلَ رِجْلَيْكَ فَاَمْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَيْكَ  
امام جعفر صادق نے فرمایا اگر سر کا مسح بھول جائے تو پہلے پاؤں کو دھو ڈالے تو سر کا مسح کر لے اور بعد ازاں پاؤں دھو ڈالے۔ اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے کہ جناب امام نے فرمایا اگر مسح سر کا بھول کر غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں تو پھر ایسا کرنا چاہیے کہ سر کا مسح کر لیا جائے اور ترتیب کی درستی کیلئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں بلکہ نجاست کا دور کرنا منظور تھا جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں تو پہلے دھونے سے ازالہ نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد دوبارہ پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا شیوہ حضرات کے پاس کوئی جواب نہیں اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس سے بھی واضح ترین حدیث صحاح اربعہ سے پیش خدمت ہے۔

عن زید علی عن أبانہ عن علی علیہ السلام قال: جلست أتوضأ فاقبل رسول الله ﷺ حين ابتدأت في الوضوء، فقال لي تمضمض واستنشق واستن ثم غسلت ثلاثاً فقال قد يجزيك من ذلك المرتان، فغسلت ذراعی ومسحت برأسی مرتین، فقال قد يجزيك من ذلك المرة و غسلت قدمی، فقال لي يا علی خلل بین الأصابع لا تخلل

ترجمہ:- سیدنا حضرت زید بن علی یعنی امام زین العابدین کے صاحبزادے اپنے آباؤ اجداد اور سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے لیے بیٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ جب میں نے وضو شروع کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: کلی کر اور ناک میں پانی ڈال اور اس میں سنت اختیار کر یعنی تین تین دفعہ یہ عمل کر پھر میں نے تین دفعہ دھوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمل تجھے دو دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر دھویا میں نے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کیا میں نے اپنے سر کا دو دفعہ تو آپ نے فرمایا یہ تجھے فرمایا۔ آئے علی اپنے پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خشک رہ جائیں اور جہنم کی آگ ان میں خلال کرے۔ اس روایت سے وضو میں پاؤں دھونے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وضو فرماتے ہیں اور حضور امام الاولین والآخرین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ ساتھ وضو کی تعلیم دے رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ صحاح اربعہ کی روایت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اسکے راوی اور بیان فرمانے والے تمام اہل بیت اطہار کے جید افراد ہیں۔ معلوم ہوا کہ آل محمد اور اہل بیت اطہار وضو کرنے کا طریقہ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے اور اس کے خلاف کرنا یہودیوں کی سازش ہے۔

اور سنئے! ابو خالد واسطی بیان کرتے ہیں۔ امام زید بن علی بن حسین نے اپنے جد امجد امام حسین کے حوالے سے حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اپنا چہرہ مبارک دھویا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار کیے پھر آپ نے اپنے سر اور دونوں کانوں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ (مسند امام زید صفحہ ۵۳) یاد رہے کہ سیدنا حضرت عسکری بن علی امام حسین کے پوتے، حضرت زین العابدین کے صاحبزادے، امام محمد باقر کے بھائی، حضرت امام جعفر صادق کے دادا ابو ہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے استاد ہیں۔ آپ علم و عمل اور سیاست میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو منہ مانگا

انعام دیا جائے گا۔ (از افادات مقبول احمد رضوی جلالی)

کیا لطف ہے جو غیر پردہ کھولے، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے  
فی الواقع کافی تمام مسائل کے حل کیلئے کافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ ضد کا کوئی  
علاج نہیں ہے۔

﴿۲﴾.....أَمَّا الْمَسْحُ فَلَا يَنْفَعُ الْغُسْلَ أَوْلَى مِنْهُ (مرآة العقول جلد 2 صفحہ 194)

ترجمہ: بہر حال مسح کے سلسلے میں تہیہ کرنا اسلئے جائز ہے کہ پاؤں کا دھونا مسح سے افضل ہے

﴿۳﴾.....وَمَنْ خَلَعَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ فَلَا أَنْكَارَ عَلَيْهِ وَالْغُسْلُ أَوْلَى مِنْهُ

ترجمہ:..... جو شخص موزے اتار کر پاؤں دھو لے اُس پر شرع کی طرف سے کوئی انکار

نہیں۔ اور پاؤں کا دھونا اعلیٰ و افضل ہے۔ (مرآة العقول جلد 2 صفحہ 194)

﴿۴﴾.....فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ

وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

ترجمہ:..... اے ایمان والو جب تم نماز کیلئے اٹھو تو پس منہ کو دھوؤ اور ہاتھوں کو دھوؤ

کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں کا اور پاؤں کو دھوؤ ٹخنوں تک۔

طرز استدلال:..... مذکورہ آیت میں امر کے دو صیغے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک

فَاغْسِلُوا ہے اور دوسرا وَاغْسِلُوا ہے ان دونوں صیغوں کے بعد یکے بعد دیگرے چار جمع کے صیغے

لَاغْسِلُوا ہے۔ وَجُوهَكُمْ أَيْدِيَكُمْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ اور وَاغْسِلُوا بِرُءُوسِكُمْ ہے پس

بِرُءُوسِكُمْ کا تعلق مسح سے ہے اور باقی تین صیغوں کا تعلق فَاغْسِلُوا سے ہے یعنی اَرْجُلَكُمْ زبروالے

کا عطف وَجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ زبروالے صیغوں پر ہے۔ پس جس طرح منہ اور ہاتھوں کو دھونا فرض

ہے اسی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔

استدلال:..... مذکورہ آیت میں جو دھونے کے لائق اعضاء ہیں ان کیلئے رفع شبہ کیلئے

حدود مقرر کئے ہیں۔ یعنی ہاتھوں کو کندھوں تک دھونا ضروری نہیں کہنیوں تک دھونا ضروری

ہے۔ اسی طرح پاؤں کو زانوں تک دھونا ضروری نہیں ٹخنوں تک دھونا ضروری ہے۔ پس منہ،

ہاتھ، پاؤں ان کا دھونا ہے فرض ہے اگر مسح فرض ہوتا تو ان کے حدود بیان کرنے کی ضرورت

عی نہ تھی۔ (اعتراض شاہ صاحب بخاری)

آپ نے مذکورہ بالا آیت سے جو عربی قواعد کی رو سے پاؤں کا دھونا ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال آپ کا تب درست ہوتا اگر قرآنی آیات پر اعراب منجانب اللہ یا رسول ﷺ ہوتے مگر یہ اعراب بنی مروان کے حکمران عبدالملک کی حکومت میں اس کے گورنر حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں وہ خاندان رسول اللہ کا بڑا دشمن تھا۔ تو بخاری شاہ صاحب کے اس اعتراض سے ثابت ہو گیا کہ قرآن پاک میں اعراب غلط لگے ہوئے۔ مگر بخاری شاہ صاحب کو علم نہیں کہ یہ عقیدہ کفریہ ہے۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا آپ کے علماء کرام بھی یہی فرما رہے ہیں۔ سید برکت حسین رضوی بی اے شاگرد رشید جناب ابو جعفر سید محمد احسن زیدی صاحب ایم ایس سی اپنے کتابچے ”قرآن کریم اور ہم“ کے صفحہ 12 پر رقمطراز ہیں۔ شائع کردہ اصغری منزل ساندہ کلاں لاہور۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعراب کی غلطی سے وہ مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کفر تک پہنچا دے۔ اور آپ تحریف کے قائل ہوئے۔ تحریف اصل قرآن کے الفاظ میں کمی بیشی جو انسانوں کی طرف سے کی جاوے اس کا نام ہے۔

قرآن مجید میں فرمان الہی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے کون اس کو محرف و مبدل کر سکتا ہے۔ یہ بات بالکل حق اور درست ہے کہ قرآن مجید کی محافظت کا وعدہ اللہ نے پورا فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے زیر برکت بھی کوئی نہیں بدل سکا۔ مگر شیعوہ حضرات کے اکابرین اس کو محرف مبدل سمجھتے ہیں اور ہر قسم کی تحریف تغیر کمی بیشی کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ نیز ترجمہ مقبول صفحہ 479 پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں ظاہر اعراب لگائے گئے تو شراب خور خلفاء کی خاطر بَعْضَرُونَ کو بَعْضَرُونَ سے بدل کر معنی کو زیر و زبر کیا گیا یا مجہول کو معروف سے بدل کر لوگوں کیلئے ان کے کروتوت کی معرفت آسان کر دی۔

(سورۃ یوسف پارہ 12)

حوالہ نمبر ۲: ترجمہ مقبول شیعہ صرحہ 404 پر اصول کافی کے حوالے سے مرقوم ہے۔

كَسِرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ حضرت امام جعفر صادق عليه السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو حضرت نے فرمایا یوں نہیں ہے۔ دراصل یہ تھا وَالْمُؤْمِنُونَ بتاؤ قرآن مجید کی تحریف ہوئی یا نہیں؟ (سورۃ التوبہ پارہ 11)۔ امام جعفر صادق نے فرمایا والمامون ہم ہیں۔

حوالہ نمبر ۳:..... كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے متعلق ترجمہ قرآن مقبول شیعہ کے صفحہ 125 پر مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔ اَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ اور خَيْرَ أُمَّةٍ کی سخت تردید فرمائی۔ (آل عمران) تفسیر ترقی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا وہ امت بہترین ہے جس نے جناب امیر المؤمنین اور حسین علیہم السلام کو قتل کیا۔

حوالہ نمبر ۴:..... ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ نمبر 1011 تفسیر ترقی جناب امام محمد باقر عليه السلام سے منقول ہے کہ جبرائیل امین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت یوں پہنچائی تھی۔ ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي عَلِيٍّ مگر مرتدین نے نام اڑا دیا پس اس کا نتیجہ بھگتیں گے۔ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ پس اُس نے ان کے اعمال خبط کر دیئے یعنی اکارت کر دیئے (سورۃ محمد پارہ 26)

حوالہ نمبر ۵۔ ترجمہ مقبول شیعہ کے صفحہ نمبر 412 امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا۔ لَقَدْ جَاءَنَا نَارَ رَسُولٍ مِنْ أَنْفُسِنَا عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتْنَا حَرِيصٌ عَلَيْنَا دیکھئے آپ کے امام معصوم کے نزدیک قرآن کو کتابگاڑا اور بدلا گیا۔ قرآن میں یوں ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِهِمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ حوالہ نمبر ۶:..... ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ 1047 پر حضرت علی کا فرمان نقل کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آئمہ علیہم السلام میں یہ حق مخصوص جناب صاحب العصر عليه السلام کا ہے کہ قرآن مجید کو اسی حد پر پڑھوائیں گے جس حد پر وہ زمانہ رسول خدا میں پڑھایا جاتا تھا۔ حوالہ ۷:..... ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ 479 یوں لکھا ہوا ہے۔ ہم اپنے امام کے حکم سے

مجبور ہیں کہ جو تغیر یہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) عليه السلام کا حق ہے۔ اسی وقت میں وہ حسب تنزیل خدا تعالیٰ پڑھا جائے گا۔

اب تک ہم نے سات دلائل ترجمہ مقبول شیعہ آئمہ معصومین کے معتبر اور واضح پیش کئے

ہیں۔ جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق، امام محمد باقر، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم جو کہ تحریف قرآن پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ ہمیں اختصار مطلوب ہے ورنہ اس موضوع پر سینکڑوں دلیلیں اور پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ عالم مناظر یا مجتہد اپنی معتبر کتابوں میں سے کسی امام معصوم سے موجودہ قرآن کے کامل و مکمل غیر محرف ہونے کی ایک بھی معتبر اور واضح روایت پیش نہیں کر سکتا اور نہ ہی قیامت تک کوئی شیعہ عالم و مناظر و مجتہد پیش کر سکے گا۔ نوٹ: یاد رہے ترجمہ مقبول شیعہ افتخار بکڈ پوکر شاناگر لاہور۔

شیعہ علماء و مجتہدین کے نزدیک نہایت بلند پایہ اور معتبر ہے اور شیعہ حضرات کے مجتہدین اور علماء ذیشان نے تقریظات لکھیں ہیں۔ تقریظ کے معنی یہ ہیں کتاب کی تعریف اور مصنف یا مؤلف کی بلند پایہ علمی تحقیق کی تعریف:

تقریظ نمبر ۱:..... آیہ اللہ اعلم العصر آقائے صدر الشریعت المفتی حضرت السید احمد علی صاحب قبلہ ادام اللہ وجودہ، مجتہد اعظم ہند و پاک

مقبول ترجمہ کے ساتھ ضروری افادات کو قلمبند کیا گیا وہ قابل قدر و داد ہے۔ بہت سی باتیں مرحوم مترجم نے ایسی درج کی دی ہیں جو دوسرے ترجمہ میں نہیں ملتیں۔ میرا خیال ہے کہ مقبول ترجمہ مقبول احمد صاحب کا ترجمہ ان کی استعداد علمی کا غماض نہیں۔ بلکہ یہ قوت ربانی تھی کہ جس نے مطالب کو ترجمہ کی صورت میں لکھوا دیا۔

تقریظ نمبر ۲:۔ توثیق عالی جناب معالی القاب افضل الفقہاء عمدۃ العلماء شریعتیہ حضرت مولانا و مقتدا مولوی سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر کلام الہی کے تمام مطالب اور صحیح معانی کو سمجھ لینا ہر انسان کا کام نہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ فہمی میں راہنمائی فی العلم اور معصومین عن الخطاء کے بیان کردہ معانی و تفاسیر کا لحاظ رکھا جائے جناب مرحوم مبرور مولانا مقبول ام صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن اور ضمیمہ میں اس پابندی کا لحاظ اسی وجہ سے اکثر علمائے سابقین نے اس ترجمہ کی توثیق فرمائی ہے اور میں اعتماداً علیہم توثیق کرتا ہوں۔

تقریظ نمبر ۳:۔ تقریظ عالیجناب شمس الواعظین خطیب اعظم حضرت مولانا مولوی سید محمد صاحب قبلہ دہلوی تفسیر المل بیت کا سد ابھار چمن اور نکات قرآنی کے سد ابھار پھول اگر دیکھنے



ہوں اور اسرار و رموز کلام ربانی کی شاداب وادیوں کی سیراگر منظور ہو کتاب الہی کو اگر اردو زبان میں دیکھنا ہو تو مقبول ترجمہ دیکھیے۔ محاورات، دہلی کا شیعہ زبان علمی پتھارے اسرار و رموز کی نقاب کشائی حرف حرف تفسیر اہل بیت لفظ لفظ کشف مطالب اس کا حصہ خاص ہیں۔ اس کا قطرہ قطرہ دریا اور حرف حرف نقطہ نقطہ کتاب ہے۔ ہم اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

انتباہ:..... شاہ صاحب بخاری قرآن و حدیث کے علم و فہم سے عاری کا ہم نے وضو درست کرادیا کیونکہ کافی کی روایت ہے ہم نے وضو میں پاؤں کا دھونا ثابت کر دیا۔ امام محمد مہدی کا فرمان ہے کہ جو کہ کافی کے سرورق پر ابتدا لکھا ہوا ہے۔ ہذا کتاب لشبعتنا اگر اب بھی آپ کا درست نہ ہو تو پھر آپ کا مرض لا علاج ہے۔ مگر آپ کا وضو درست ہو جانا چاہیے کیونکہ امام محمد مہدی کا فرمان ہے کہ ہمارے شیعوں کیلئے یہی کتاب کافی ہے اور آپ ان کے مخالفین شیعہ ہونے کے دعویدار ہیں۔

## بارہ جا نشین

﴿..... بخاری شاہ صاحب جاننا چاہیے گو دونوں فرقے اہل سنت اور شیعہ بارہ خلیفہ ہائے الی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ حدیث خلفائے اثنا عشر فریقین میں صحیح مانی ہوئی ہے۔ لیکن مگر دونوں فرقوں میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ فریقین بارہ خلیفوں کے نامزد کرنے میں اختلاف عظیم رکھتے ہیں اور وہ حدیث نبوی جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ خدمت رسول اللہ ﷺ میں گیا اور میں نے پیغمبر ﷺ فرماتے تھے کہ ضرور یہ امر پورا نہ ہوگا۔ یہاں تک اس میں بارہ خلیفے نہ ہوں جابر کہتے ہیں پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کُلُّہُمْ مِنْ قُرَیْشٍ کہ کل خلیفے قریش سے ہوں گے۔

﴿..... حدیث جابر سمرہ کئی طریق سے مروی ہے سنن ابی داؤد باب الملاحم ابو خالد سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا بقول لا یزال هذا الدین قائما حتی یكون علیکم اثنا عشرہ خلیفہ کلہم تجتمع علیہ کہ فرماتے تھے کہ یہ

قائم رہ گا یہاں تک کہ تم میں بارہ خلیفے ہوں گے جن میں سے ہر ایک پر امت اجماع و اتفاق کرے گی۔ پس میں نے نبی ﷺ سے ایک کلام سنا جسے میں نے نہ سمجھا۔ فقہ لا ابی ما بقول قال کلہم من قریش میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔

﴿۳﴾..... عامر سے روایت ہے کہ جاب بن سمرہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے لا یزال هذا الدین عزیز الی اثنا عشرہ خلیفۃ کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب رہے گا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خفیف کلمہ فرمایا قلت لا بی ما قال قال کلہم من قریش

﴿۴﴾..... اسعد بن سعید ہمدانی سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے یہ حدیث بیان کی اور اتنا کہا کہ جب حضرت اپنے دولت خانہ میں تشریف لے گئے تو قریش آپ کی خدمت میں آئے اور پوچھا بعد ازاں کیا ہوگا۔ قال ثم یکون الہرج اس کے بعد ہرج یعنی فتنہ ہوگا۔

﴿۵﴾..... ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ 72 تا 74 اس حدیث کو یوں نقل کیا (بخلف اسناد) کہ جاب بن سمرہ نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں تھا۔ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا یکون بعدی اثنا عشر امیراً کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اپنی آواز مدہم کر لی میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے پوشیدہ کیا فرمایا۔ جواب دیا کہ فرمایا وہ کلہم من قریش وہ سب قریش سے ہوں گے۔

﴿۶﴾..... بخلف اسناد۔ حسین بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں نے جاب بن سمرہ کو سنا کہہ رہے تھے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھا۔ حضرت نے فرمایا اس امت کا حال اچھا رہے گا اور یہ اپنے فقال لا نزال هذا الامۃ صالحاً امرها ظاہرۃ علی عدوہا حتی یمفی اثنا عشر ملکاً او قال اثنا عشر خلیفہ حضرت نے فرمایا اس امت کا حال اچھا رہے گا اور یہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہاں تک بارہ بادشاہ یا فرمایا بارہ خلیفے گزر جائیں گے۔ پھر آنحضرت نے ایک کلمہ ارشاد فرمایا۔ جو مجھ پر پوشیدہ رہا میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا انہوں نے کہا حضرت نے فرمایا۔ کلہم من قریش

﴿۷﴾.....فعسى سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ تھا رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ دین بارہ خلیفوں تک غالب و استوار و بلند رہے گا اور دشمنوں پر فتح پاتے رہیں گے۔ پھر حضرت نے ایک کلمہ فرمایا جو مجھ پر پوشیدہ رہا میں نے اپنے باپ سے پوچھا وہ کلمہ کیا ہے باپ نے جواب دیا کہ حضرت نے فرمایا۔ فقال کلہم من قریش وہ سب قریش سے ہوں گے۔

خط کشیدہ عبارت حدیث کے ان عربی جملوں کا ترجمہ اصل الفاظ حدیث لا یزال هذا الدین عزیزاً منیعاً سنیاً ینصر علی من عادہم الی اثنا عشر خلیفہ

﴿۸﴾.....بخذ اسناد وہب بن منبہ کا قول ہے یقول اثنا عشر خلیفہ ثم یكون المہرج ثم یكون کذا ثم یكون کذا شیعہ حضرات حدیث زیر بحث سے خلفائے اثنا عشر سے اپنے آئمہ اثنا عشر مراد لیتے ہیں۔ درست نہیں بوجوہات ذیل۔

﴿۹﴾.....بخذ اسناد، وہب بن منبہ کا قول ہے کہ یقول اثنا عشر خلیفہ ثم یكون المہرج ثم یكون کذا ثم یكون کذا شیعہ حضرات حدیث زیر بحث سے خلفائے اثنا عشر سے اپنے آئمہ اثنا عشر مراد لیتے ہیں۔ درست نہیں بوجوہات ذیل۔

روایت نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

﴿۱﴾.....خلفائے اثنا عشر کا قریش سے منسوب ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ سب بنی ہاشم سے نہیں ہوں گے کیونکہ معمول ہے جب ایک جماعت کوئی کام کرتی ہے اور وہ سب ایک بطن سے ہوں تو اسی بطن کا نام لیا کرتے ہیں۔ اور جب مختلف بطون سے ہوں تو قبیلہ فوقانی کا نام لیا کرتے ہیں جو سب کا جامع ہو۔ وہ بارہ خلفاء حکام قریش کی کسی ایک ہی شاخ سے ہرگز نہیں ہوں گے ورنہ حضور اکرم ﷺ اس شاخ کا نام لیتے جیسے کلہم من بی ہاشم یا کلہم من بنی امیہ مقسم بعید کا ذکر ہرگز نہ کرتے کیونکہ قریش کی یہ شاخیں اس وقت بھی خاندان اور قبائل کے امتیاز میں بڑی معروف تھیں۔ پس جب آپ نے ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا تو معلوم ہوا کہ یہ بارہ امراء جس مشہور مقسم میں سب سے پہلے جمع ہوں گے وہ قریش ہوتا ہے۔ آگے یہ بارہ حضرات قریش کی مختلف شاخوں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اس تفصیل سے یہ بات

کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان بارہ خلفاء یا امراء کا خاندانی تعارف کھم

ن قریش کے الفاظ سے کرایا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات قریش کی کسی ایک ہی شاخ سے ہوں گے۔

نہ قریب کا نام لیا جانا مقسم قریب کی شہرت کے باوجود انہیں مقسم بعید سے ہرگز نہ کیا جاتا۔

﴿۲﴾..... حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے۔

نی منہاج النبوة کے ماطین مراد نہیں بلکہ یہاں خلفاء سے مراد مطلق امراء ہیں جن میں سے

مجھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی ہو سکتے ہیں یہ صرف ایسے بارہ حکام اور امراء کی خبر دی گئی

ہے یا دی جا رہی ہے کہ جن کی حکومت تمام قلمرو اسلام میں مسلم ہوگی اور ان بارہ حکام تک

مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہوگا۔

صحیح بخاری میں خلیفہ کی بجائے امیر (بمعنی حاکم کے الفاظ ہیں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ

سلام نے فرمایا یكون عشراً امیراً (جامع بخاری جلد 2)

حدیث نمبر 5:..... ابن بابویہ نے کتاب الخصال صفحہ 72 یكون بعدی اثنا عشر

امراء کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ یعنی امیر بمعنی حاکم کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح حدیث

نمبر 6 اسی کتاب کے حوالے سے لکھی ہوئی میں یہ الفاظ ہیں۔ حتی بمعنی اثنا عشر

لکا اور قال اثنا عشر خلیفۃ یہاں تک بارہ بادشاہ یا بارہ خلیفے گذر جائیں گے۔

﴿۱﴾..... جاننا چاہیے ان روایات سے یہ امر واضح ہے کہ بارہ عدد امراء کی خبر خلافت

ت کا بیان نہیں اور انہیں خلیفہ کہنا صرف حکومت کے لحاظ سے ہے۔ آنحضرت کی جانشینی

کے طور پر ہرگز نہیں۔ حقیقی خلافت اور مجازی خلافت پر ہر دو کے ماطین اس مطلق خلافت میں

ع ہو سکتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ان بارہ افراد میں ہو

ضرات قطعاً داخل نہیں جو کبھی فاتر حکومت نہیں ہوئے۔

﴿۲﴾..... ان بارہ حضرات کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک امارت اور حکومت

پوری امت کا اتفاق ہو اور یہ امر دیگر ہے کہ یہ اتفاق بوقت حکومت ہو یا بعد حکومت لیکن ان

دو حاکموں کی حکومت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ضروری ہے یہ بارہ حکام وہی ہو سکتے ہیں جن

کے دور میں تمام مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہو کیونکہ ابو داؤد شریف کی روایت نمبر ۲ سے حضور

علیہ السلام نے ان بارہ کی علامت یہ بیان فرمائی ہے

### كلهم تجمع عليه الامة

۳..... ابن بابویہ کتاب الخصال جو کہ نمبر ۷ میں بروایت شیعہ حدیث درج ہے اس میں ان الفاظ پر غور کیجئے فقال رسول الله لا يزال هذا الدين عزيزاً منيعاً سنياً ينصر علي من عاداهم الى اثنا عشر خليفه ان خليفوں کے زمانے میں دین اسلام کا غلبہ ہوگا اور دشمن مغلوب ہوں گے۔ مگر امامیہ کے اثنا عشرہ کے وقت میں دین اسلام کا غلبہ تو درکنار دین حق ظاہر ہی نہیں ہوا اور دشمن بجائے مغلوب ہونے کے غالب آتے رہے۔ لہذا آئمہ دوازده اور خلفائے دوازده کی عینیت بالکل غلط ہے۔ یعنی خلفائے دوازده اور ہیں اور آئمہ دوازده علیہم اور ہیں۔

۴..... سنن ابوداؤد روایت نمبر ۶ اور کتاب الخصال روایت نمبر ۷ سے ثابت ہے کہ جب بارہ خلیفوں کی خلافت منقذی ہو جائے گی تو فتنہ ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ ابوداؤد اور ابن بابویہ کی روایتوں میں صراحت ہے مگر امامیہ یعنی شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ آئمہ اثنا عشر تمام ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور دین کمال پر پہنچے گا۔ پس اگر آئمہ مراد ہوں تپس ان حدیثوں جن میں اثنا عشر کے الفاظ وارد ہیں تو آئمہ اثنا عشر اس کے کیسے مصداق ہوئے۔

﴿الف﴾..... اس پر اعتراض شیعہ حضرات کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام ان بارہ افراد میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے دور خلافت میں مسلمانوں کے جھنڈ دو تھے۔ ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

جواب:..... اس وقت بھی خلافت کا جھنڈا صرف ایک تھا اور خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ان کے مقابلہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے مدعی ہرگز نہ تھے۔ بلکہ ان کی حیثیت خلیفہ برحق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر کی تھی۔ جب تک کہ نئے خلیفہ انہیں شہادت عثمان کے جملہ شبہات سے مطمئن نہ کر دیں۔ پس جب اس عبوری دور میں وہ ایک مستقل خلافت کے مدعی نہ تھے تو یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت خلافت کے جھنڈے دو تھے۔

خلیفہ برحق صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عبوری طور پر ایک جہتادی غلط فہمی سے اس چوتھی خلافت کے تسلیم کرنے سے رکے ہوئے تھے۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد یہ اختلافات بھی ختم ہو گئے اور جمہور اہل سنت نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حکومت کے برحق ہونے پر اجماع کر لیا اور اس طرح یہ چوتھی خلافت بھی کلہم نجمع علیہ الامۃ کے تحت آ گئی یہ اجماع عام ہے کہ وقت حکومت ہو یا بعد حکومت۔

﴿ب﴾ ... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرتے ہوئے ان اثناعشر حکام کی فہرست میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ جواباً گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان بارہ میں صرف اس وقت سے شمار ہوتے ہیں جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت بھی ان کے سپرد کر دی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہو گیا تھا اس دور میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کلہم نجمع علیہ الامۃ کا یقینی مصداق تھے۔

﴿ج﴾ ... یہ حدیث کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ ایسے امراء ہوں گے جن کے ہوتے ہوئے تمام مسلمانوں کا جھنڈا ایک ہوگا۔ اس روایت کے کسی طریق میں ان بارہ خلیفوں کی کوئی دینی مدح و ثنا منقول نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ سب نیک ہوں گے یا یہ کہ ان کی خلافت منہاج نبوت پر قائم ہوگی۔ لایزال هذا الدین عزیزاً سے مراد دین کا داخلی غلبہ نہیں کہ ان کے زمانے میں لوگ بڑے متقی اور دیندار قسم کے ہوں گے۔ بلکہ یہاں غلبے سے مراد دین کا خارجی غلبہ ہے کوئی غیر مسلم بیرونی طاقت مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہو سکے گی اور رقبہ اسلامی حکومت ہر مخالف سلطنت کیلئے ارض مدیج ہوگا جس کی طرف رخ کرنے کی ہر غیر مسلم طاقت کو رکاوٹ ہوگی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال هذا الدین عزیزاً تبعاً الی اثنا عشر خلیفۃ (صحیح مسلم جلد 2) یہ دین بارہ حکمرانوں تک ایسا غالب رہے گا کہ باہر سے کوئی طاقت اس پر حملہ آور نہ ہو سکے گی۔

﴿د﴾ ... حدیث پاک میں عزیز ہونا دین کی حالت کا بیان ہے ان بارہ امراء کی صفت نہیں یعنی اگر بارہ حکام میں سے بعض ظالم یا غلط کار ہوں اور عوامی سطح پر دین غالب رہے تو بسا

اوقات ہوا ہے کہ رب العزت فساق و فجار سے بھی دین کی خدمت لے لیتے ہیں۔

خود حضرت امیر نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو اور امام حسن پاک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ لہذا خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان خلفائے اثنا عشر میں ضرور شامل ہیں۔ پس امامیہ کے اثنا عشر اس پیش گوئی کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اب رہا سوال۔ خلفائے اثنا عشر کون سے ہیں اس کا جواب:

۱..... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲..... حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۳..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۵..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۶..... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

۷..... حضرت عبدالملک رضی اللہ عنہ

۸..... ولید رضی اللہ عنہ

۹..... سلیمان رضی اللہ عنہ

۱۰..... عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

۱۱..... ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہ

۱۲..... ولید بن یزید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ

نوٹ:..... بقول الخلافة ثلاثون سنة ثم يكون ملكا حضور عليهما السلام نے فرمایا

(خلافت خاصہ لو عودہ) تیس سال ہوگی پھر ملک (خلافت عامہ بادشاہی) ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد اور اس طرح کتب شیعہ میں بھی مذکور ہے کہ الخلافة بعد

ثلاثون سنة مروج الذهب للمسودی شیعہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی

اور حدیث پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد

خلافت تیس سال تک رہے گی۔

الارشاد (للشیخ) لمفید صفحہ 112 اور کشف الغمہ صفحہ 63 پر یہ حدیث موجود ہے۔ مکتب شیعہ اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف سے دستبردار ہونے پر مکمل ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا انا اول المملوک اور ایک حدیث میں وارد ہے الخلفاء بالمدینۃ والملك بالشام تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ موعودہ قرآنی خلافت کے بعد والی حکومت اور ملکی خلافت کے مستحق لوگوں میں سے اول المولک اور اول خلیفہ غیر موعودہ ہوں اور الخلفاء فی المدینۃ کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ خلافت راشدہ مدینہ میں ہوگی اور خلافت موعودہ کے بعد والی خلافت عامہ ملکیہ جو عام قانون قدرت اور سنت الہیہ کے مطابق واللہ یؤتی ملکہ من یشاء اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ملک حکومت عطا کرتے ہیں۔ صحابی غیر صحابی، افضل مفضول، عادل صالح اور ظالم و فاسق جسے اللہ چاہے دے گا۔ لیکن وہ موعودہ خلافت بس تیس سال ہوگی اور وہ منہاج نبوۃ پر ہوگی۔

حدیث خلفاء اثنا عشر پر کافی بحث ہو چکی اور اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ دروازہ ائمہ اہل بیت اس حدیث کے مصداق نہیں۔ وہ حضرات قطعاً داخل نہیں جو کبھی فائز حکومت نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ مسئلہ فریقین واقعہ ہے کہ ائمہ اہل بیت جن کی تعداد بارہ ہے۔ نو امام تو قطعاً حکومت پر فائز نہیں ہوئے۔ جبکہ مذکورہ احادیث جو سنن ابوداؤد اور کتاب الخصال ابن بابویہ سے اہل سنت اور اہل تشیع کی کتاب سے بیان کی گئیں ہیں ان میں خلفائے اثنا عشر کا صاحب حکومت ہونا بیان ہوا ہے۔ کہیں ان کا امیر ہونا کہیں خلیفہ ہونا کہاں انکو ملک لکھا ہوا ہے۔

## اب ائمہ اہل بیت کا بیان ملاحظہ کیجئے

اہل بیت کے بارہ ائمہ کرام کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔ امام اول حضرت علی رضی اللہ عنہ، دوسرے امام حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ، تیسرے امام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر بلا، چوتھے امام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، پانچویں امام حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ، چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، آٹھویں امام حضرت علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ، نویں امام حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ، دسویں امام حضرت محمد تقی رضی اللہ عنہ، گیارہویں امام



حضرت حسن عسکری علیہ السلام، بارہویں امام حضرت محمد مہدی علیہ السلام ان کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بارہ پاکیزہ ہستیوں کے زمانوں میں اور ان کے بعد کے زمانوں میں جس کو بھی رشد و ہدایت اور فیض ملتا رہا ان کے واسطے اور وسیلے ہی سے ملتا رہا اگرچہ اقطاب و نجائے وقت وغیرم ہی کیوں نہ ہوں سب کے ملجا و ملائی یہی آئمہ اثنا عشریہ ہے ہیں کیونکہ اطراف و جوانب کا کسی مرکز کے ساتھ ملحق رہنا ضروری ہے یہ سلسلہ فیض رسائی انہیں مبارک بزرگواریوں سے چلتا رہا۔ (ماخوذ از مکتوب حضرت شیخ مجدوالف ثانی قدس سرہ)

﴿۲﴾..... اسلام کی چوتھی کتاب مصنفہ فاضل اجل عالم بے بدل مولوی غلام قادر

بھیروی قادری مدفون بیگم شامی مسجد لاہور کے صفحہ 50 سے لے کر صفحہ 74 تک انہیں دروازہ اہل بیت کے محامد و محاسن اور کشف و کرامات کا تذکرہ موجود ہے۔

شاہ صاحب بخاری راست گفتاری سے عاری اس لئے کہ انہوں نے اپنی کتاب اہل ذکر کے صفحہ نمبر 29 پر بعنوان بارہ جانشین اس کے چند یوم بعد میں نے لکھ کر سوال کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے جو میرے جانشین ہوں گے۔ از روئے عقیدہ اہل سنت جماعت حنفی بریلوی ان بارہ اماموں کے نام کیا ہیں اور وہ بارہویں پیدا ہوں گے یا پیدا ہو چکے ہیں۔ اب ظاہر ہوں گے انہوں نے یہ پرچہ لے لیا جواب کا وعدہ کیا۔ یہاں تک تو بات درست ہے آگے ایک ماہ تک یہی کہتے رہے کہ جواب لکھ رہا ہوں۔ پھر مجھ پر شرط لگا دی کہ کسی کو نہ بتانا۔ میں نے کہا شیعہ کو نہیں بتاؤں گا انہوں نے کہا کہ کسی سنی کو بھی نہ بتانا۔ میں نے کہا سنیوں کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا کہ سنیوں کے امام اور سنیوں کو ان کے نام نہ بتاؤں یہ پابندی غلط ہے سے لے کر صفحہ 31 کتاب حقیقت اہل ذکر کے ساتویں ستر تک بالکل جھوٹ لکھا ہوا ہے اور آٹھویں سطر کا یہ فقرہ درست ہے کہ کہ خلیفہ امام بادشاہ ایک ہی ہستی کے القاب ہیں۔ یا اسی کتاب کے صفحہ نمبر 30 پر اٹھارویں سطر کے یہ فقرہ کہ چہار خلفائے راشدین ان کے بعد امیر معاویہ اس کے بعد عبدالملک بعد اس کے چار بیٹے ایک بھتیجا اور ایک پوتا بس یہاں تک قابل غور بات یہ ہے کہ ہم نے آٹھ احادیث کا پچھلے صفات میں ذکر کیا اس میں اثنا عشر کو کہیں خلیفہ اور کہیں امیر اور کہیں ملک کہا گیا۔ اوپر امام کے لفظ کا

اطلاق نہیں کیا۔ اگر اثناعشر والی پیشگوئی میں لفظ امام بھی ہو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں اور عام محاورات عرب میں خلیفہ خلفاء امام ائمہ، ملک ملوک، امیر امراء یہ سب الفاظ اپنے مصداق ہیں مترادف و ہم معنی ہیں۔ ان میں سے کوئی لفظ مؤمن مسلم عادل صالح کیلئے مخصوص نہیں اور نہ ہی یہ لفظ کافر و فاسق اور مسلم و غیر مسلم وغیرہ کیلئے مخصوص ہیں۔

﴿۱﴾..... لیستخلفنہم فی الارض (پارہ 18) مؤمنین کیلئے کہ ضرر ان کو زمین میں خلیفہ بناؤں گا۔

﴿۲﴾..... یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا۔ (پارہ 23)

﴿۳﴾..... واذکروا اذا جعلکم خلفاء امی قوم عاد (کافرو) تم کو نوح علیہ السلام کے بعد من بعد قوم نوح (پارہ 8) خلفاء بنایا۔

﴿۴﴾..... جعلناہم ائمة یہرون (پارہ 18) ہم نے ان کو (انبیاء علیہم السلام) کو امام بنایا تھا جو ہمارے بامرنا حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

﴿۵﴾..... قاتلوا ائمة الکفر (پارہ 10) ان کفر کے اماموں (کفار کے بڑے رئیسوں) سے لڑائی کرو۔

﴿۶﴾..... وجعلنہم ائمة یدعون ہم نے فرعون کو (گمراہوں) کا پیشوا بنایا یعنی امام بنایا۔ الی النار (پارہ 20) کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

﴿۷﴾..... حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بحری لڑائی کی وجہ سے بہشتی ہونے کی خوش خبری سنائی اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے ہیں کہ ملوک علی الاسرۃ جیسے ملوک و بادشاہ اپنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں۔ (بخاری شریف)

﴿۸﴾..... افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ سب سے افضل جہاد سلطان جائر ظالم کے سامنے حق بات بیان کرنا ہے۔

﴿۹﴾..... جاب بن سمرہ نے کہا کہ میں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یکون بعدی ائنا عشر امیراً (حصال بن بابویہ صفحہ 76)

آدم برسر مطلب ان آیات و احادیث یہ بات صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ ان سب الفاظ امام، امیر، خلیفہ، ملک، سلطان میں اس قسم کا کوئی فرق نہیں کہ ملک و سلطان تو غیر اسلامی حکومت کے سربراہ کیلئے مخصوص ہو۔ اور خلیفہ امام امری اسلامی حکومت کے سربراہ کیلئے مخصوص ہو۔

اب آتے ہیں اصل جواب کی طرف۔ آپ کا یہ کہنا اہل سنت کے بارہ امام یہ ہیں اور ہم اہل تشیع کے بارہ امام اہل بیت اور ہیں جس پر آپ نے ائمہ اہل بیت کرام کے نام گنوا دیئے اور اس کے بعد آپ نے صفحہ 29 کتاب حقیقت اہل ذکر پر بارہ جانشین کے عنوان سے لکھ کر سوال کیا (حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے جو میرے جانشین ہوں گے۔ بخاری صاحب آپ کو علم ہے کہ اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ معصوم تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا چاہیے۔ معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔ مصباح الظلم مصنفہ سید نواب امداد امام صفحہ 47 کتاب شیعہ سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام بقول نحن میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے سنا کہ ہم قوم فرض اللہ طاعتنا اصول کافی صفحہ 614 وہ لوگ ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا تمام آئمہ امر و اطاعت میں ایک ہی جیسے ہیں فرمایا ہیں۔ اصول کافی صفحہ 214 کتاب الحجۃ تو ان کی اصول کافی میں صفحہ 329 پر کتاب الحجۃ باب 613 میں لکھا ہوا ہے۔ (خدا اور رسول اللہ ﷺ کی نص ائمہ علیہم السلام کیلئے ہم نجوف طوالت وہ احادیث نہیں لکھتے جو آئمہ علیہم کے منصوص من اللہ پر ہونے اس باب میں لکھی ہوئی ہیں۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شیعہ حضرات کے عقیدہ میں یہ بات ہے۔

۱..... رسول اللہ ﷺ معصوم تھے تو حضور نبی کریم ﷺ کے جانشینوں کو بھی معصوم ہونا

چاہیے۔

۲..... معصوم کا جانشین غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔

۳..... جیسے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح بارہ آئمہ اہل بیت کی

اطاعت فرض ہے۔

۴..... جیسے رسالت منصوص من اللہ ہے ویسے ہی خدا اور رسول کی نفی آئمہ علیہم کیلئے

ہے۔ شاہ صاحب بخاری آپ اور آپ کے جملہ حواری اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی متواتر ایک ہی حدیث اس بارے میں دکھا دے کہ جانشینان رسول ﷺ کا معصوم ہونا ان کی اطاعت رسول پاک ﷺ کی طرح اطاعت فرض ہونا اور منصوص من اللہ ہونا تو آپ کو پانصد روپے انعام دیا جائے گا۔

﴿۵﴾..... آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 198 میں دعویٰ کیا ہے کہ کتاب حقیقت اہل ذکر میں جو کچھ لکھا ہے مولانا کی کتاب کے جواب کے طور پر لکھا ہے اور حوالہ جات اہل سنت و جماعت کی معتبر متواتر حدیث سے نقل کیا ہے۔

(حدیث متواتر کی تعریف) بر زبان اکابر علمائے شیعہ

یعنی اگر کسی خبر کو ہر طبقہ میں اس قدر جماعت کثیر نقل کرے جس کا کذب و افترا پر اتفاق کرنا عاۃً محال ہو تو اس خبر کو خبر متواتر کہا جاتا ہے۔ مقدمہ اصول کافی مترجم۔ قول فیصل یکنون بعد اثنا عشر امیراً یا اخیلیفۃ وغیرہ کا تعلق دروازہ ائمہ اہل بیت سے ہرگز نہیں۔ ہاں شیعہ حضرات کے ذخیرہ کتب میں ایسی حدیث ہوگی جس میں ائمہ اثنا عشر کو جانشینان رسول کہا گیا ہو اور وہ منصوص من اللہ بھی ہوں اور ان کی اطاعت رسول کریم کی طرف سے فرض ہو اور وہ رسول اکرم کی طرح معصوم بھی ہوں۔ تو وہ سبائیت زدہ راویوں سے مروی ہوگی اور ائمہ اہل بیت کے نام پر بیان کی گئی ہوگی حالانکہ درحقیقت ائمہ اہل بیت ان ہفتوات سے بری ہیں۔

شاہ صاحب بخاری عقل و انصاف سے عاری اپنی کتاب حقیقت اصل ذکر کے صفحہ نمبر 33 پر لکھتے ہیں۔ میرے متعلق کہ میں ابو العطاء نے جامع مسجد رتی ٹبی چک نمبر 12 میں جمعہ میں دوران تقریر ایک حضور ﷺ کی حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں بہتر فرقتے ہو جائیں گے۔ ان میں صرف ایک جنتی اور بہتر جہنم میں جائیں گے ایک صحابی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہوگا تو آپ نے فرمایا وہ اہل سنت و جماعت ہوگا۔

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ بفرمان خداوند کریم اور حضور پر نور کے فرمان او رسیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعلان کے مطابق وہ جنتی فرقہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ فرمان

خداوندی پڑھیے۔

﴿.....فرمان خداوندی

قال الله تعالى 'ومن يشاء فبق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما توتى و نصله جهنم و ساءت مصيراً  
ترجمہ:- جو شخص مخالفت کرے گا رسول کی بعد اس کے کہ اس کو ہدایت ظاہر ہو چکی اور ایمان والوں کی راہ کے خلاف چلا تو ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا۔ ڈالیں گے جہنم میں اور بہت بری جائے بازگشت ہے۔

﴿ف..... اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کی ممانعت کی ہے رسول کی مخالفت کی اور ایمان والوں کی راہ کے خلاف چلنے کی۔ پس صاف نتیجہ نکلا کہ رسول کی سنت پر عمل ہونا چاہیے اور جماعت اہل ایمان کی راہ چلنا چاہیے۔ سنت و جماعت دونوں کا ثبوت اس سے زیادہ واضح اور کیا ہو سکتا ہے۔ دیکھو تو اس میں سنت و جماعت سے علیحدہ ہو جانے والے پر کس قدر قہر و غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ اس کو اس طرح پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا ہے۔ یعنی جس طرح وہ دنیا میں ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ ہو گیا آخرت میں بھی اس کو ہم ایمان والوں کی راہ سے علیحدہ رکھیں گے۔ ایمان والے جنت کی راہ چلیں گے اس کو ہم دوزخ میں ڈالیں گے۔

﴿.....فرمان رسول کریم ﷺ امتی ستفترق علی اتین و سبعین فرقة يهلك احدى و سبعون و يتخلو فرقة قالو يا رسول الله من تلك الفرقة قال الجماعة الجماعة تحقيق ميري امت میں بہتر فرقے ہو جائی گے اکہتر دوزخی ہوں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون ہو گا۔ آپ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت۔ ابن بابویہ قمی کتاب خصال جلد دوم صفحہ 121 فرمان علی شیر خدا ایک آدمی نے آپ سے پوچھا اے امیر المؤمنین اہل جماعت اہل تفریق اہل بدعت، اہل سنت کون کون ہیں؟ فرمایا اما اہل الجماعة فانا من اتبعنی وان اقلوا اہل جماعت میں اور میرے تبعین ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ اور اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے

مقرر کئے گئے۔

مذکورہ روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے قبعین کو ہی اہل جماعت کہا اور اس کے ساتھ آپ نے اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر نیوالے ہوتے ہیں اور بلا شک و شبہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا کون پابند ہو سکتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کے کامل و اکمل مصداق ہیں جس طرح آپ نے اپنے لئے اور اپنے قبعین کیلئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اسی طرح آپ اہل سنت بھی قرار پائے۔ کیونکہ اہل سنت کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت و اہل جماعت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ”اہلسنت و جماعت“ کی اس طرح تعریف بیان فرمائی ہے۔ کہ من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ و الجماعۃ یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہو کر فوت ہوا۔ تو بخاری شاہ صاحب جنت ایک فرقہ ہونے سے نہیں ملتی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلک پر چلنے والوں کو ملتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ تھے جو آپ نے اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے کی گئی۔ اپنے منہ میاں منہ۔

شاہ صاحب بخاری فکر و تدبر سے عاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ نمبر 34 پر بعنوان نبات النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں رقم طراز ہیں کہ کتاب اظہار حقیقت الحق کا پہلا مسئلہ بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا ابو العطاء صاحب نے صفحہ 29 سے صفحہ 98 تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں کے ثبوت میں ورق سیاہ کئے ہیں اور اس انداز سے لکھا ہے جیسے شیعوں کے مذہب کا دار و مدار اس پر ہے۔ حالانکہ یہ ایک مسئلہ عام ہے کہ اس کی میرے نظریے میں ایک خاص وجہ ہے جسے میں اب بھی لکھنا نہیں چاہتا۔ اس مسئلہ میں سنی اور دیگر ان کے نظریے والے یعنی سقیفہ کی کارروائی کو درست سمجھنے والے تمام مذاہب چار بیٹیوں کے متعلق زور دیتے

ہیں جس سے ان کی غرض یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام داماد صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نہیں اور بھی ہیں بلکہ ایک داماد کو دو نور والا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ والے کئی مذاہب حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی نور نہیں مانتے۔ شاہ صاحب بخاری آپ کی مذکورہ بالا تحریر جو کہ آپ نے بنات النبی کے جواب میں لکھا ہے آپ نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ہماری کتاب واقعی لا جواب ہے کیونکہ آپ نے ہمارے دلائل دربارہ بنات الرسول لکھے ہوئے کو آپ نے نہ ہاتھ ہی لگایا اور نہ اس پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ علمائے اہل سنت آج بھی اپنے خطبات میں سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیگر دختران کا نام نہیں لیتے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ اس فضیلت کے مالک نہیں جس فضیلت کی حضرت فاطمہ زاہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ شاہ صاحب بخاری آپ کی اس تحریر سے یہ ثابت ہو کہ آپ بصیرت دینی سے عاری تو ہیں ہی آپ بصارت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ کیا آپ کو ہماری کتاب اظہار حقیقت الحق کے صفحہ 62 کی دوسری سطر نظر نہیں آئی جس میں ہم نے اپنا عقیدہ لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ لیکن ہمارا اہل سنت و جماعت کا یہ نظریہ بھی صحیح ہے کہ ان سب میں سے افضل حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ کیونکہ آنسور عالمیاں رضی اللہ عنہم کی یہ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ پس فطرۃ آپ کو سب سے زیادہ محبت بھی انہی سے تھی اور حضور پاک رضی اللہ عنہ کی نسل پاک بھی انہیں سے جاری رہی۔ تو پھر آپ نے صرف اپنی کتاب کا پیٹ بھرنے کیلئے دوبارہ یہ کیوں تحریر کیا۔

﴿۲﴾..... آپ کا یہ ترجمہ کرنا کہ یہ ایک مسئلہ عام سا ہے تو اس مسئلہ کو عام سا کہنا بھی اعتراف شکست کا نادر نمونہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اکابر علماء بھی اس میں بے بس ہیں۔ ایسا ہی ایک اور با علم شیعہ کا اعتراف اندریں مسئلہ پڑھیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں اپنے ایمان و وجدان کو حاضر ناظر رکھ کر کہتا ہوں کہ مسلک اللہ کے فضل سے مستشد قسم کے شیعہ ہوں مگر اس متنازعہ مسئلے نے (یعنی شیعہ حضرات کا عقیدہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اکلوتی بیٹی ہیں اور اہل سنت آپ کی چار صاحبزادیاں ثابت کرتے ہیں۔ مجھے ذہنی طور پر سخت خلجان میں ڈال دیا ہے آج تک میں نے اپنے جن علمائے کرام

سے دریافت کیا اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میری تسلی کر دیتا تو شاید مجھے یہ طویل خط نہ لکھنا پڑتا۔ اس کے بعد انہوں نے شیعہ مذہب کے علماء اور مجتہدین کرام اور مدیران جرائد کی خدمت میں خطوط لکھے۔ آخر میں لکھتے ہیں ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر شیعہ علمائے کرام اپنی معتبر کتب کی تحریروں کے مطابق نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کا اقرار کر لیں تو کیا شیعیت میں کوئی فرق پڑ جائے گا اور جو فضیلت حضرت زہراؑ کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی اس میں کوئی کمی آجائے گی۔ اب یہ حقیقت کسی کے چھپاے چھپ تو نہیں سکتی تو پھر خواہ مخواہ اغیار کے سامنے آئیں بائیں شائیں کر کے جان چھڑالینا چہ معنی دارد؟ ڈاکٹر یاور حسین ساقی رہتاس ضلع جہلم، نوٹ آپ میں اور ڈاکٹر یاور حسین ساقی میں ایک نمایاں فرق ہے کہ ڈاکٹر صاحب علم اور اپنے دل میں طلب حق کی پچی تڑپ رکھتے ہیں۔ مگر آپ متعصب اور ضدی ہیں اور ان کے مقابلے میں آپ کا مذہبی شعور بہت ہی کم ہے۔

اب اس مسئلہ کی اہمیت سمجھئے۔ قرآن کریم سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔  
 ينساء النبي لستن كاحد من النساء اس كا ترجمہ اور تفسیر و قال ابن عباس معناه ليس قدر كن عندى كقدر غير كن من النساء الصالحات انتں اكرم على نانا بكن الحم وثوابكن اعظم لمكا لکن من رسول الله ﷺ حضرت عبداللہ اب عباس رضی اللہ عنہم نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے تمہاری قدر و منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جو تمہارے سوا دنیا کے کسی دوسری عورت کو نہیں خواہ وہ کتنی زاہد عابدہ صالحہ ہو۔ تم میرے نزدیک بڑی تکریم والی ہو۔ میں تم پر بہت مہربان ہوں تمہارا ثواب میرے نزدیک اس لئے بہت زیادہ ہے کہ تم میرے محبوب ﷺ کی بیویاں ہو۔ (شیعی مفسر علامہ طبری) تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہشتم صفحہ 356

مختصر ترجمہ اس آیت کا اے نبی کی بیویو! تم دنیا بھر کی کسی عورت کی مانند نہیں۔

اب اس مذکورہ بالا مقدمہ کو ذہن میں رکھیے۔ ان چاروں صاحبزادیوں کا رسول اکرم ﷺ کی صلبی بیٹیاں یعنی حقیقی بیٹیاں ہونے میں دنیا بھر کی کوئی عورت ان کے مرتبے میں سہیم و شریک نہیں کیونکہ ان کی مثل تو وہ ہو سکتی ہے جس کا باپ خاتم النبیین ﷺ اللعالمین ہو اور یہ



بات ناممکنات میں سے ہے۔ تو ان تینوں صاحبزادیوں کا سہم و شریک اگر کوئی ہے تو وہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ تو ثابت ہوا سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ سارے جہاں میں ان کی مثل کوئی عورت نہیں۔ خواہ وہ نبی زادیاں ہوں یا ولی زادیاں ہوں یا امام زادیاں ہوں یا غوث یا قطب زادیاں ہوں۔ تو اب دوسری طرف آئیے۔ حضور پر نور صلیبی یعنی حقیقی بنات الرسول کے متعلق جو یہ عقیدہ رکھے کہ سرور عالمیاں صلیبیہ کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہی تھیں باقی تینوں صاحبزادیاں حضور صلیبیہ کی اپنی صلیبی بیٹیاں نہ تھیں یہ کتنا جرم عظیم ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم کے نزدیک جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلیبیہ کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ تھی باقی تینوں صاحبزادیاں حضور ﷺ کی اپنی صلیبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گیلڑ تھیں وہ لوگ متعصب اور ضدی ہیں عقل کے اندھے ہیں اور اولاد رسول کے نسب کا انکار کر کے مجرم عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جرم عظیم کے معنی یعنی حقیقت سمجھنے کیلئے معترض خود سوچے اور اپنے ضمیر سے فتویٰ لے لے کہ اس کی متعدد بیٹیاں ہوں جو اس کے صلب سے ہوں ایک شخص اٹھ کر بکواس کرے کہ صرف تیری صلیبی یعنی حقیقی بیٹی ایک ہے اور تیری دوسری بیٹیوں کا باپ فلاں شخص ہے تو بتاؤ معترض اس کا سر پھوڑے گا یا نہیں۔ اس کو نہ جانے کیسے کیسے گندے القابات سے ملقب کرے گا۔ بنات رسول ﷺ کا انکار بارگاہ رسالت میں سخت ترین گناہی اور ایذا رسانی کا سبب ہے۔ (تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ 130 سورۃ احزاب)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جن کا عقد ابوالعاس سے ہوا یہ بیٹی وہ ہے جس کو جناب رسالتآب بہت پیار کرتے تھے۔ ان کے نام پاک زینب ہی سے ظاہر ہے۔ اصل میں یہ لفظ ہے زین اب الف کو گرا کر زینب بنا دیا گیا اور اس کے معنی ہیں باپ کی زینت۔ بخاری شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 34 پر لکھتے ہیں کہ میں ابوالعطاء نے مسئلہ بنات النبی صلیبیہ اس انداز سے لکھا ہے جیسے شیعہ مذہب کا دار و مدار اسی پر ہے حالانکہ یہ مسئلہ ایک عام سا ہے۔ افسوس عقل کے اندھے پر آخر یہ حضور پاک صلیبیہ کی آل اولاد کا مسئلہ ہے کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔ چونکہ دلائل قاہرہ سے ثابت ہو چکا کی فی الواقع حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی اپنی چار صاحبزادیاں نہیں تو شیعہ حضرات کس قدر ظلم اور آل نبی صلیبیہ سے دشمنی کرتے ہیں کہ حضور صلیبیہ کی اپنی حقیقی

بیشوں کو آپ کے نسب و نسل سے خارج کر کے اُن کیلئے دوسرے باپ بناتے ہیں۔  
 شاہ صاحب بخاری آپ کے نزدیک مسئلہ بنات النبی اس لئے ایک عام سا مسئلہ ہے  
 کیونکہ آپ اور آپ کے حواری اس مسئلہ کا جواب نہیں دے سکے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کیا  
 شیعہ مذہب کا دار و مدار کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہیں۔ کیونکہ آپ اس مسئلے کا جواب تو دے  
 نہیں سکے۔ آپ نے اس مسئلے کو ہاتھ ہی نہیں لگایا ہمارے دلائل بسلسلہ بنات الرسول کو دیکھ کر  
 ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو کوئی سانپ سونگھ گیا ہو۔ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 35 سے  
 لے کر صفحہ 400 تک غلط بحث سے کام لیتے ہوئے کتاب کی ضخامت بڑھائی ہے۔ جس کا  
 ہماری کتاب لا جواب میں ان باتوں کا ذکر تک نہیں۔

### درود شریف میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مصادیق کا بیان اور حقیقت

سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون مراد ہیں۔ بات بہت مختصر سی ہے۔  
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے صاف ظاہر ہے کہ درود پاک اُن ہستیوں کیلئے ہے جن  
 پر صدقہ حرام ہے۔ مولانا ابوالعطاء صاحب نے آل رسول میں مختلف حضرات کو شامل کر کے اپنی  
 کتاب کے 18 صفحے سیاہ کئے ہیں آگے جا کر پھر لکھتے ہیں جبکہ معتبر حدیث سے ثابت ہے کہ درود  
 صرف اُن کے لئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ آج بھی جب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں تو  
 کہتے ہیں آلہ واصحابہ وازواجہ۔ اگر اصحاب رسول آل رسول میں شامل ہیں تو پھر انہیں علیحدہ نام  
 لے کر اُن کو شامل کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ آل رسول اور ہیں اور اصحاب رسول اور  
 ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت شاہ صاحب بخاری تعلیم و تفہیم سے عاری کی کتاب حقیقت المل ذکر کے  
 صفحہ 41 سے نقل کی گئی ہے اسی صفحہ 41 کی چودھویں سطر پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابوالعطاء نے اپنی  
 کتاب فارق الحق والباطل کے صفحہ 100 پر قرآن سے آل داؤد کا ذکر کیا ہے۔

اعملوا آل داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور (ترجمہ) اے داؤد کی اولاد  
 شکر کرتے ہو اور میرے بندوں میں سے شکر کرنے والے (بندے) تھوڑے ہیں۔  
 ترجمہ فرمان علی شیعہ سورۃ سبا پارہ 22 صفحہ 685 آیت مذکورہ میں آل سے مراد

حضرت داؤد علیہ السلام کا اولاد اور خاندان کے علاوہ امت کے قبیعین افراد بھی شامل ہیں۔ اگر صرف اولاد مراد لی جائے تو آپ کی اولاد سے بے شمار جلیل القدر انبیاء پیدا ہوئے اور انبیاء علیہم السلام سے عدم شکر گزاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر نبی اپنے رب کے انعامات اور نوازشات کا شکر گزار نہیں ہوگا تو پھر دنیا کا کوئی فرد اس کا حق شکر ادا نہیں کر سکتا؟ ہرگز نہیں اس سے مولانا صاحب ابوالعطاء حضرت داؤد علیہ السلام کی تمام اولاد کی انبیاء شمار کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بخاری کی جہالت دیکھیے کہ اردو کی عبارت کا بھی صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور اس برتے پر ہماری کتاب کا جواب لکھ رہے ہیں۔ بصیرت سے عاری تو ہیں ہی شک پڑتا ہے بصارت سے بھی بہت کمزور ہو چکی ہے۔

جواب:..... اس آیت مذکورہ میں خطاب ہے آپ کی اولاد اور آپ کا خاندان اور آپ کے قبیعین افراد بھی خطا میں شامل ہیں۔ علم و عقل کا تقاضا ہے کہ یہاں بھی آل سے داؤد علیہ السلام کی امت کے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناسپاسی یعنی ناشکری سرزد ہو سکتا تھا۔ تو بخاری صاحب آپ نے کس جملہ سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا۔ مولانا ابوالعطاء حضرت داؤد علیہ السلام کی تمام اولاد کو انبیاء شمار کرتے ہیں۔ مگر یہ نکتہ ذہن میں حاضر رکھئے کہ آپ کے محبوب مترجم فرمان علی شیعہ نے آل کا ترجمہ اولاد کیا۔ یعنی حاصل کلام حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے خاندان یا اس کے علاوہ آپ پر ایمان لانے والے سب آپ کے امتی تھے اور ان تینوں گروہوں میں سے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناشکر گزاری سرزد ہو سکتا تھا۔ رہی وہ اولاد جن کو پیغمبری کا مقدس عہدہ عطا فرمایا گیا وہ ان میں یعنی ناشکروں میں داخل نہیں ہرگز نہیں۔

﴿۲﴾..... شاہ صاحب بخاری کا یہ کہنا کہ درود پاک ان ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے وہ مبارک ہستیاں آل رسول پاک ہیں، ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جن پر درود پاک بھیجنا جائز ہو۔ صفحہ 41 پر شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر پر لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کون مراد ہیں۔

جواب:..... نماز کے درود میں جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ہے اس کے معنی پیروی کرنیوالے کے ہیں۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بے تعلق لوگوں کو جو پیروی کرنے والے ہوں آل فرمایا

ہے اور خاص صلبی بیٹے کو جو پیروی کرنے والا نہ ہو آل سے خارج کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا  
واغرقنا آل فرعون یعنی ہم نے فرعون کو غرق کر دیا۔

اس آیت میں قطعاً آل فرعون سے پیروان فرعون مراد ہیں اس لئے کہ فرعون کے اولاد  
نہ تھی نہ بیٹی نہ بیٹا اور دیکھو نوح علیہ السلام کا بیٹا خاص صلبی بیٹا جو پیرو نہ تھا اس کا بات فرمایا۔ انہ  
یس من اہلک یعنی اے نوح وہ تمہاری آل میں سے نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول  
مبارک سے بھی کتب شیعہ میں یہ مضمون منقول ہے۔ جناب امر علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ بے  
شک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والا وہ ہے جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔ پھر یہ آیت  
تلاوت فرمائی۔ (سج البلاغہ حصہ سوم ملفوظات)

ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوا وهذا النبی والذین آمنو ثم قال ان  
ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمته وان عدو محمد من عصی اللہ و  
ان قرۃ قرابتہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے والے تھے وہ جنہوں نے ابراہیم کی پیروی  
کی (اگرچہ ان کا نسب تعلق ابراہیم سے نہ ہو) اور یہ نبی اور جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور  
پھر جناب امیر نے فرمایا کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اس کا نسب  
جدا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔ یہ تو  
قرآنی اصطلاح میں آل کے معنی ہوئے اب ائمہ اہل بیت کے اقوال مبارک کہ اس بارے میں  
پڑھیے آل محمد سے مراد امام جعفر صادق آل محمد میں امت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ  
فرماتے ہیں۔

﴿۱﴾..... والامۃ المؤمنون الذین صدقوا ما جاء بہ من عند اللہ المتمسکون  
بالفقہین (ترجمہ) مومنوں کا وہ گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی  
اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور فقہین سے تمسک کیا ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔ تفسیر  
صافی زیر آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحا سورہ آل عمران اب فیصلہ تم پر ہے حدیث تمہاری  
حضرت امام جعفر صادق کا فیصلہ ہے۔

﴿۲﴾..... قال ابو جعفر عندنا آل محمد نادر من الباب وهو منہ ان العلماء

ہم آل محمد۔

﴿۳﴾..... بصائر الدرجات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا آل محمد ہمارے نزدیک نادر الباب ہے اور اسی سے ہے کہ علماء وہی آل محمد ہیں۔ یہ دوسری حدیث بھی تمہاری ہے اور امام محمد باقر کا فیصلہ ہے کہ علمائے دین بھی آل محمد میں شامل ہیں۔ شیعہ حضرات بالخصوص شاہ صاحب بخاری اب آپ فرمائیے کیا حال ہے اگر آپ واقعی جعفری اور باقری ہیں تو ایمان لے آؤ۔ کہ امت کے مومنین متقین علمائے ربانی یعنی کامل متبعین اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر دل و جان سے عمل کرنے والے آل رسول میں داخل ہیں۔ منہ منہ ہونا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے اگر آپ واقعی مومن ہیں تو اپنا عقیدہ بنا لو جو ہم بیان کر رہے ہیں نہیں تو آپ کی مرضی۔ ہدایت اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

(بصائر الدرجات اور تفسیر صافی دونوں شیعہ حضرات کی معتبر کتابیں ہیں)

مقام غور و فکر آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں۔ مگر ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو مذکورہ بالا حوالا جات اور تصریحات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ عام طور پر درود شریف اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے نیک اور پاک سیرت متبعین مراد ہیں اسی طرح نیک اور پاک سیر اولاد بھی آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے۔ صوم و صلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو۔ علوم شریعہ سے نا بلد ہو، خواہ وہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو، خارج متصور ہوگا۔ اگر آل سے مراد تمام اچھے برے لوگ لئے جائیں شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آل نبی صرف اہل بیت ہیں اور درود میں و علی آل محمد میں آل سے مراد صرف اہل بیت ہیں۔ حالانکہ آل کا معنی صرف اہل بیت یا صرف نسل و اولاد کرنا فرمان الہی کے خلاف ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت نمبر 50 میں ارشاد ہے۔ واغرقنا آل فرعون اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کر دیا۔ یہاں آل بمعنی اولاد یا نسل یا اہل بیت ہو سکتے ہی نہیں۔ بلکہ آل سے فقط مطیع متبع قوم اور لوگ مراد ہیں اور اسی طرح و علی آل محمد میں بھی آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مطیع متقی متبع مراد ہیں۔ اس دعویٰ میں ہم اکیلے نہیں۔

## شیعہ تاریخ سے آل کی تحقیق

وقیل آل محمد کل نفی بعض علماء نے کہا کہ ہر متقی آل محمد ﷺ ہے۔ و آل

فرعون من کان علی دینہ و مذہبہ، قال تعالیٰ و اغرقنا آل فرعون اور آل فرعون  
مفہوم اس کے دین اور مذہب پر تھا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے اور ہم نے آل فرعون کے دین  
اور مذہب والوں کو غرق کیا۔ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ صفحہ 14)

اگر شیعہ ان معنی کو جو ہم نے بیان کئے نہیں مانتا تو اس کو چاہیے جس طرح ہم نے قرآن و  
حدیث سے اسی طرح صراحتاً واضح الفاظ میں آل کا معنی اہل بیت یا اولاد یا نسل نبی دکھائے جس  
طرح ہم نے قرآن مجید سے آل کا معنی مطیع و متبع دکھائے ہیں تو ہم مانیں گے (آل دو قسم کی ہیں)۔

ایک آل جسمانی جن پر صدقہ حرام ہے اور دوسری آل روحانی ہے اس میں علمائے  
راخنین اولیائے کاملین حکماء، مسلمین مشکوٰۃ انوار سے مقتبیین خواہ سابقین ہوں یا لاحقین سب  
کے سب آجاتے ہیں۔ اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔ مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ  
کے متعلق ارشاد نبوت ہے۔ سلمان رجل منا اهل البيت۔

(ابصار الدرجات 1/5 اصول کافی صفحہ 254)

حالانکہ وہ آل جسمانی سے نہیں نہ اولاد رسول نہ آپ کی نسل پاک سے ہے۔ شاہ  
صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 44 پر پانچویں سطر پر یوں اپنی جہالت اور یا وہ کوئی مظاہر  
کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ حوالہ ابو العطاء نے اپنی کتاب کا دیا ہے۔ جس سے ثابت کر رہا ہے  
کہ یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں کون ہیں وہ ہستیاں، اولیائے کاملین، علمائے راخنین جن  
کے متعلق اپنی کتاب کے صفحہ 102 پر لکھا ہے۔

شاہ صاحب اس ضمن میں ہم نے 3 حوالے لکھے ہیں۔ حوالہ نمبر 1 سیدنا علی المرتضیٰ کا  
حوالہ نمبر 2 سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا حوالہ نمبر 3 سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا۔

حوالہ نمبر 1:۔ کا بیان بزبان فیض ترجمان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا حضرت  
ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ قربت رکھنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

پیروی کی۔ اگرچہ ان کا نسب تعلق ابراہیم علیہ السلام سے نہ ہو۔ پھر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگرچہ اس کا نسب جدا ہو اور پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت نزدیک ہو یہ تو قرآنی اصطلاح میں آل کے معنی ہوئے۔ اب ائمہ اہل بیت کے اقوال مبارکہ اس بارہ میں پڑیے۔

حوالہ نمبر ۲: ..... آل محمد سے مراد کون ہیں؟ حضرت سیدنا امام جعفر صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں والامۃ المؤمنون الذین صدقوا ما جاء بہ من عند اللہ المتمسکون بالثقلین (تفسیر صافی زیر آیت ان اللہ صطفیٰ آدم ونوحا) سورۃ آل عمران۔ کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تسک کیا ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔

حوالہ نمبر ۳: ..... قال ابو جعفر عندنا آل محمدنا در من الباب وهو منه ان

العلماء ہم آل محمد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک نادر الباب اور اسی سے ہے کہ علماء وہی آل محمد ہیں۔ (بصار الدرجات 1/5)

ان تینوں حوالہ جات کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے اقارب اور ان کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص حوالہ نمبر ۲ پڑھیے۔ جس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہیں۔

اب آئیے اصلی مطلب کی طرف بخاری شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ابو العطاء نے کہا کہ آل دو قسم کی ہیں۔ ایک آل جسمانی جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور دوسری آل روحانی ہے اس میں علماء راسخین اولیائے کاملین مشکوٰۃ نبوت سے فیوض برکات کے انوار حاصل کرنے والے خواہ وہ سابقین ہو یا لاحقین سب کے سب آجاتے ہیں اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔ شاہ صاحب ہم نے جن ہستیوں کو جسمانی آل سے زیادہ پختہ کہا ہے وہ ہیں اُمت کے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین۔ شاہ صاحب ہم نے کب اپنے متعلق لکھا ہے کہ ہم یعنی میں ابو العطاء اولیائے کاملین یا علمائے راسخین میں سے ہوں۔ آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 43 کی آٹھویں سطر پر لکھا ہے کہ مولانا صاحب ابو العطاء نے اپنے آپ کو آل رسول میں

شامل کرنے کے لئے بڑے دلائل دیئے ہیں۔ کیونکہ آپ بھی اپنے آپ کو آل رسول میں شمار کرتے ہوں گے۔ یقیناً کیونکہ سید الصادقین حضرت امام جعفر صادق کے فرمان کے مطابق کہ مؤمنوں کا وہ گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی کی اور وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد ﷺ میں شامل ہے۔ تو اولیاء کا ملین، علمائے راسخین آپ جیسی آل سے پختہ ہیں۔ کیونکہ آپ کا شمار بقول آپ کے آل جسمانی سے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ ہم دور حاضر اور اس کے قریب زمانے کی مثال دیتے ہیں۔ حضرت پیر سید بلھے شاہ صاحب قصور والے آپ کے مرشد پاک پیر عنایت شاہ آرائیں خاندان سے تھے۔ سید نور الحسن شاہ بخاری کیلیا نوالہ شریف والے شیعہ حضرات کے اکابر علماء سے تھے۔ قسمت نے یاوری کی تو میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ اب ان کے ہزاروں مرید ہیں وہ بھی آرائیں خاندان سے تھے۔ علی پور شریف والے سادات خاندان کے چشم و چراغ قطب زماں پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاٹمانی شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 43 کے ساتھ ستارہویں سطر پر لکھتے ہیں کہ مولانا ابوالعطاء صاحب نے ان دلائل سے اپنے آپ کو آل رسول میں شامل کر لیا۔ یہ شاہ صاحب بخاری صدق و صفا سے عاری، ثابت کریں میں نے اپنے متعلق یہ لکھا ہے کہ میں آل رسول سے ہوں۔ انبیاء کے خاص اور ان کی آل مؤمنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ یعنی علمائے راسخین اور اولیاء کا ملین، فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ 569 جو نماز میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ الفاظ اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور ﷺ کی امت کے نیک اور پاک سیر قسیمین مراد ہیں۔ بہر حال لغت میں بھی حضور ﷺ کی امت کے نیک اور پاک سیرت علمائے راسخین مراد ہیں۔ تو ثابت ہوا آل جسمانی کے علاوہ جن کو آل رسول میں شامل کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ اولیائے کا ملین، علمائے راسخین اور نیک پاک سیرت مومن اور جو متقی ہوں۔ قرآن پاک میں صاف فرمایا اولیاء، والا المتقون اللہ تعالیٰ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک اور جگہ قرآن پاک میں وارد ہے۔ الذین آمنوا کانوا یستقون ولی صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان دار ہونے کے ساتھ



متقی اور پرہیزگار بھی ہوں۔

تو بتاؤ شاہ صاحب میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں اولیاءِ کاملین اور علمائے راہنما اور نیک پاک سیرت مؤمن اور متقی ہوں۔ جبکہ یہ اوصاف از روئے قرآن پاک اولیاءِ اللہ کے بیان ہوئے ہیں یہ آپ کا سفید جھوٹ ہے آپ کو خوفِ خدا نہیں کہ جھوٹ بولنے والے پر خدائی فتویٰ کتنا خطرناک ہے۔ شاہ صاحب آپ اپنی کتاب کے صفحہ 44 کے چھویں سطر پر تحریر کیا ہے کہ یہ جو صدقہ کھانے والی آل رسول ہے اس میں حکیم بھی ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہم دو طرف سے خطیب بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں۔ اس لئے صدقہ لینے کے ہم ڈبل امیدوار ہیں۔ ہمیں دو تا کہ ہم کھاپی کر خوب موٹے تازے ہو کر اور پختہ ہو جائیں۔ اب شاہ صاحب توجہ کیجئے آپ حوالہ نمبر ۲ پڑھیے جس میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات جو کچھ مؤمن ہونے کے دعویدار اپنے سوا کسی کو مؤمن ہی نہیں سمجھتے آل رسول میں داخل ہیں۔

جواب:..... محرم الحرام میں شیعہ صاحبان تعزیہ اور گھوڑے کا انتظام کرتے ہیں اور مجلس ماتم قائم کرتے ہیں۔ ماتمی حضرات جب بازاروں میں نکلتے ہیں ان ماتمی حضرات میں شیعہ علماء بھی شرکت کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ سینہ کو بی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں میراثی، مصلی، بھانڈ، نقال بھی ہوتے ہیں جو شیعہ مذہب کے پیروکار باقی دیگر اقوام کے بھی ہوتے ہیں۔

شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں کسی کے گھربارات آتی ہے تو گھر والے انہیں مخصوص جگہ پر ٹھہراتے ہیں۔ جب باراتی اپنی اپنی جگہ پر سکون سے بیٹھ جاتے ہیں تو گھر والے موسم کی مناسبت سے چائے یا بوتلیں پیش کرتے ہیں۔ ابھی باراتی چائے یا دیگر مشروب کے استعمال سے پوری طرح فارغ بھی نہیں ہوتے کہ نقلیے، بھانڈ، گوئے آ حاضر ہوتے ہیں۔ گوئے، نعیتیں اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی سخاوت نجابت پر جو مشتمل ہوتے ہیں سنا تے ہیں۔ نقال اپنے فن کا مظاہرہ کرے کے باراتیوں سے خوب داد لیتے ہیں۔ اور باراتیوں میں سے جو دولہا کے قرنبی رشتہ دار یا رواجباب ہوتے ہیں وہ اٹھ کر دولہا کے سر

پرنوٹ وار کر ان کو دیتے ہیں۔ اسی طرح بیسیوں یار و احباب اور قریبی رشتہ دار سینکڑوں روپے دولہا کے سر پر وار کر بطور صدقہ برائے رد بلا تصدق کر دیتے ہیں۔

اور یہی لوگ شبیہ روضہ پاک امام حسین علیہ السلام پر اپنی کمائی سے نذرانے پیش کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں شریک ماتم ہوتے ہیں۔ پھر برائے ختم نیازیں بانٹتے ہیں اور تعزیہ پر چڑھاوے کی رقوم ایسی مجالس کے اہتمام کنندگان اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔ تو لا محالہ انہوں سے بنا بر شیعہ مومن ہونے کے میل جول آپس میں ایک دوسرے کی نیازیں کھانے کھلانے اور ان کے نذرانے چڑھاوے اپنے تصرف میں لانے میں بخاری شاہ صاحب آپ بدرجہ اولیٰ شریک ہیں۔ تو صحبت کا اثر بھی مسلمات سے ہے۔ بدیں سبب آپ میں حجت بازی اور ٹھٹھا اور اخلاق حسنہ سے گری ہوئی باتوں کا ہونا بعید از قیاس نہیں۔ اپنی کتاب حقیقت المل ذکر کی سطر 6 پر جو آپ شاہ صاحب نے میری متعلق بے ہودگی کا مظاہرہ کیا ہے وہ توقع کے خلاف نہیں۔

نوٹ:..... جیسا کہ آپ ہمارے بیان کردہ دلائل بسلسلہ بنات الرسول کے لا جواب ثابت ہوئے ہیں اسی طرح درود شریف میں آل محمد کے مصادیق اپنی کتاب کے صفحہ 41 میں صرف اسی بات پر زور دیا ہے کہ درود پاک ان ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ ہم نے اس نظریہ کی تردید میں کہ درود پاک صرف ان ہستیوں کیلئے ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ اپنی کتاب اظہار حقیقت الحق فارق بین الحق والباطل کے صفحہ 99 سے لے کر صفحہ 110 تک بیسیوں دلائل دئے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں بلکہ آپ اور آپ کے حواری بھی جواب نہیں دے سکیں گے۔

ہم اپنی کتاب فارق بین الحق والباطل سے اپنے دعوے کے مطابق قارئین کیلئے بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کی بے بسی آپ کو بھی علم ہو جائے گا۔

﴿۱﴾ هو الذی بصلی علیکم و ملئکنہ بخر حکم من الظلمت الی النور  
o ط (وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوة بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تم کو (کفر و نفاق کی) اندھیروں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ مطبوطہ افتخار بکڈ پوکرشن نگر لاہور)

کیونکہ شیعہ حضرات بیخ تن پاک کا معصوم جانتے ہیں اور شیعہ عقائد کے مطابق بھی خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن محمد است صلی اللہ علیہ وسلم وفاطمہ حسین و حسن مگر مخاطب مذکورہ آیت کریمہ میں وہ ہیں جو کفر و نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تو شیعہ ترجمہ کے مطابق یہ حضرات اس آیت کے مصداق نہیں۔ (سورۃ الاحزاب پارہ 22 صفحہ 844)

﴿۲﴾..... حضرت علی المرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے صلوة بھیجتا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔ اللہ کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں تاکہ اس سے قریب نصیب ہو۔ وہ نبی جسے اُس نے وحی کیلئے چنا اور رسالت کیلئے پسند فرمایا وہ نبی جو حق شفاعت سے سرفراز اور اس کے حق کا ذمہ دار ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وعلی النبین والمرسلین والملائکة اجمعین جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس پر اور اس کی اولاد پر اور اصحاب پر اللہ کی رحمتیں۔ بلکہ تمام انبیاء۔ تمام مرسلین اور تمام فرشتوں پر صحیفہ علویہ صفحہ 18 امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام اور تابعین اور ان کی اولاد و ازواج پر صلوة بھیجتا۔

### نزول رحمت کی دعا:

اللهم وصل علی التابعین من یومنا هذا یوم الدین وعلی ازواجہم وعلی ذریاتہم وعلی من اطاعت (اے معبود! پس رحمت نازل کر) (اُن) پیروؤں پر آج سے لے کر قیامت تک اور (رحمت نازل کر) اُن کی بیویوں اور ان کی اولاد۔

(از صحیفہ کامل صفحہ 37 سید قائم نسیم امر وہی)

﴿۳﴾..... سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ کی صلوة دعائیہ اللہم صل علی محمد و اہل بیتہ الطیبین وعلی اصحابہ وعلی ازواجہ المطہرات یا اللہ رحمت کر محمد پاک اور اس کی اہل بیت پاک اور اصحاب پر اور ان کی طاہرہ مطہر بیویوں پر۔ (ناسخ التواریخ جلد ہفتم صفحہ 468)

﴿۵﴾..... صلوة دعائیہ کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے سورۃ توبہ میں حکم دیا اپنے صحابہ کیلئے۔ خذ من اموالہم صدقة تطہرہم وترکیہم بہا و صل علیہم ان

صلواتك مسكن لهم ان کے مالوں سے صدقہ لے لو کہ ان کو بھی پاک کر دو اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بڑھا دو اور ان کیلئے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا۔ (ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ 404)

نوٹ: دلیل نمبر 1: ..... هو الذی یصلی علیکم وملتئکتہ الی آخرہ

ترجمہ: وہی وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوة بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو (کفر و نفاق) کی اندھیروں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔ (پارہ 22 صفحہ 844 سورۃ الاحزاب) اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو آل کہتے ہیں ان پر اس آیت کریمہ کا اطلاق ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اس کا اطلاق ان پر ہے جو کفر و نفاق کی ظلمت میں پہلے گھر لے ہوئے ہوں۔ بخاری شاہ صاحب ہم نے خاص صحابہ کرام کے حق میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجا از روئے قرآن پاک ثابت کر دیا ہے۔ کوئی بزرگ آیت اللہ حجۃ اللہ سیاہ پوش شیعہ حضرات سے جو قرآن پاک سے ایک ایسی آیت دکھاوے۔ جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو وہ آل رسول کہتے ہیں ان پر صلوة بھیجتے ہیں۔

سوائے ان کے دوسروں پر اس کا اطلاق نہیں نہ ہو سکے۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتے اگر دکھا سکتے ہیں تو ہمیں دکھا کر پانچ صد روپیہ انعام حاصل کریں۔ شیعہ حضرات بنظر ایمانی غور کرو کہ صحابہ کرام پر کس کس طرف سے صلوات کی چھلیں آ رہی ہیں۔

﴿۱﴾..... خود ذات باری تعالیٰ کی طرف سے (سورۃ احزاب پارہ 22 سے از روئے

قرآن مجید)

﴿۵﴾..... حضور ﷺ کی طرف سے (سورۃ توبہ سے از روئے قرآن پاک (۷)

﴿۲﴾..... حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی طرف سے (از صحیفہ علویہ از علامہ سید مرتضیٰ حسین)

﴿۳﴾..... حضرت امام زین العابدین کی طرف سے صحابہ پر (از صحیفہ کاملہ صفحہ 37 سید قائم

رضا نسیم امروہی

اور تابعین اور ان کی ازواج و اولاد پر (تاریخ التواریخ جلد ہفتم صفحہ 468)

﴿۴﴾..... سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے محمد پاک، اہل بیت اور اصحاب پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں پر۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 41 گیارہویں سطر پر لکھتے ہیں اگر آل رسول میں اصحاب بھی آگئے تو پھر انہیں علیحدہ نام لے کر ان کو کیوں شامل کرتے ہیں جس سے ثابت ہے آل رسول اور ہیں اصحاب رسول اور ہیں۔ رہا شبہ صحابہ کو بھی شامل ہے تو بعض درودوں میں ال کے بعد اصحاب کا ذکر کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں تحفیس بعد التعمیم کا قاعدہ بکثرت جاری ہے۔ یعنی پہلے ایک عام لفظ بولتے ہیں پھر اس عام کے بعض خاص مہتمم بالشان افراد کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً من کان عدواً للہ وملتکته ورسولہ و جبرائیل و میکائیل فان اللہ عدو للکافرین یعنی جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا رتبہ زیادہ ہے اس لئے ملائکہ کے بعد ان کا بھی ذکر فرمایا۔ اسی طرح گو صحابہ آل میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ صحابہ کا مرتبہ وہ نسبت دوسرے پیروی کرنے والے والوں سے زائد ہے اس لئے بعد آل کے صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا ثبوت:..... تنزل الملائکۃ والروح (سورۃ القدر پارہ 30) ترجمہ: اترتے ہیں فرقی اور روح القدس اس میں مذکورہ بالا ہر دو آیات میں جبرائیل و میکائیل اور ذکر ملائکہ کے بعد روح کے خصوصی ذکر سے مراد ان کی فضیلت کا اظہار ہے۔ ورنہ ملائکہ میں جبرائیل اور میکائیل شامل ہی تھے۔ ملائکہ کے بعد روح کا ذکر دیگر ملائکہ سے اس کا امتیاز و اختصار میں ظاہر کرنے کیلئے کیا گیا ہے۔ شاہ صاحب بخاری اور ان کے حواری صحابہ کے فضائل سن کر بدکتے ہیں کیا صحابہ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر ہاشمی خاندان کے افراد جنہوں نے کلمہ پڑھ کر تو حیدر رسالت کی تصدیق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور تقویٰ پر ہیزگاری کی زندگی گزاری اور تادم مرگ اس عقیدہ و اعمال شریعہ پر قائم رہے۔ سبھی صحابہ کی جماعت میں داخل ہیں اور اس پر طرہ کہ شیعہ حضرات مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں ہونے کا اقرار کرتے ہیں یعنی اہل بیت میں شامل کرتے ہیں۔ مگر ان کو آل میں نہیں



مطلب یہ کہ دونوں اگر وہ اپنے عقائد باطلہ اور فاسدہ میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ اب ان کو قرآن و حدیث یا اقوال ائمہ صادقین سے راہ راست پر لانا ممکن نہیں۔

## تفسیر آ یہ تطہیر اور قرآنی رو سے اہل بیت کا بیان

حقیقت اہل ذکر شاہ صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ 45 کی آخری سطر میں لکھتے ہیں۔ آیت جس رکوع میں درج ہے اس میں سات آیات درج ہیں۔ پہلی پانچ آیت نبی رسول کی ازواج کے متعلق ہیں اور چھٹی آیت کا مضمون ان پہلی آیات سے مختلف انداز میں ہے۔

جواب:- دراصل یہ خطاب یاہا النبی قل لا زواجك سے شروع ہو کر لطیفاً خبیراً پر ختم ہوتا ہے۔ یہ خطاب سورۃ احزاب کی اٹھائیسویں آیت سے شروع ہو کر چونتیسویں آیت تک جمع مونث حاضر کے چھبیس صیغے ہیں وارد بار یا نساء النبی کے الفاظ سے واضح فرمایا گیا کہ یہ مخاطب صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے ہے۔ اس میں کسی کی شمولیت نہیں۔ اس مقام پر جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ انما یرید اللہ عنکم الرجس اہل البیت کے کلمات سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن و حسین رضا اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔ وہ بوجہ محل نظر ہے۔ یہ کلمات چونتیسویں آیت کا ایک ٹکڑا ہیں نہ کہ پوری آیت اور آیت و قرن فی بیوتکن سے شروع ہوتی ہے۔ اور لفظ قرن اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ باقی آیات کی طرح یہ کلمات بھی نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔

قرن بیوتکن تبرجن امن اتین اطعن آگے آ یہ تطہیر انما یرید اللہ لیدھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً آگے واذکرن بیوتکن یہ سب صیغے آگے پیچھے والے جمع مونث کے صیغے اور ضمیریں ہیں اور درمیان میں ذکر تطہیر ہے۔ جن میں تمام تر مخاطب ازواج مطہرات ہیں دراصل انسان اس وقت ٹھوکر کھاتا ہے جب آیت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے کسی جز سے اپنے پسند کا مفہوم نکالنے کی کوشش کیجائے۔ یہ کوشش دراصل قرآن کے الفاظ سے معنی اخذ کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ آیت میں اپنے پسند کے

معانی داخل کرنا ہوتا ہے۔ اس قسم کی ایک صورت آیت تطہیر کی تعبیر و تفسیر میں ملتی ہے۔ چنانچہ اس مہم کی ابتدا سار سلسلہ وار مضمون سے صرف نظر کر کے اس آیت کے ٹکڑے سے کی جاتی ہے۔ تو آیت تطہیر کو ازواج مطہرات سے کاٹ کر دوسری طرف لے جانا ظلم اور تحریف قرآن ہے۔ شیعہ امہات المؤمنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے۔ ان کا اعتراض نمبر 1

آیہ کریمہ میں عنکم اور بطہرکم کے ضمائر مذکر ہیں اگر یہیں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث عنکن اور بطہرکن وارد ہوتیں۔

تو شیعہ حضرات کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ اکابر مفسرین نے لکھا ہے کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اگرچہ معنی کے لحاظ سے مؤنث ہے عربی لغت میں اکثر معنی کا لحاظ نہیں رکھا جاتا صرف لفظ کے مطابق ضمیر لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں وارد ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ سناتے ہیں تو پاس کھڑی ان کی اہلیہ مطہرہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہنس کر تعجب کرتی ہیں۔ وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں۔ اتعجبین من امر اللہ رحمة اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت اے سارا کا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اس آیت کریمہ میں تجھن مؤنث کا صیغہ ہے لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مؤنث استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق اس سے حضرت سارا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہیں۔ اور بایسویں پارے کی ابتدا مؤنث کا ضمیر ہے اور بالاتفاق یہاں ازواج مراد ہیں۔ یقیناً مذکر کا صیغہ ہے۔ چاہے تو یہ تھا کہ یقیناً کی بجائے یقیناً استعمال ہو۔ چونکہ لفظ مذکر ہے اس لئے اس کی رعایت سے ضمیر مذکر استعمال ہوا ہے۔ اس قسم کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ جن کی روشنی میں شیعوں کا یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر مذکر ضمائر کی وجہ سے جملے میں مؤنث شامل نہیں تو پھر سیدہ زہرا خاتون جنت یمین کو کس طرح شامل مانا جائے گا؟ قرآن کریم میں کثرت سے احکام کے صیغے مذکر کے ہیں حالانکہ مؤنث بھی اس میں شامل ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ صیغہ مذکر کا اور مراد صرف مؤنث ہے۔ جیسا کہ ارشاد بانی ہے۔ فقال لاهلہ املکنوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ سے فرمایا ذرا ٹھہر



جاؤ (سورۃ طہ پارہ 16) اعتراض اول تو باطل ہو گیا۔

دوسرا اعتراض:- آیہ تطہیر میں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے۔ اگر ازواج مراد ہوتیں تو بیت کی بجائے بیوت کا لفظ استعمال ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں کی دو حیثیتیں تھیں ایک ان کی اپنی قیام گاہ کی حیثیت چنانچہ جب اس حیثیت سے حجروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بیوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان سے ہر ایک کا بیت الگ الگ تھا۔ ارشاد ہوا قرن فی بیوتکن اور اس اگلی آیت میں ہے! واذا کرن ما یتلی فی بیوتکن دوسری حیثیت ان حجروں کی رسالت مآب ﷺ کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے کے سارے بیت النبی ہیں۔ اور نبی کا بیت ہونے میں ان کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بیت النبی کی جہت سے بشارت تطہیر دی جا رہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل بیت وارد ہوا تو شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی باطل ٹھہرا۔

تیسرا اعتراض:- کہتے ہیں کہ مفسرین اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ آیہ تطہیر ان چار حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس سے امر میں روایات کثیرہ ہیں خاص طور پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ کہ آیت ان کے ساتھ خاص ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قائل ہونا اور ناقل ہونا۔ دو مختلف چیزیں ہیں۔ نقل میں ہر رطب و یابس شامل کر دیا جاتا ہے۔ مگر قائل ہونا کسی دلیل کی بنا پر ہوتا ہے۔ یعنی مفسرین نے اگر اسی روایات نقل کر دیں تو ان سے یہ کب ثابت ہوا کہ وہ قائل ہیں۔ کسی ایک محقق مفسر نے مثلاً تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر ماندا: آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ یہ آیت ان چار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ روایات جو پیش کی جاتی ہیں ان میں یہی بات ہے کہ حضور ﷺ نے یہ دعا کی اصل اہل بیت میں ان چار کو داخل کیا جائے۔ یہی دعا ہی تو ان حضرات کو نص سے خارج کر رہی ہے۔ رہا ابو سعید کا سوال تو یہ ایک دام ہمرنگ زمین ہے۔ ابو سعید کنیت ہے کلبی کی جو مستند تقیہ باز شیعہ تھا۔ عطیہ کوئی جو خود مستند شیعہ ہے اس سے نقل کرتا ہے کبھی ابو سعید کی کنیت سے کبھی ابو الہشام کی کنیت سے اور ابو نصر کی کنیت سے اور دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا لفظ بڑھا دیا جاتا ہے۔

ایک دو اور روایات میں بھی آیا ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف آل عبا ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کثیر روایات اور ثقہ روایات کے اعتبار سے تو وہی مفہوم ثابت ہے جو جمہور کا مسلک ہے اگر دو چار روایت میں یہ مفہوم ہو جو شیعہ کہتے ہیں تو اولاً وہ سیاق قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں دوسرے ان روایتوں کے راوی درجہ ثقاہت کو نہیں پہنچے۔ بلکہ مجروح، ضعیف اور کاذب اور ساقط الاعتبار ہیں۔ ایسے راویوں میں ایک علی یزید ہے جس کے متعلق امام عسقلانی تہذیب التہذیب میں لیس بالقوی منکر الحدیث عن الثقات وہ قوی نہیں ثقات منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ ایک اور راوی ابوداؤد ہے۔ یہ وہ ابوداؤد ہے جو صاحب سنن ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے الاعمی نفع بن حارث کذاب اندھا ابوداؤد جس کا نام نفع بن حارث ہے کذاب ہے۔ لیس بشی کان یفلو فی الرفض یہ کچھ بھی نہیں رفض میں عالی ہے۔ ایک اور راوی عبداللہ بن قنوس ہے جس کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں لیس بشی رافضی خبیث کوئی حیثیت نہیں رکھتا رافضی خبیث ہے۔ ایک راوی کا نام مندل ہے اس کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔ قال احمد ضعیف الحدیث والبخاری ادخله فی الضعفاء امام احمد بن حنبل نے فرمایا گ ضعیف ہے اور امام بخاری نے بھی اسے ضعیف میں شمار کیا ہے۔

از تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ بھیروی جلد 2 صفحہ 53 تا 54 مطبوعہ لاہور

## آیہ تطہیر کے مصداق پر جمہور کا مسلک کیا ہے؟

ذریعہ:- معلوم ہونا چاہیے کہ شیعہ لوگوں کا اہل سنت سے لفظ اہل بیت لیس فی صدق اللفظ بحسب المعرف واللفظ بظہور صدق اہل البيت لغة و عرفاً علی النساء ان المراد من الاية ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باسلوب الکلام قبلها و بعدها و ذالك مخالف للرواية والدارية کے باعتبار عرف اور لغت کے مصداق میں اختلاف نہیں کیونکہ عرفاً و لغتاً لفظ اہل بیت عورتوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے اہل بیت لغت میں نہیں کہتے ہیں جو اس گھر میں بسنے والے ہوں۔ اختلاف اس لفظ

کے مراد میں ہے جمہور نے آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت کا معنی ازواج النبی جو مراد لیا ہے تو یہ اس آیت کے اسلوب اور سیاق و سباق کے لحاظ سے لیا ہے اور یہ معنی لینا روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔ (درنجفیہ صفحہ 15 مطبوعہ ایران طبع قدیم)

﴿۲﴾..... از شرح نہج البلاغہ فقال الجمهور ان نساء النبی مرادات بعدہ الایۃ ومن الناس من خصصها بہن مستدلین بسیاق الکلام قبلہا وبعدها آ یہ تطہیر میں ذکر شدہ لفظ اہل بیت کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک ہیں اور بعض لوگ اس کی تخریص کرتے ہوئے صرف ازواج مطہرات کیلئے مانتے ہیں ان کی دلیل اس کلام کا سیاق و سباق ہے۔ شیعہ لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

قارئین کتاب ہذا غور کا مقام ہے کہ شیعہ مفسر شارح اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ اہل بیت از روئے عرف و لغت بیوی پر بولا جاتا ہے اور پھر اسی اطلاق کو جمہور کا مسلک بھی قرار دے رہے ہیں اور مان لیا کہ جمہور کے نزدیک کلام کے سیاق و سباق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہی ہیں۔ اس حقیقت کے تسلیم کر لینے کے بعد آخر خوئے بدر ابہانہ بسیار کے مطابق دولتی یہ لگائی کہ اہل بیت سے عرفاً لفظ اگرچہ مراد بیوی ہی ہوتی ہے اور جمہور نے بھی یہی کہا لیکن یہ مراد روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔

﴿۱﴾..... روایت ہی کو لیجئے خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بارے میں استفسار کہ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔ اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا کیا وہ صرف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیلی کے بارے میں تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے علاوہ زوجیت کے اور کونسی نسبت تھی جس کی بنا پر اہل بیت ہونے کا سوال کیا جب ان کے استفسار کے جواب میں علی خیر و انت علی جیسا کہ کشف الغمہ کے حوالے سے ثابت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اہل بیت میں داخل ہیں تو یہ نسبت جس میں پائی جائے وہ بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ اس لئے ازواج مطہرات بھی روایت ک لحاظ سے خارج نہیں۔ جب حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے چادر میں داخل ہونے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت علی خیر خیر اسم

تفصیل کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں تو بہت اچھے حال پر ہے۔ یعنی تمہارے حق میں تو آ یہ  
تظہیر نازل ہوئی ہے۔ اب میں ان کو بھی شامل کرتا ہوں جو پہلے شامل نہ تھے کیونکہ اگر شامل  
ہوتے تو دعا کی ضرورت نہ تھی۔

## خیر کے معنی قرآنی اصطلاح میں

چنانچہ قرآن پاک پارہ 30 میں آتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام  
کئے اُولٰٓئِكَ هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ساری مخلوق سے بہتر وہی لوگ ہیں۔ دوسرے سورہ آل عمران  
پارہ 4 میں آتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ جو امتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی  
تھیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ (ترجمہ مقبول شیعہ) مزید برآں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام  
سلمہ رضی اللہ عنہا کو صرف اتنا ہی نہ کہا تھا کہ انك على خير کہ تو بھی اچھے مقام پر ہے بلکہ ان کے  
اس سوال پر الست من اهلك؟ کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟

یہ جواب بھی ارشاد فرمایا تھا "مبلی" کیوں نہیں۔ یعنی ہاں تو بھی میرے اہل بیت سے  
ہے اہل سنت کی کتاب مسند امام احمد میں یہ روایت موجود ہے۔ اور اہل تشیع کے ہاں بخار  
الانوار جلد 10 صفحہ 269 میں منقول ہے تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ ازواج  
مطہرات بھی روایت کے لحاظ سے خارج نہیں اور حضرات امہات المؤمنین کا اہل بیت نبوی  
سے ہونا صرف انہیں روایات پر موقوف نہیں خود قرآن پاک اپنی اعجازی تربیت سے ان کے  
اہل بیت ہونے پر نص فرما رہا ہے۔ مثلاً سورۃ یوسف پارہ 12 میں آیا۔ قالت ما جزاء من  
اراد باهلك سوءاً مذکورہ آیت کا ترجمہ شیعہ تفسیر سے قالت کہا زلیخانے عزیز سے کہ  
ما جزاء من اراد باهلك سوءاً کیا ہے جزا اس شخص کی کہ ارادہ کرے ساتھ زوجہ تیری کے  
بدی کا۔ شاہ صاحب بخاری آپ کے معتبر مفسر نے اہل کے معنی بیوی کے لئے ہیں اب ایمان  
لے آؤ کہ اہل بیت میں زوجہ بھی شامل ہے جیسا کہ صرف اہل میں بھی شامل ہے۔

سورۃ القصص پارہ 20 فقالت هل ادنکم علی اہل بیت یکفلونہ موسیٰ علیہ السلام کی  
ہمشیرہ نے کہا کہ میں تمہیں گھر والی کا پتہ بتاتی ہوں جو اس کی پرورش کریں گے۔ اس آیت میں اہل

بیت سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں جو ان کی ہمشیرہ اپنی والدہ کے پاس ہی لے گئیں۔ ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں اہل بیت سے مراد بیوی گھر والی لی گئی۔ اور وہی لفظ اہل بیت سورۃ احزاب پارہ 22 میں عنکم الرجس اہل البیت موجود ہے۔ وہی لفظ اہل بیت اس آیت مذکورہ میں اہل ادنکم علی اہل البیت میں موجود ہے جس سے بیوی مراد ہے۔

رہا معاملہ درایت کا اگرچہ شیعہ لوگوں کا مذہب عقلیات اور ادھر ادھر کی گپوں کا مرکب ہے۔ مگر یہاں درایت کے طور پر تمہارا زور صرف ضمیروں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر کم باعتبار غلبہ کے ذکر فرمائی جس میں مردوں کا ہونا ضروری ہے؟ آخر تم سے ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ضمیروں والا چکر تم نے کہاں سے سیکھا؟ تمہارا جواب یہی ہوگا کہ اہل لغت کا یہ قاعدہ ہے۔ ہم نے اپنے گھر سے تھوڑا گھڑ لیا ہے تو اس پر تم سے یہ دریافت کیا جاسکتا ہے؟ کہ اہل بیت کے لفظ سے ازواج سے ازواج مطہرات کو نکالنے کیلئے تم نے ضمیروں کے بارے میں اہل لغت کو معتبر جانا۔ مگر انہیں لغت والوں نے جب یہ کہا (جیسے کہ تم عرف لغت کے اعتبار سے یہ کہہ چکے ہو) کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہوتی ہیں۔ تو اسے ماننے میں تم کو کون سا سانپ سونگھ گیا تھا۔ آخر ضمیروں کے بارے میں کہنے والے وہی اہل لغت ہی تو ہیں۔ تو ایک جگہ جہاں اپنا اُلوسیدھا ہوتے دیکھا ان کی بات مان لی اور دوسری جگہ جب کمر ٹوٹنے لگی تو اسے رد کر دیا اور جمہور نے جو اہل بیت سے اس آیت میں ازواج مطہرات لیں وہ تمہیں کھٹکا کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ عرف لغت جمہور بھی جھوٹے ہیں اور آپ ہی صادق ہیں؟ یعنی سارا جہاں کپتا اور اکیلا ستھرا، بھلا مانس، چلو تمہاری لغت دانی کے مقابلے میں عرف اور اہل لغت اور جمہور نہیں ٹھہر سکے تو خدا را ہمیں بتائیے کہ ان آیات میں کیا کرو گے؟ قالو اتعجبین من امر اللہ رحمة اللہ و برکاتہ، علیکم اہل البیت انہ حمید مجید ۵ فرشتوں نے کہا اے عورت کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ پارہ 12 سورہ ہود)

﴿۲﴾..... فقال لاہلہ امکثوا انی انست ناراً العلی اتیکم منها بقبس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو فرمایا کہ (ذرا بیٹھیں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھ لی ہے۔ امید ہے

کہ میں سے تمہارے لئے چنگاری لاؤں گا۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ پارہ 16 سورۃ طہ)

ان دونوں آیات میں سے پہلی آیت میں علیکم میں ضمیر مجرد جمع مذکر کی ہے۔ لہذا تمہاری لغت کے مطابق اس کے مخاطب یا تو سبھی مرد ہونے چاہئیں یا مرد اور عورت دونوں۔ لیکن عورتوں کو ماتحت کرتے ہوئے تغلیبی حکم مردوں کیلئے آیا ہے تو بتلائیے اس کم سے کون مرد اور کون سی عورتیں تھیں؟ حالانکہ سبھی مفسر تمہارے سمیت اس سے مراد حضرت سارا رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لیتے ہیں۔ اگر تمہاری لغت کو مان لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے فرشتوں پر دو الزام آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سیدہ سارہ اکیلی تھیں۔ لیکن انہیں جمع سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ وہ مؤنث تھیں لیکن خطاب ایسے الفاظ سے ہوا جو مذکروں کیلئے مخصوص ہیں۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام "امکشوا اتیکم" میں دو دفعہ ضمیریں جمع مذکر کی مذکور ہیں۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پھر بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہیں یا تو اپنی بیوی کے مذکر یا مؤنث ہونے کی خبر نہ تھی (جو سراسر باطل ہے) ایک کی بجائے کئی اور وہ بھی نرے مرد یا ملے جلے افراد سمجھتے تھے۔ بہر حال شیعہ لغت کو مان کر اللہ کی ذات اس کے فرشتوں کی عصمت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان پر طرح طرح کے الزامات عائد ہوتے ہیں۔ اگر بقول شیعہ المل بیت بیوی پر نہ استعمال ہوتا تھا کیا فرشتے عربی زبان سے ناواقف تھے۔

﴿۱﴾..... کیا معاذ اللہ خداوند کریم کو عربی زبان سے ناواقف تھی۔

﴿۲﴾..... جس نے ن دو مقامات پر المل بیت سے گھر والی بیوی پر لفظ المل بیت کو استعمال فرمایا۔

﴿۳﴾..... کیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ عربی زبان نہ جانتے تھے آپ ہی فرمادیتے کہ المل بیت کا لفظ تم بیوی پر کیوں بول رہے ہو۔ یہ تو جیٹی اور نواسوں اور داماد پر استعمال ہوتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں سبھی ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے عربی زبان سے ناواقف ہوں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ سب بیہ پیمبر شاہ صاحب بخاری وکیل روایان سبائی اس لئے کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات آنسور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو المل بیت نہیں مانتے مگر

ہم بھی اتنے ثبوت دیں گے کہ لاجواب ہونے پر ندامت کا پسینہ پیشانی پر آ جائے۔ قارئین کرام توجہ فرمائیں۔

﴿.....﴾ آنحضرت ﷺ جناب خانہ خدیجہ رواں شد و چوں حضرت بردر خانہ رسید خدیجہ را بقدم آنحضرت بشارت دادند، خدیجہ پائے برہنہ از غرفہ امکن خانہ دوید چوں در را کشودند حضرت فرمود السلام علیکم یا اہل البیت

ترجمہ:- آنحضرت عالمیاں ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب حضور ﷺ گھر کے دروازے پر پہنچے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نوکرانیاں حضور ﷺ کی بشارت لے کر آئیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا ننگے پاؤں چو بارے سے مکن کی طرف دوڑی جب دروازہ کھولا تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا السلام علیکم یا اہل بیت۔

بخاری شاہ صاحب وکیل راویان سبائی ایمان سے کہو اس حدیث میں حضور ﷺ نے لفظ اہل بیت کا اطلاق اپنی بیوی یعنی گھر والی پر کیا یا نہیں؟ اس حدیث کو بیان کرنے والے آپ کے گیارہویں صدی کے مجدد امام الحدیث ملا باقر مجلسی ہیں یا نہیں؟ تو پھر لگاؤ نعرہ، نعرہ حیدری یا علی اس نعرے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ کریم آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(حیاء القلوب جلد 2 صفحہ 100)

﴿.....﴾ تحقیق اہل بیت شیعہ مفسر کی زبانی ماریہ قبٹیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے اہل بیت فرمایا۔ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت سے بدی اور بدنامی سے دور رکھا۔ (حاشیہ ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ 699) شکرے کنم خدا را کہ ہمیشہ بدی ہارا از اہل بیت ما دورے گرداند، میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ ہمارے اہل بیت سے خدا تعالیٰ ہمیشہ برائیوں کو دور کرتا ہے۔ (حیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد 2 صفحہ 594) شاہ صاحب بخاری وکیل راویان سبائی اب تو تمہارے مجدد ملا باقر مجلسی اور تمہارے شیعہ مفسر نے بھی تسلیم کر لیا کہ لفظ اہل بیت کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔ محدثین مفسرین امامیہ نے خدائی آیتوں اور فرمان رسول کریم کو تسلیم کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اہل بیت کا گھر کی زوجہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن ضد اور تعصب بری بلا ہے۔ کہ مصطفیٰ ﷺ کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل بیت تسلیم کرنے نہیں دیتا۔

جسکے سیدنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صلوٰۃ سے ازواج مطہرات کا طاہر و مطہر ہونا ثابت ہے۔ اللہم صلی علی محمد و اہل بیتہ الطیبین و علی اصحابہ المنتجبین و علی ازواجہ المطہرات یا اللہ رحمت نازل کر محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کی اہل بیت پر اور اصحاب اختیار پر اور ان کی طاہر و مطہر بیویوں پر۔ (ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ 468)

﴿۳﴾..... ایں ہنگام رسول خدائے زوجات مطہرات را فرمود۔ یعنی از برائے دختر من و پسر عم من در سرائے من و ثانی ترتیب کدید۔ ذکر زفاف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

(ناسخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ 56)

ترجمہ:- بعد از نکاح شریعت رسول خدانے اپنے ازواج مطہرات کو فرمایا کہ میری لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے حقیقی چچا کے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے میرے گھر میں علیحدہ کمرہ ترتیب دو۔ یہاں بھی آپ کی ازواج مطہرات کو بمصداق آیہ تطہیر طاہر و مطہر کہا گیا۔ عاقل نونوں اک نقطہ کافی لوڑ نہیں دفتر دی پاتے جاہل نونوں کچھ اثر نہ کر دی پسند نبی سروردی۔  
نوٹ:- اگرچہ آیہ تطہیر کا سیاق و سباق حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے خطاب سے گمراہوا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہے کہ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا O بھی ازواج مطہرات کیلئے نازل ہوا ہے۔ البتہ ہمارا یہ ایمان بھی ہے کہ جب یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ ان حضرات کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا۔  
اللہم ہولاء اہل بیتی فاذهب عنہم الرجس و طہرہم تطہیرا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں پس ان کو پاک کر دے جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔ تو یہ خاصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آپ مختار کل ہیں جس کو چاہیں کسی چیز کو کسی چیز میں داخل فرمادیں یا خارج کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے یہ حضرات بھی تطہیر میں داخل ہیں اگر آیہ تطہیر ان کیلئے نازل ہوتی تو صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لئے دعا مانگنے کی حاجت نہ ہوتی لیکن میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی اور دونو اسوں اور داماد کو اہل بیت میں شامل فرمایا۔ بسر و چشم قبول اور ہمارا جزو ایمان لیکن جو شخص حضور پر نور کے ازواج پاک کو اہل بیت نہ سمجھے وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن



ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ جس کو چاہیں داخل فرمائیں۔ آپ کا فرمان مسلمان منائے الیہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان ان میں شامل فرمایا حالانکہ آپ جس وقت تحت الشجر بیعت ہو رہے تھے تو آپ مکہ معظمہ میں تھے۔ مگر نبی کریم ان کی عدم موجودگی میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بردست دیگرے زد و برائے عثمان بیعت گرفت گویا کہ اشارہ حضرت عثمان کو بیعت میں داخل کر لیا۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ 404 ثبوت نمبر 2)

وبالذی رسول اللہ ﷺ وضرب باحدی ید یہ علی الاخری عثمان یعنی آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت لی چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ آچکے تھے اس لئے ان کی بیعت اس طرح لی کہ آپ دست مبارک پر اپنے ہی دوسرے ہاتھ کو رکھ دیا گویا کہ اشارہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت میں داخل کر لیا۔ (کافی کتاب الروضہ صفحہ 151)

قارئین اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

## اعترض اہل تشیع اور اس کا جواب

جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علی وفاطمہ اور امامان حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر چادر تان کر یہ آیت تطہیر پڑھی تو ثابت ہوا کہ یہ آیت ان چاروں کے حق میں نازل ہوئی اور آپ نے انہیں ازواج النبی پر چسپاں کر کے ظلم کر رہے ہیں۔ جواب کلام خداوندی میں کسی کو مجال انکار نہیں۔ قل لا زواجک سے شروع ہو کر لطیفاً خیراً پر ختم ہوتا ہے۔ اس پورے رکوع میں حضرت علی شیر خدا اور حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ اشارہ نہ کنایہ ذکر ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک سے ان پاک ہستیوں میں سے کسی ایک کا بھی ذکر ثابت کر دے تو اسے اسی وقت پانصد روپے انعام دینے کو تیار ہیں۔ ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں رب کریم نے اہل بیت ازواج مطہرات کو فرمایا ہے۔

﴿۲﴾..... قارئین کرام ہم نے قرآن پاک سے دو آیتیں قرآنیہ میں اہل بیت گمروالی

بیوی مراد کی ہے شہادت بھی پیش کر دیں۔ پہلی سورۃ ہود سے ہے۔ اتعجبین من امر اللہ

رحمة اللہ وبرکاتہ، علیکم اہل البیت دوسری سورۃ قصص سے اہل ادلکم علی اہل البیت بخاری شاہ صاحب وکیل راویان سبائی تم بھی کوئی ایک ہی آیت دکھا دو کہ اہل بیت کا لفظ اور رب کریم نے شادی شدہ بیٹی اور داماد اور نواسے کو اہل بیت سے مراد لیا ہو اور اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہو۔ اور مالک بیت کی بیویاں اہل سنت سے خارج ہوں تو ایسے شخص کو بھی ہم پانصد روپے انعام دیں گے۔ ورنہ خدا سے ڈرو مرنے سے اور خداوند کریم کے روبرو پیش ہونا ہے اور قرآن کریم کے معنی بگاڑنے کا آپ سے حساب لیا جائے گا۔

شاہ صاحب بخاری علم و فہم سے عاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 50 کی تیسری سطر میں لکھتے ہیں کہ آیت تطہیر میں خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے خدا کا کلام قدیم ہے اس کا ارادہ بھی قدیم ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارادہ اہل بیت کو ہر قسم کی رجز سے پاک و صاف رکھنے کا ہے۔ مطلب شاہ صاحب کا یہ ہے کہ برید اللہ کا معنی ہے کہ اہل بیت کی تطہیر ہو چکی ہے۔ ازل قدیم میں ہی مگر شاہ صاحب قرآن پاک کی دیگر آیات کا بھی علم نہیں رکھتے قرآن پاک پارہ چھ سورہ مائدہ کی ایت نمبر 6 میں بھی رب تعالیٰ نے تمام قیامت مسلمانوں کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔ ولکن برید لبطہر کم یہاں بھی برید صفت باری تعالیٰ ہے جو قدیم ہے۔ تو چاہیے کہ تمام مسلمان بھی ازل میں پاک ہو چکے ہیں۔ نیز حدیث پاک میں آپ کی دعا درج ہے جس میں آپ عرض کر رہے ہیں کہ یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں پاک فرمادے۔

شاہ صاحب کو کتاب لکھنے کا شوق گدگدایا کاش اس سے پہلے علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا۔ صفحہ 50 کی آٹھویں سطر سے لے کر صفحہ 51 کا سارا صفحہ خلط مبحث یعنی اصل موضوع سے ہٹ کر اپنی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جنگ جمل چشمہ حواب میں کتے بھونکنے کا بیج تن پاک کا ختم بند کرانے کا ذکر۔ شاہ صاحب آپ پر باب میں اصل موضوع چھوڑ کر راہ فرار تلاش کرتے اس مسئلہ کا آپ کو کوئی جواب نہیں آتا جیسا کہ قارئین پر واضح ہو جائیگا۔ جواب تو تمہارے ہر اعتراض کا ہمارے پاس ہے کہ آپ لا جواب ہو جائیں۔ مگر کتاب ہزار صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گی اس کا بوجھ ہم پر اور قارئین پر گراں گذرے گا۔

## آئمہ اہل بیت

از حقیقت اہل ذکر صفحہ 52 شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی اور ان کے بعد جو گیارہ آئمہ کرام ہیں ان کو وہی فضیلت حاصل ہو جو محمد پاک ﷺ کو حاصل ہے اور جیسے نبی پاک کیلئے اطاعت کا حکم ہے ایسے ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر آئمہ کرام کی اطاعت فرض ہے اور اپنے آئمہ کو جناب رسالتاً بعلیہ التحیۃ والثناء کی طرح معصوم جانتے ہیں اور آئمہ کو جملہ انبیاء کی طرح منصوص من اللہ جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی طرح فرض جانتے ہیں۔ مفروض الطاعتہ اصول کافی صفحہ 234 الامام المطہرین من الذنوب والمبراء عن العیوب (اصول کافی صفحہ 231) امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی اور رسول کے ہوتے ہیں۔ امام دین و دنیا کی دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے۔ اس لئے اس میں ان تمام صفات جمیلہ کا ہونا ضروری ہے جو ایک نبی کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔

(اثبات الامامت صفحہ 42 محمد حسین ڈھکو شیعہ)

چنانچہ اصول کافی میں مرقوم ہے عن ابی عبد اللہ قال ما جاء بہ علی احذ بہ وما نہی عنہ جرای لہ من الفضل ماجرای لمحمد و کذا لک لائمۃ الہدی واحد بعد واحد

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ علی رضی اللہ عنہ لائے ہیں اس پر عمل کرتا ہوں اور جس چیز سے انہوں نے منع کیا ہے میں اس سے باز رہتا ہوں۔ اُن کی بزرگی مثل اس بزرگی کے ہے جو محمد ﷺ کیلئے ثابت ہے۔ آخر میں فرمایا کہ ایسی ہی ہر بزرگی تمام آئمہ ہدی کی ہے یک بعد دیگرے اسی حدیث کا مضمون شیعوں کے علامہ نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا ہے۔

ہمہ چوں محمد منزہ صفات ..... ☆ ..... ہمہ صاحب حکم برکات

لیکن شیعہ حضرات کا عقیدہ قارئین کرام آپ نے پڑھ لیا کہ سارے آئمہ معصوم ہیں نبی پاک کی طرح اور نبی پاک کی طرح ان کی اطاعت فرض ہے اور سارے آئمہ اسی فضیلت کے مالک ہیں جو محمد پاک ﷺ کو حاصل ہے۔ (امام خمینی بھی انہی عقائد باطلہ کی تائید کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔) از ضروریات مذہب ما است کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ علیہم السلام نے رسد حتی ملک مقرب نبی مرسل۔ یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پاسکتا۔ (ولایت فقیہہ فارسی صفحہ 58) مکتبہ انتشارات آزادی قم سے راہ موزہ

گو یا دوسرے لفظوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں تسلیم کیا گیا بلکہ ان کے بعد بارہ ائمہ رضی اللہ عنہم کو بھی مثل نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ اگر شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور علی مرتضیٰ کا نام اذان میں کیوں شامل کرتے۔ اگر شیعہ مذہب صحیح ہے تو مرزائی بدرجہ اولیٰ سے ہیں کیونکہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے بعد صرف ایک کو پیغمبر مانا ہے وہ بھی مستقل نہیں بلکہ ظلی کر کے سمجھا۔ مگر شیعوں نے تو بارہ کو ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے جزای لمن الفضل ماجری ل محمد علی المرتضیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مثل ہیں نیز کہا گیا ہے۔ ہمہ چوں محمد منزہ صفات ہمہ صاحب حکم برکاتنا اگر بارہ اماموں کو چوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمہ صاحب حکم برکاتنا تسلیم کر لینے کے بعد بھی کوئی یہ دعویٰ کر کہ میں رسول خدا کی ختم نبوت کا قائل ہوں تو وہ ایسا ہی سچا ہے جیسے مرزائی سچے ہیں۔

ہم اہل سنت کو کسی کو نبی علیہم السلام کی مثل ماننے کو تیار نہیں۔ منزلة عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ منقسم میرے نبی کے مرتبہ کا خدا کی ساری کائنات میں کوئی نہیں بلکہ سید المرسلین کی نظیر ممتنع الوجود ہے۔ مگر شیعہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان میں یہاں تک کوشاں ہیں کہ آپ کی شان مولیٰ علی کریم اللہ وجہ سے بھی گھٹاتے ہیں۔

فدروی الصلوق طاب ثراہ عن النبی قال اعطیت ثلاث و علی مشارک فیہا و اعطی علی بلائاً ولم اشارک فیہا۔۔۔ و اعلی ولدیہ الحسن والحسین ولم اعط مثلہا

ترجمہ: شیخ صدوق متوفی صفحہ 381 طاب ثراہ نے روایت کی کہ نبی نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ علی رضی اللہ عنہ ان میں میرے شریک ہے اور علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں دی گئیں میں ان میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تین چیزیں کون سی ہیں۔ جن میں علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ فرمایا احمد میرے واسطے ہے

اور علی رضی اللہ عنہ اس کے اٹھانے والا ہے۔ کوثر میرے واسطے ہے اور علی اس کا ساتی ہے۔ بہشت و دوزخ میرے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کا بانٹنے والا ہے۔ لیکن وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں میں ان میں علی کا شریک نہیں۔ سو علی کو شجاعت ملی جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علی کو فاطمہ الزہراء زوجہ ملی جس کی مثل مجھے نہ ملی۔ علی کو حسن و حسین علیہم السلام دو بیٹے ملے جن کی مثل مجھے نہ ملے۔  
(شیعہ کے مجتہد محدث سید نعمت اللہ حسینی انوار نعمانیہ)

## معراج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی

بریدہ اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی تمہیں اللہ نے ہر مقام پر میرے ساتھ ساتھ رکھا ہے پھر آپ نے ہر مقام کی تشریح فرمائی پھر معراج کا واقعہ بیان فرمایا اور کہا میرے پاس جبرائیل آئے اور رات کو مجھے آسمان پر لے گئے۔ جب میں جبرائیل کے ساتھ آسمان پر پہنچا تو جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بھائی کہاں ہیں میں نے کہا انہیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ جبرائیل نے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کریں وہ انہیں یہاں پہنچا دے گا۔ میں نے سنتے ہی اللہ سے دعا کی اسی وقت تم میرے پاس آ گئے۔ پھر ہم دونوں کے آگے ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے ان رہنے والوں کو ان کی عمارتوں کو اور ہر ہر فرشتہ کے مکان کو دیکھ لیا اور ان میں جتنی چیزیں میں نے دیکھی تھیں سب جوں کی توں تو نے بھی دیکھ لیں۔

(از بحار الانوار جلد 9 صفحہ 443 کتاب الشهادات جلد پنجم صفحہ 65)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا شیعہ عقیدہ

انا عندی مفاتیح الغیب لا يعلمها بعد انا قاسم الجنة والنار انا آدم  
الاول انا نوح الاول انا آیت الجبار انا حقیقت الاسرار انا مرق الاشجار انا  
مفجر العیون انا مجری الانهار حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں یہ الفاظ ارشاد  
فرماتے ہیں۔ میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے سوا کوئی

نہیں جانتا، میں صحفِ اولیٰ میں ذوالقرنین ہوں میں ہی خاتمِ سلیمان کا مالک ہوں۔ میں ہی حساب و کتاب کا والی ہوں۔ میں ہی پرصراط کا والی ہوں۔ جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ میں آدم اول اور نوح اول ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں، میں ہی درختوں کے پتوں کا لباس اوڑھانے والا ہوں، میں ہی پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ (سید ظہور الحسن شیعہ (ملتان) نے مقدمہ جلاء العیون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

جلاء العیون جلد دوم صفحہ 60 شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور طبع جدید شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد سوم صفحہ 115 پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہاتھ پر مجبور ہو کر بیعت کی ادھر اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انبیاء کی مشکل کشائی کی اور امداد کی رسولوں کی ہوئی حاجت روائی علی نے نوح کی تاخدائی۔ (تاریخ الامم صفحہ 53 سید وزیر حسین مشہدی)

نہ کرتا گر علی مشکل کشائی.....☆..... نہ پاتا چاہ سے یوسف رہائی

بخاری شاہ صاحب جب علی رضی اللہ عنہ کی ذات علی کل شیء قدیر تھی اور جس کے بیٹے حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر یزید فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ تو اس اسد اللہ الغالب حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ کے بزرگوار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کر لی۔ آدم برسر مطلب آپ نے بعنوان ائمہ اہل بیت پر جو لکھا ہے ہم نے اسے وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اب آپ بتاؤ کہ شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ و محبت مفرط کی زد میں نہیں آتا؟ یقیناً آپ لوگ حب علی میں اتنا آگے چلے جاتے ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کے فتوے کے مطابق ہلاکت اور گمراہی بلکہ بے دینی کا موجب ہے۔ فرمان علی المرتضیٰ شیر خدا پڑھیے اور غور کیجئے۔

سيهلك في صنفان محب مفرط يذهب به الحب الي غير الحق ومبغض مفرط يذهب به البغض الي غير الحق وخير النساء في حال النحط الاوسط فالزموه والزموا السواد لا عظيم فان يدالله على الجماعة (سج البلاغہ جلد اول)

اور یہ کہ کس قدر صفائی کے ساتھ حضرت علی نے شیعوں کو ہلاک ہونے والا فرمایا۔ بہت بڑی بات جو آپ کے کلام سے ثابت ہوئی کہ شیعہ جو کہتے ہیں علی المرتضیٰ کی محبت باعث نجات ہے مگر محبت میں غلو باعث ہلاکت اور گمراہی اور بے دینی بھی ہے۔ نجینا نوحا والذین آمنو معه (پارہ 8) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے ایمانداروں کو نجات دی۔ آپ کہتے ہیں علی نے نوح کی کی ناخدائی۔ قرآن نے فرمایا ان اللہ علی کل شیءٍ قدير آپ کا عقیدہ علی کا معجزہ اک اک ہے نادر علی کی ذات ہے ہر شے پہ قادر جلاء العیون کا مقدمہ حضرت علی کی طرف منسوب کردہ خطبہ سید ظہور الحسن کا پیش کردہ ایک جملہ غلو کی شہادت ہے اگر دونوں ثبوت آپ غلط ثابت کر دیں تو آپ پانصد روپے حاصل کر سکتے ہیں۔ پہلا ثبوت مقدمہ جلاء العیون والا خطبہ دوسرے علی المرتضیٰ کے خطبہ جو نہج البلاغہ جلد اول سے پیش کیا گیا علی المرتضیٰ شیر خدا کی محبت کے باعث نجات اس وقت ہے جبکہ مسلک اہل سنت کے موافق ہو۔ کیونکہ اپنے خطبہ میں مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے بہتر حال میرے متعلق درمیانی گروہ کا ہے جو محبت میری میں غلو نہ کرے اور نہ ہی اس میں بغض کا شائبہ ہو۔ پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور سوادا عظیم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ تو بتاؤ سوائے اہل سنت و جماعت کے مسلمانوں میں کون سی بڑی جماعت ہے؟

صفحہ 54 حقیقت اہل ذکر سطر آٹھویں پر لکھتے ہیں آپ مولانا ابوالعطاء کا اعتراض کہ علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے ہو اور علی کیا نام اذان میں کیوں لیتے ہو۔ حدیث نبی الرسول ہے کہ علی مجھ سے ہی اور میں علی سے ہوں اس لئے اذان میں ولایت و امامت خلیفہ بلا فصل کا اعلان کرتے ہیں۔

جواب: ۱)..... ایسے خطابات اظہار محبت کیلئے ہوتے ہیں حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔

جواب: ۲)..... اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کیساتھ حضرت علی کا

نکاح نہیں ہو سکتا۔

جواب: ۳)..... جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے بیعت لینے لگے تو اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ

کا ہاتھ قرار دیا۔

ارشاد خداوندی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ید یمہم جو لوگ تم سے

بیعت کرتے ہیں وہ خدای سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا۔ یہ حضرت عثمان کے تاج فخر کا وہ طرہ شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصے نہ آیا۔ اب کلمہ اور اذان میں نام علی کا جواب۔

یہ جواب جاہلانہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (سورۃ حجرات) اے ایمان والو خدا اور اس کے رسول کے حکم سے آگے تجاوز نہ کرو تو پس شیعہ حضرات یا تو اذان میں ولایت و امامت خلیفہ بلا فصل کا اعلان آنحضرت عالمیاء کے وقت کی اذان میں ثابت کریں یا پھر ترک کر دیں اگر حکم قرآن پر ایمان ہے کیونکہ یہ مداخلت فی الدین

### اذان کے الفاظ ابو عبد اللہ کے فرمان کے مطابق

فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشهد ان لا اله الا اللہ اشهد ان لا اله الا اللہ اشهد ان محمد رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر لا اله الا اللہ (من لا یحقرہ الفقیہ باب الاذان)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اذان وہی ہے جو اہل سنت یہاں ہے صرف حی علی خیر العمل زیادہ پڑھ لینا چاہیے یہ جواب الزامی ہے۔ قال مصنف ہذا الكتاب هذا هو الاذان الصحيح لا یزید ولا ینقص اس کتاب کے مصنف نے فرمایا کہ یہ صحیح اذان ہے نہ اس سے زیادہ نہ کم

### شیعہ حضرات کا کلمہ اور اس کا ترجمہ مولوی فرمان کی زبانی

کلمہ: لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ و خلیفہ بلا فصل

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہیں، علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول



خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔

شیعوں کے بچوں کی نماز

﴿..... من لا يحفره الفقيه لابي جعفر محمد بن الحسين بن موسى بن باهويه القمي الملقب بالصدوق متوفى 381 هجرى - معلوم ہوا کہ شیعہ کی موجودہ اذان زمانہ رسالت مآب پیش لفظ سے چار سو سال کے بعد ایجاد ہے۔ باقی رہا اسلام کے نام پر جو کلمہ شیعوں نے وضع کیا ہے وہ تمام جہان کے مسلمانوں کے متفقہ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے خلاف ہے۔ شیعہ علماء اور مجتہدین بھی یہ جانتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے کافروں کو مسلمان بنانے کیلئے جو کلمہ اسلام پڑھایا ہے اس میں صرف توحید و رسالت کا اقرار ہوتا تھا۔ شیعہ مذہب کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چند روایات بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے پس وحی نمود کہ اے محمد ﷺ ہر سوائے مردم و امرکن ایساں را کہ بگویند لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (ملا باقر مجلسی حیات القلوب جلد دوم صفحہ 3)

پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے محمد ﷺ لوگوں کی طرف جائیں اور ان کو یہ حکم دیں کہ وہ پڑھ لیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ بہشت بریں اور نور میں جس کلمے سے جگہ ملے گی وہ اہل سنت کا کلمہ ہے۔ تفسیر عیاشی اور الخصال میں جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی اس کو خدا کے سب سے بڑے نور میں جگہ ملے گی۔ اس کے ایمان کی سپر یہ کلمہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسکی تائید مزید رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ اربع من کن فیہ کان فی نور اللہ عزوجل الا عظم ومن عصمه امرہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ من لا يحفره الفقيه جلد 1 صفحہ 56 ترجمہ اوپر والی عبارت میں گذر چکا ہے۔ قال صادق علیہ السلام

فاذا حفرتم موتا کم فلقنوہم شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ (من لا تکفرہ الفقیہ جلد 1 صفحہ 41) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کسی قریب المرگ انسان کے پاس جاؤ تو اس کلمہ طیبہ کی اسے تلقین کرو۔ اس کلمہ طیبہ کی افضلیت کا اقرار حضرت امام جعفر سے ہو گیا۔ اب جعفریہ مذہب کے مدعی دیکھئے تسلیم کرتے یا نہ۔

﴿۲﴾..... تقدیر کی قلم کا کلمہ تب صمدیت جل و علی نے وحی کی کہ لکھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہر گاہ قلم نے یہ نام ذی جاہ سنا کمال جلالت و منزلت اس کی سے سجدہ میں در آیا۔ (غزوات حیدر)

﴿۳﴾..... خد-بجہ الکبریٰ کا کلمہ۔ اور شربت خوشگوار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے کام و زبان اپنی کو ذائقہ ایمان کا کشا (غزوات حیدری صفحہ نمبر 29)

﴿۴﴾..... مہر نبوت پر کلمہ۔ و مہر پیغمبری کہ در میان دو کف اوست دو سطر نوشتہ است اول لا الہ الا اللہ و سطر دوم محمد رسول اللہ۔

﴿۵﴾..... بہشتی علم پر کلمہ۔ بر آں علم سفیدی دو سطر نوشتہ بود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (حیات القلوب جلد 2 صفحہ 59)

نوٹ:- والمفوضة لعنهم الله قد وضعوا اخباراً وزاد في الاذان مفوضه گروه پر خدا لعنت کرے۔ انہوں نے حدیثیں بنالی ہیں اور اذان میں محمد اور آل محمد خیر البریۃ کو دو مرتبہ زیادہ کر دیا اور بعض روایتوں میں انہوں نے علیاً و لسی اللہ کو بھی زیادہ کر دیا۔ ان کے گروہ میں سے بعض نے اس کے قائم مقام ان علیا امیر المؤمنین بڑھا دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی ولی اللہ بھی ہیں اور امیر المؤمنین بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل خیر البریۃ بھی ہیں۔ لیکن یہ الفاظ اذان میں داخل نہیں اور میں نے اس لئے ذکر کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ ان لوگوں کو بڑھائے ہوئے الفاظ ہیں۔ جن کو فرقہ مفوضہ کہا جاتا ہے۔ ان علیاً امیر المؤمنین حقا وان محمد وآلہ صلوات اللہ علیہم خیر البریۃ ولكن لیس ذالک فی اصل الاذان ترجمہ: اوپر گزر چکا ہے۔

(من لا یحکروہ الفقیہ صفحہ 93 جلد 1)

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ اذان میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق القاب کا ذکر اور اس کی ایجاد اثناعشریہ مذہب میں ثابت نہیں اور جس مذہب نے اسے ایجاد کیا وہ فریقین کے نزدیک (یعنی شیعہ و سنی) متفقہ طور پر لعنتی ہیں۔ ثابت ہو گیا کہ اہل تشیع کے کلمہ طیبہ میں اور ان کی اذان میں جو الفاظ زیادہ کئے گئے ہیں ابتدائے اسلام سے صدیوں بعد کی ایجاد

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر نے اس حکم سے روک کر صرف اپنا ہی نقصان نہیں کیا بلکہ نبی ﷺ نے یہ الزام لگانے کا راستہ ہموار کر دیا۔ دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ حضور ﷺ اس آخری وقت میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی وصیت فرمانا ہی چاہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے پر کیوں رک گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ، واللہ یعصمک من الناس۔ اسے رسول اس چیز کو لوگوں تک پہنچا دو جو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرض محال آپ نے وہ نہ پہنچائی تو یوں سمجھے کہ آپ نے رسالت ہی پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ یعنی اگر تم نے (حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماؤف ہو گئے ہیں۔ اس حدیث قرطاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے ضمن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس سے حضور ﷺ کی ذات اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لا پرواہی کا الزام لگا رہے ہیں۔ معمولی سا غور و فکر رکھنے والا آدمی اس قسم کے واقعات پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ یہ شیعہ لوگوں کی ہفتوات اور من گھڑت اور لچرتا ویلات ہیں۔ جس کا مدار ان کی نفسانی خواہشات پر ہے۔ کیا معاذ اللہ آپ نے اللہ کے حکم لوگوں تک نہ پہنچا کر حق رسالت ادا نہیں کیا۔ تو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی فرمائی وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دوسری بات یہ کہ اسی حدیث میں آتا ہے فاخصموا منہم من یقول قربوا یکتب لکم النبی ﷺ کتاباً لن تضلوا بعدہ، جب ان میں سے بعض نے کہا کہ سامان کتابت آپ کے نزدیک کر دو تا کہ تمہارے لئے حضور ﷺ کچھ لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے تو آپ نے فرمایا فقال دعونی انا فیہ خیر ما تدعوننی مجھے میرے حالت پر چھوڑ دو۔ میری یہ حالت اُس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ سامان کتابت منگوانا دراصل امر الہی نہ تھا بلکہ محض آپ کی شفقت اور ہمدردی کا آئینہ دار تھا۔ جس طرح الوداعی لمحات میں کسی بات کی بار بار تاکید کرتا ہے۔

۳..... تیسری بات اسی حدیث سے ثابت ہے کہ اوصا ہم ثلاث آپ نے تین  
 تیس فرمائیں۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، دوسری یہ کہ قاصدوں کو اس  
 روح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت بوجہ بھول جانے پر خاموش رہے۔  
 جب سامان کتابت کے بغیر بھی آپ نے اپنا مدعا اور وصیت نامہ ظاہر فرما دیا تو اس سے یہ  
 بولنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل لکھوانا چاہتے تھے اس کی گنجائش کہاں باقی  
 تھی۔ لہذا معلوم ہوا کہ اتنی کا صیغہ امر استجابی تھا۔ وجوب کیلئے اور من جانب اللہ نہ تھا۔

دوسرا اعتراض:..... حضرت عمر رضی اللہ عنہما قول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیاں سے تعبیر کیا جو  
 مال بے ادبی اور گستاخی ہے۔ جواب اہجر کا معنی ہدیاں کرنا جہالت ہے معنی یہ ہے کہ حضور کا  
 یا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر اہجر کا  
 معنی ہدیاں کئے جائیں تو استفہموہ کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ  
 اس کے حواس تحمل ہو گئے ہیں اور (ہدیاں بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا  
 اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہاری اس بڑ کا کیا مطلب ہے۔ غرض لفظ استفہموہ اہل فہم کو  
 بھانے کیلئے کافی ہے۔ کہ یہاں اہجر کا معنی وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں بلکہ اس کا معنی  
 ہے کہ آپ کا وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں  
 بھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں کہ پھر یہ موقع نہیں مل سکتا۔ جب اس لفظ کا وہ معنی ہی  
 میں تو شیعہ کا اعتراض فضول ٹھہرا۔

دیگر اسی حدیث سے ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں بٹ گئے تھے۔  
 بعض اصرار کرتے تھے کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے بعض قول عمر رضی اللہ عنہما سے اتفاق کر کے  
 کہتے تھے کہ مسائل دین دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے کوئی امر باقی نہیں ہے اس  
 لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس پہلے گروہ کے نقطہ نظر کو سامنے  
 رکھ کر لفظ اہجر کا مفہوم صحیح واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ لفظ ان حضرات نے کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہما  
 کے رائے سے اختلاف کر رہے تھے۔ گویا وہ دراصل یہ کہہ رہے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے  
 بنا کتاب اللہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے لفظ پر عمل کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ

آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ بطور ہدایاں سرزد نہیں ہوئے تھے۔ اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام دھرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہدایاں کی نسبت کی تو یہ الزام ہٹ دھری اور جہالت ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہدایاں کی نسبت نہ کسی نے کی اور نہ ہی ان الفاظ (اھجر) سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ ہمزہ استفہام اور فعل ماضی دو کلمات سے مرکب ہے اور استفہام بھی انکار یا تعجب کیلئے مذکور ہوا تو معنی یہ ہوئے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایاں سے کلام فرمایا؟ نہیں ایسا نہیں بلکہ آپ کا کلام ایک سالم الحواس اور صحیح العقل انسان کی طرح قابل اعتبار ہے اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس تحریر سے بحکم وحی کس ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود یا بطور استسحان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ جب حضور علیہ السلام کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

۳..... اعتراض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رفع صوت کیا جو بحکم آیت لا ترفعوا صوتکم فوق صوت النبی ممنوع تھا۔ مگر اس کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کلامی کے وقت تم اپنی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ دوران گفتگو آپ سے بلند آوازی کی ممانعت ہے۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک گفتگو نہ ہوں اور حاضرین باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آوازی تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں اگر ایسا ہوتا تو لا ترفعوا صوتکم عند النبی کے الفاظ آتے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ ایمان دارو! حضور کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو حالانکہ یہ الفاظ نہیں تو معلوم ہوا کہ زیر بحث بلندی آوازی مذکورہ حکم قرآنی میں داخل نہیں۔ دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہل بیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں فاختلف اهل البيت فاخصمو منهم (اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی سیدہ فاطمہ، امام حسن، امام حسین رضون اللہ علیہم اجمعین مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے

مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہم خیال لئے جاتے ہیں اور اختلاف شور و غل جھگڑے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ غرض الزامات مذکور کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا سخت بے انصافی اور بے علمی کی دلیل ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ فاکشرو اللغو اور تنازعوا اختصمو قالو وغیرہ سب جمع کے صیغے ہیں تو معلوم ہوا کہ شور و غل جھگڑنا اس فعل کے ارتکاب میں ایک جماعت شریک تھی اور وہ وہی جماعت تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول حسبنا کتاب اللہ میں اختلاف کیا یعنی کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید اور کچھ تردید کرتے ہیں بلند آواز کی حد تک پہنچ گئے۔ لہذا ایک جماعت کا باہم بلند آواز کی کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دینا بہت زیادتی ہے۔

﴿۴﴾..... وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امت تلف کیا وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔

جواب :- شیعہ حضرات حدیث خم غدیر کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کیلئے نص قطعی اور قطعی ثبوت گردانتے ہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ مقام خم غدیر کے موقعہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ان کی تحقیق ہے۔ جیسے کہ ان کی معتبر کتاب احتجاج طبری میں حدیث غدیر کے ابتداء میں لکھا ہے۔

وقوف عرفات کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبرائیل آمین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی اونچی جگہ کھڑا بقول لك فاقم يا محمد علياً علماً و حد عليهم البيعة و جد عهدي فرما کر لوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں اور میرے عہد کی تجدید کریں۔

اگر بقول شیعہ حضرات اسی طرح ہوا تو میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر دعویٰ اور عقیدہ کے مطابق مقام خم غدیر پر ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر ان کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے متعلق بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کر لی تھی اس بیعت عامہ کے بعد اس معاملہ میں وصیت تحریر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حدیث قرطاس ثابت تو کیا کرتا تھا یہ واضح کر دیا کہ خم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سرو پا واقعہ ہے۔

## ایک اور بے ہودہ الزام

حدیث قرطاس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کی اور حسبتنا کتاب اللہ کہہ کر رد کر دیا۔ یہ الزام سراسر باطل اور علمی کمزوری کا ثبوت ہے۔ اگر حدیث پاک کے لفظ استونی میں غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ حکم تمام حاضرین کو مشترک طور پر تھا صرف اس سے مخاطب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گردانا بے علمی کی دلیل ہے پھر اگر یہ بھی دیکھا جائے کہ ان حاضرین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے بھی موجود تھے اور انہیں سامان کتابت لانے کیلئے آسانی تھی۔ کتابت وحی ان کے گھر ہونے کی وجہ سے سامان کتابت موجود رہتا تھا تو گھر والوں پر سب سے زیادہ لازم آتا تھا۔ فوراً ان میں سے کوئی ایک جا کر سامان کتابت لے آتا اور جس گروہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف بھی کیا تھا وہ بھی مخاطب ہونے کے باوجود سامان کتابت نہ لاسکا اور نہ لایا۔ تو لفظ استونی کا مصداق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بنانا ہٹ دھرمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔

## شیعہ حضرات کی ایک اور گستاخی

بعض شیعہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایتونی بقرطاس فرمایا تو آپ کے اہل بیت اس ارشاد پر عمل کرنے کے لئے تیار تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رویہ دیکھ کر ان سے ڈرتے ہوئے سامان کتابت بارگاہ رسالت میں پیش نہ کر سکے۔ یہ حیلہ شیعہ حضرات کا اہل بیت کرام کے حضور انتہائی گستاخی بے ادبی کا پلندہ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علی شیر خدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ڈر کر اللہ پاک اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی اتباع چھوڑ دیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کتنی بڑی گستاخی ہے۔ چلو اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مذکورہ بالا حیلہ (خوف عمر) درست تھا تو واقعہ قرطاس جمعرات کو پیش آیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک اس دارفانی میں قیام پذیر رہے۔ سب لوگ گھروں کو جا چکے تھے اور صرف دو شخص آخری وقت تک بارگاہ رسالت میں حاضر

رہے۔ حضرت امیر المؤمنین و فضل پر عباس از این مرض از حضرت جدائے شدند و پوستہ در خدمت آنحضرت بودند (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 983) ترجمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ السلام کی اس بیماری کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے اور لگاتار خدمت میں حاضر رہے۔ تو جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ سمیت کوئی بھی وہاں نہ تھا۔ اب وہ ڈر تو ختم ہو چکا تھا تو ایسے تنہائی کے وقت میں بھی سامان کتابت نہ منگوا یا اور نہ ہی اس مسئلہ پر دوبارہ بات چیت ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حیلہ بھی ان کا اپنی گھڑنت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے وصال کے بعد لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ اور تقدیر الہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر تفسیر صافی صفحہ 523 پر ثابت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس وقت خوشخبری سنائی جبکہ وہ مغموم بیٹھی تھیں۔ ان ابکر یلی الخلافة من بعدی ثم بعدہ، ابوک تحقیق ابو بکر صدیق میرے بعد خلافت کا والی ہوگا اور اس کے بعد تیرا باپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) خلیفہ ہوگا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا۔ فرمان امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کس نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا فناویل قولہ (لیس لك من الامر شیء) یعنی اس آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ کا کوئی قطعاً اختیار نہیں۔ جواب میں سائل کو بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے انکار کر دیا۔ ان مذکورہ دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ خلافت صدیقی عند اللہ مقدر ہو چکی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا فصل نہیں ہوں گے۔

ارشاد شیخ مفید و بقی عندہ العباس و الفضل بن عباس و علی بن ابی طالب و اہل بیتہ خاصۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سب لوگوں کو چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس، فضل بن عباس، حضرت علی اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تو



حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہ ہوں گے اور لوگ ہم پر زبردستی کریں گے تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے قطعی فیصلہ فرمادیتے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فقال انتم المستضعفون من بعد وصمت ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور ہو جاؤ گے یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ حاضرین یہ سن کر روتے ہوئے اٹھ گئے اور امر خلافت میں اپنے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے کے متعلق حضور ﷺ سے ناامید ہو گئے۔ تو ثابت ہو گیا کہ ایتونی بقرطاس! سے سامان کتابت منگوانے کی غرض یہ ہوتی تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل قلمبند کر دیں جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے بقول شیعہ حضرات رکاوٹ کھڑ کر دی تھی۔ تو جب رکاوٹ ڈالنے والے یہاں موجود بھی نہیں تو ایسی پرسکون حالت میں چند حاضرین جو اس منصب کے خواہاں تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جن کی خلافت بلا فصل قلمبند کروانا مقصود تھا۔ ان کی طرف سے مطالبہ بھی ہوا لیکن پھر بھی حضور ﷺ نے خلافت بلا فصل ان کے مقدر میں ہونے کی نفی کر دی۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث قرطاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل قلمبند کرنے کے لئے نہیں بلکہ کسی اور غرض کیلئے تھی۔ شاہ صاحب بخاری علم وفہم سے عاری اپنی کتاب کے صفحہ 62 کی ساتویں سطر پر لکھتے ہیں کہ فصل عسیتم ان تولیتم ان تفسد و فالارض و تقطعوا ارحامکم منافقو کیا تم سے کچھ دور ہے کہ اگر تم حاکم ہو تو روئے زمین میں فساد پھیلانے اور اپنے رشتے ناتوں کو توڑنے لگو۔ (سورۃ محمد پارہ 26) ترجمہ فرمان علی شیعہ مصنف اس کو دور کی طرف لے جاتا ہے۔ حالانکہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ تمہارے لئے کچھ نظر آئے ہیں قریب کی طرف اشارہ ہے۔ تو شاہ صاحب اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ اے منافقو! تم بادشاہ بنو گے۔ بلکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو حال ایسا ہوگا تو اس جگہ حکومت ملنے کا وعدہ کہاں ہے؟ کیا آیت ولئن اتبعت اھو آئھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظلمین کے العیاذ باللہ معنی کریں گے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگے گا اور ظالم ہو جائے گا۔

دیگر لسن اشركت لیحبطن عملك اگر آپ نے شرک کیا تو اللہ آپ کے اعمال ضائع کر دے گا۔

تو لفظ ان شرطیہ ہے جو وقوع شرط کو لازم نہیں۔ ان ہر دو آیات میں شرط اور جزا دونوں غیر ممکن الواقع ہیں۔

صفحہ 64 پر لکھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء سے جنگ نہ کرنے کی وصیت رسول اللہ تھی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ جنگ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر پروردگار عہد لیا تھا۔ حضرت علی شیر خدا نے کہا قبلت و رضیت ہاں میں نے یہ وصیت قبول کی اور میں راضی ہوا۔ اگرچہ میری عزت کی ہتک کی جائے و عطلت السنن و مزق الكتاب و هدمت الكعبة و خفبت الحیتی من راسی بدم عبیط صابراً محتسباً ابداً حتی اقدام علیك اصول کافی سنت چھوڑ دی جائے۔ اور قرآن کو پھاڑ دیا جائے کعبہ کو گرادیا جائے میری داڑھی کو میرے تازہ خون سے رنگ دیا جائے میں ہمیشہ صبر کروں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ آپ سے آ کر ملوں گا۔ مقام غور ہے۔ ایسی وصیت شان الوہیت اور شان رسالت خلاف ہے۔ کہ جس نوع انسانی کی ہدایت کی خاطر رسول خدا نے اسلام کے پودے کو اپنے دانتوں اور خون تک کی قربانیوں سے آبپاشی کر کے سایہ ور بنایا تھا۔ اس کی تباہی و بربادی دیکھتے رہنا۔ مگر حس و حرکت نہ کرنا۔ اور غیرت اسلامی جوش میں نہ آوے (نعوذ باللہ) وائے مذہب شیعہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پاک نے بھی اچھا صبر لیا اور وصیت کی خوب پاسداری کی۔ بقول شیعہ وعدہ تو یہ تھا کہ عمر بھر صبر کروں گا یہاں تک کہ آپ سے آم کر ملوں گا۔ مگر آخرت کا جنگ صفین اور جمل میں ذالفقار کی دھار سے خدائی وعدہ کے پر نچے اڑا دیئے۔ (نعوذ باللہ) وائے برشا اے بانیان مذہب شیعہ۔ اور رویان شیعہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل خلفائے ثلاثہ کا بہت ہی طرفدار ہے۔ خدا جانتا تھا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلوار نیام میں نہیں رہنے گی۔ اس لئے وصیت نامہ کے ذریعے ان کی ایسی زبان بند کی کہ خلفائے ثلاثہ کی عمر تک سوائے ان کی بیعت اور اطاعت کے کسی قسم کی کچھ حرکت بھی رونما نہیں ہوئی اور ہوتی بھی کیوں وصیت خدائی کی تلوار

سر پر لک رہی تھی جس کا ایفا شیر خدا کیلئے ہر ممکن ذریعہ لازم تھا۔ شاہ صاحب اپنی کتاب اہل ذکر کے صفحہ 64 کی سولہویں سطر پر لکھتے ہیں۔

دعوت ذی العشرہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر کہ میں اللہ کا رسول ہوں کون تصدیق کرتا ہے۔ سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی نے اقرار نہیں کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو میرا جانشین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وعدہ کو تمام زندگی پورا کیا۔ یہ حدیث تفسیر خازن میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

ان هذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم تحقیق یہ حضرت علی میرا بھائی اور میری وصی اور میری خلیفہ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل میں بھی یہی الفاظ مذکور بالا ہیں۔ شاہ صاحب یہ روایت شیعہ راوی کی بیان کردہ ہے۔ دیکھیے ملا علی قاری نے اپنی کتاب الموضوعات الکبیر مجتہبائی صفحہ 94 پر لکھا ہے۔ یہ روایت موضوعات میں سے ہے۔ (لسان المیزان صفحہ 46) پر لکھا ہے۔ ہو رافضی لیس بشقہ تفسیر ابن کثیر میں زیر بحث آیت انذر عشیرتک الاقربین کے تحت جلد سوم صفحہ 350 پر اس روایت اخی و وصی و خلیفتی کے متعلق لکھا ہے۔ اس روایت کا راوی صرف عبدالغفار بن قاسم ہے۔ ہو متروک کذاب شیعہ۔ انتہائی کذاب اور جھوٹا اور شیعہ ہے۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال صفحہ 70 پر لکھتا ہے کہ عبدالغفار مریم الانصاری متروک یفیع شیعہ۔ عبدالغفار متروک راوی ہے جو روایتیں وضع کرتا ہے اور شیعہ تھا۔

نوٹ:- یہاں تک عبدالغفار بن القاسم کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد اول صفحہ 203 پر اس کے مصنف ملا نور اللہ شوشتری لکھتے ہیں۔ طائفہ دوم یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیعوں میں تھے ان میں سے ایک شیعہ عبدالغفار بن القاسم بھی ہے۔ جس کا ذکر نور اللہ شوشتری نے فہرست میں پچاسویں نمبر پر صفحہ 294 میں کیا ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

در قسم مقبولاں (از کتاب خلاصہ مذکور راست یعنی عبدالغفار بن قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولاں (علی رضی اللہ عنہ) شمار کیا ہے۔ قارئین کرام آگے آگے دیکھتے جائیں۔ اس مذہب کی بنیاد ہی مجروح، ضعیف اور موضوع روایات پر ہے۔

## در مسئلہ جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر صفحہ 67 کی 18 ویں سطر پر لکھتے ہیں۔  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسہ عروہ سے ایک روایت ہے کہ ہر دو خلفاء جنازہ رسول اللہ  
میں شریک نہ ہو سکے وہ خلافت کے سلسلے میں ثقیفہ بن ساعدہ میں تھے۔ اس روایت کی رو سے  
اگر کسی نے یہ کہا کہ تو جھوٹ نہیں ہے۔

جواب :-۔ بسند حسن از حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کردہ اند کہ حضرت عباس  
بخدمت امیر المؤمنین علیہ السلام آمد و گفت مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در حق دفن کنند و  
ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش بایستد و براونماز کند چوں حضرت امیر المؤمنین دانست از خانہ بیروں آمد و فرمود  
لکھا التسابد رسکہ رسول خدا امام پیشوائے ما است در حال حیات و بعد از وفات و خود فرمودہ ر  
من دفن مے شوم در بقعہ کہ در آنجا قبض روح من میشود۔ (جلا العیون صفحہ 80)

ترجمہ :-۔ جناب امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی  
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ آدمیوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ حضرت رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت البقیع میں دفن کریں۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کیلئے کھڑا ہو کہ صلوٰۃ  
جنازہ پڑھائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدرستہ رسول خدا پیشوا و امام ہمارے حیات و  
ممات میں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض  
کی جائے گی۔ سبحان اللہ اب تو شیعہ حضرات کو تسلی ہو گئی ہوگی۔ چونکہ حسب روایت امام جعفر  
صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صرف صلوٰۃ جنازہ میں شریک ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے  
اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام الصلوٰۃ ہوں۔ یعنی آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں۔ کیونکہ  
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات ظاہری میں بھی آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔  
کس قدر دیانت سے دو روایات ہے کہ امام اہل بیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان نے لوگوں کو دھوکہ  
دے کر گمراہ کر رہے ہیں کہ اچھے خلیفہ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں  
پڑھا۔

﴿۲﴾..... شیعہ صاحبان کی کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد

بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عن ابی جعفر رضی اللہ عنہ قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملائکة والمہاجرون والانصار فوجاً فوجاً حضرت ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک کا وصال ہوا تو آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی یہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ الف لام جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو اتساق کا معنی دیتا ہے یعنی شمول کل۔ اس لئے صادق پاک امام کے بقول جب سارے مہاجرین و انصار نے نماز پڑھی تو پھر شیعہ حضرات کی یا وہ گوئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس بات کی کیا وقعت ہے۔ اپنے ایمان کو فکر کر وتم سچے ہو یا حضرت پاک امام (اصول کافی جلد اول 558)

نوٹ:- شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب صفحہ 167 اٹھارویں سطر پر لکھے ہیں۔ حضرت ابو بکر کے نواسہ عروہ سے ایک روایت ہے۔ کہ ہر دو خلفاء جنازہ رسول اللہ میں شریک نہ ہو سکے وہ خلافت کے سلسلہ میں ثقیفہ بنی ساعدہ میں تھے۔ نہ اصل حدیث کے الفاظ نہ کتاب کا پتہ نہ کہ اس حدیث کا راوی کون ہے۔ خیال ہے کہ شاہ صاحب سوکراٹھے اور قلم پکڑ کر تحریر کرنا شروع کر دیا یہ ہے تحقیقی جواب تمام مسلوں کا جو ہم نے (تحقیق قضیہ فدک) باب نماز جنازہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے (تحقیق قضیہ فدک) صرف ایک ہی جواب ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی میں امام ابو الحسن نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی اس کے حصول کیلئے نہ گھوڑوں سے حملہ کیا اور نہ ہی اونٹ اس پر دوڑائے پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) بارے میں ارشاد فرمایا۔ فانزل اللہ علیہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وات ذالقربیٰ حقہ، فلم یدر رسول اللہ منهم فراجع فی ذالک جبرائیل ربہ، فآوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمة فدعها رسول اللہ فقال لها یا فاطمة ان اللہ امرنی ان ادفع الیک فدک فقالت قد قبلت یا رسول اللہ من اللہ منک کے بارے میں ارشاد فرمایا قرابت والوں کو ان کا حق دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اشارہ کو جان نہ

سکے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ فدک اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ اور آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔ (اصول کافی کتاب الحجہ باب الغنی والانفال صفحہ 354)

لما انزل الله وآت ذا القربى حقه والمساکين قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يا جبرائيل قد عرفت المسكين من ذوى القربى قال هم اقاربك فدعا حسنا وحسینا و فاطمه صلوات الله عليهم فقال ان ربى امرنى ان اعطينکم مما اناء الله على قال اعطينکم فدک

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام مسکین تو میں نے پہچان لئے بتائے ذوی القربی کون ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا وہ آپ کے رشتہ دار ہیں؟ جو زیادہ قریب ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور کہا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مال نے میں سے تم کو عطا کروں اور فدک تم کو دے دوں۔ (تفسیر صافی زیر آیہ و آت ذوی القربی) اب ہم مذکورہ بالا دو حدیث کی شرح بیان کرتے ہیں۔

حدیث نمبر: ۱۰۰..... مندرجہ اصول کافی صفحہ 353 والی کی شرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب جبرائیل امین علیہ السلام آت ذالقریبی حقه آیت حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقصد مفہوم نہ سمجھ سکے جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی پھر ضرورت پڑی پوچھا اے جبرائیل! تم ہی بتاؤ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے بھی کورا جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا علم کہ اس سے اللہ کا کیا مراد ہے؟ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا اے مالک دو جہاں تو نے جو آیت کریمہ و آت ذالقریبی حقه نازل فرمائی ہے اس کی مردانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے اور نہ ہی مجھے معلوم ہے لہذا اس کی مراد بتا دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ فدک کی جائیداد اپنی بیٹی کو بلا کر ہبہ کر دو۔ قارئین ذرا اس انداز روایت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ سکے۔ لہذا اس کی نمائش کی خاطر جبرائیل علیہ السلام کو پھر آسمانوں پر جان پڑا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جب شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ائمہ اہل بیت ان الانمة علیہم السلام یعلمو علم ما کان وما یکون وانہ لا ینحی علیہم شیء کہ بے شک ائمہ کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہوتا ہے اور ان پر کوئی کائنات کی شے مخفی نہیں۔ ما کان و ما یکون کا علم رکھتے (اصول کافی صفحہ 159)

تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے ذالقربی کی مردانہ سمجھ سکے۔ اُدھر رب العزت جو بکل شعی علیم کی صفت والا ہے اس نے بھی ایسا حکم دیا جو معمر بن گیا اور بلا وجہ آنسو رو عالمیاں کو تردد میں ڈالا کیا اچھا ہوتا کہ وہ اس چکر میں ڈالنے کی بجائے سیدھا صاف الفاظ میں فرمادیتا و ات فاطمة فدک اب دوسری روایت کا حال سنئے از تفسیر صافی آیت مذکورہ بالا و ات ذالقربی حقہ، سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل باتفاق شیعہ و سنی مفسرین مکی ہے۔ یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی اور اس بات پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ باغ فدک ہجرت کے بعد ساتویں سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا تو اب یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فدک فتح کیا تو آیت ذالقربی حقہ نازل ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے پہلے فدک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آچکا تھا حالانکہ واقع میں ایسا ہوا نہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ شان نزول کی یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے یا ر لوگوں نے گھڑ کر حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگا دی ہے۔ اگر وکیل راویان سبائی کہہ دے کہ سورہ بنی اسرائیل اگرچہ مکی ہے مگر اس کے اندر یہ آیت مدنی ہے تو ہم اس کے آگے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں اصول کافی۔

ان اللہ عزوجل انزل علیہ فی سورۃ بنی اسرائیل بمکة وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً یعنی خداوند کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ شریف کے اندر سورہ بنی اسرائیل میں وقضی ربک سے لے کر خیر ام بصیر تک نازل فرمایا اور آپ و ات ذوی القربی انہی آیات میں ہے تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اگر ہم ہبہ فدک کی حدیث کے بناوٹی ہونے پر اور کوئی دلیل پیش نہ کریں تو ٹھیک ہے کیونکہ دلیل نہایت ہی مضبوط ہے۔ حضرت پاک امام محمد

باقریؓ کی اس حدیث نے اس احتمال کی جڑ کاٹ دی ہے۔ جس کی بنا پر اس استدلال کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اب دوسری حدیث بحوالہ تفسیر صافی کی شرح پڑھیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل مسکین تو میں نے پہچان لئے بتائیے ذوالقربی کون ہیں جبرائیل نے جواب دیا وہ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں؟ جو زیادہ قریب ہیں پس سرور عالم ﷺ اور حسین رضی اللہ عنہما اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مال فی میں سے تم کو عطا کر دوں اور فدک تم کو دے دوں۔

ناظرین کرام! جب آیت و آت ذوالقربی حقہ نازل ہوئی ہے۔ حسنین شریفین کریمین اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ آیت مکہ شریف میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اور اس پر امام پاک حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کی شہادت ثبت کر آئے ہیں اب دیکھنا چاہیے کہ حسنین شریفین کریمین کی ولادت کب ہوئی؟ تو اصول کافی مطبوعہ طہران صفحہ 123 پر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت سن 2 ہجری میں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سن 3 ہجری میں لکھی ہے۔ آیت کا نزول بقول امام پاک محمد باقر رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے اور حسنین کریمین کی ولادت بحوالہ اصول کافی ہجرت کے بعد ہے۔ اب شیعہ علماء بتلائیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر حسنین کریمین کو آنحضرت ﷺ کہاں سے بلا کر فدک عطا کیا۔ آپ ابھی تک دنیا میں تشریف لائے نہیں اور بہ فدک پہلے ہو رہا ہے۔ یا للعجب

اس بات کو حل کرنا شیعہ علماء کا ہی کام ہے کیونکہ انہی کے مصنفین نے اس حدیث کو لکھنے کا شرف حاصل کیا۔ اختباہ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کی یہ کاروائی ہے۔ حاشا وکلا آپ ایسی خلاف واقع باتیں ہرگز نہیں ارشاد فرما سکتے یہ تو شیعہ مصنفین نے اپنے جی سے بنا کر آپ کے نام گرامی کے ساتھ جوڑ دی ہیں کہ اس طرح قبول ہو جائیں گی اور بہ فدک کی یہ رویت گھڑنے والے کچھ زوالے محقق تھے کہ حسنین شریفین دنیا میں تشریف لائے نہیں اور انہوں نے بہہ کرا کر اور قبضہ دلوا دیا۔ بقول شیعہ حضرات یہ خط سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کو بہہ کر دیا تھا اور ان کے تصرف میں تھا از حیات القلوب پس صحابہ را طلبید در حضور ایشان اموال را و ہر سال فت خود را از وفدک برے داشت پس آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور ان کی حاضری میں مال اور فدک سیدہ



فاطمہ الزہراءؑ کو دے دیا اور سیدہ فاطمہؑ نے قبول کر لیا۔

اور حضرت سیدہ فاطمہؑ نے مال مسلمانوں میں بانٹ دیا اور ہر سال فدک کی آمدنی سے اپنی گذراوقات کے علاوہ اس پر ان کا عمل رہا۔

شاہ صاحب بخاری وکیل روایان سبائی اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 73 پانچویں سطر پر لکھتے ہیں۔ حدیث نمبر ۱۰۰۰ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں کا حق دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا خویش کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا فاطمہ ہے حوائط فدک کو اسے دے دو۔ اور فدک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جو کچھ ہے اسے دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ زہرا کو بلایا اور اس کے لئے تحریر لکھ دی کہ یہ اس ثبوت تھا۔ ناظرین اس حدیث کا تعلق معارج النبوت سے ہو یا در منشور وغیرہ سے یہ سبائی مصنفین نے اپنے جی سے بنا کر ان پاک اماموں کے ناموں سے جوڑ دی ہیں تاکہ عوام میں مقبول ہو جائیں۔ اس کا جواب پہلی دو حدیثوں اصول کافی اور تفسیر صافی والی حدیثوں کی تشریح میں ہم نے دے دیا۔ اب ہم ہبہ فدک کی بحث کو ختم کرتے ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ اس بارے میں تمام روایات بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔

کوئی شیعہ عالم یا مجتہد آیت اللہ ایک ہی ایسی روایت دکھا دیں کہ جس کے راوی سب کے سب ثقہ اور سنی المذہب ہوں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ کو باغ فدک ہبہ کرنا اور سیدہ خاتون جنت کا اس پر قبضہ کرنا ثابت ہو۔ پانچ صد روپے نقد انعام دیں گے۔ ایسی کوئی روایت وکیل روایاں سبائی اور اس کے حواری تا قیامت نہیں دکھا سکتے۔ ہبہ فدک کے متعلق جتنی روایات ہیں ان کے راوی غالی شیعہ اور سب کے سب کذاب اور وضاع ہیں ایسی روایات کو اہل سنت کی کتب اسمائے رجال نے کذاب اور وضاع ثابت کر دکھایا ہے۔ شاہ صاحب نے صرف ایک ہی حدیث ہبہ فدک کے بارے میں لکھ کر آگے اسی صفحہ 73 کی آخری سطر میں ہی دعویٰ وراثت کے متعلق یکے بعد دیگرے دو حدیثیں بحوالہ بخاری شریف پیش کی ہیں۔

مال فنی انفال کی تعریف اور اس کا حکم قرآن اور ائمہ اہل بیت کے اقوال سے

جب شیعہ حضرات دعویٰ ہبہ فدک میں لاجواب اور فیل ہو جاتے ہیں تو وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ کیا کہ باغ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیے۔ سو یہ سوال پہلے دعویٰ ہبہ فدک سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ وراثت اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں کیونکہ باغ فدک از روئے قرآن مجید مال فنی (وقف) تھا اس میں عامۃ المسلمین کا بھی حق تھا تو وراثت کیسی؟ یہ بات شیعہ و سنی علماء میں مسلمہ ہے یعنی یہ بات سب نے تسلیم کی ہے کہ باغ فدک وہ مال ہے جو پیغمبر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا اور جو مال اس طریقہ کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اسے مال فنی کہتے ہیں۔ سورۃ حشر میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

و ما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما او جفتم علیہ من خیل و لا رکاب و لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء و اللہ علی کل شیء قدير

جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑنے عطا کیا ہے تو اس پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ترجمہ مقبول شیعہ سورہ حشر رکوع ۱۲ اس آیت کریمہ میں مال فنی کی حود اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی۔ یعنی جو مال جنگ و جدال کے بغیر حاصل ہو جب یہ ثابت ہو گیا کہ فدک روایات شیعہ کے مطابق اور تعریف قرآن کے مطابق مال ”فنی“ ہے تو اس قسم کے مال کا حکم کیا ہے؟ یعنی وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر: ۱ ﴿..... الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جسے اس کے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جس کو فقہاء کی اصطلاح میں ”فنی“ کہتے ہیں۔ (ضمیمہ جات مقبول شیعہ حواشی صفحہ 156)

حوالہ نمبر: ۲ ﴿..... امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فنی و انفال ہر وہ زمین ہے جس کے حصول کیلئے خون ریزی نہ کی گئی اور لوگوں نے بطور صلح اپنے ہاتھوں خود



مالوں سے نکالے گئے۔ مطلب جو زمین اور جائیداد بطور ”فئے“ اہل دیہات سے رسول ﷺ کو ملی وہ خدا اور رسول اور قرابتداران رسول اور قسیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقراء و مہاجرین اور اُن سب مسلمانوں کیلئے وقف ہے جو آئندہ دنیا میں آہیں گے۔ تو قرآن پاک اس آیتوں میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال ”فئے“ جو بدوں لڑائی ہاتھ آئے جب وہ غیر منقولہ ہو تو کسی کی خاص ملکیت نہیں بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان جو یتیم مسکین اور مسافر ہوں اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور جو آئندہ پیدا ہوں گے یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (فئی) رسول پاک ﷺ نے صرف فاطمہ زہراؑ کو ملکیت میں دے دیا تھا۔ نہ صرف قرآن ہی کو جھٹلانا ہے بلکہ حضور ﷺ کے ذمے اتہام لگانا ہے۔ کہ آپ نے حکم خداوندی پس پشت ڈال کر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھ کر کوئی اور فیصلہ ہو سکتا ہے۔ شیعہ حضرات دیں یا تو ثابت کریں کہ فدک مال فئے نہ تھا۔ اگر یہ تسلیم ہے تو اس کے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جن کا ذکر قرآن میں بالصراحت ہے۔

## کیا فدک رسول پاک ﷺ کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمہ زہراؑ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ کبھی کہتے ہیں فدک آپ کو بطور صہ ملا تھا کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسول کی ذات ملکیت ہوتی۔ لیکن اس بات کا ثابت کرنا از حد مشکل ہے۔ اول تو یہ کہ آیت مذکورہ اس کے مخالف ہے۔ دوسرے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کو وراثتاً ملے یا اس نے ذاتی کمائی سے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں نہیں نہ حضور ﷺ کو آباؤ اجداد کے بادشاہ یا امام یا نبی جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا حد فتح کرتا ہے وہ اس کی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضے میں آتی ہیں وہ اس کے

وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں بلکہ اس کے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا ہے جو ہر عقلمند نے اس کے متعلق حسب ذیل تبصرہ کیا ہے جو ہر عقلمند اہل علم کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ یہ بحث اگرچہ دونوں طرف کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بات نہایت مختصر تھی اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک مملوک یعنی ملکیتی خاص جس کے حاصل ہونے کے میں نبوت اور امامت اور بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً داؤد علیہ السلام زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی اور اس پر ان کو ہر طرح اختیار تھا۔ دوسری مملوک حکومت مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آئے اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے وہی اس کا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مزاج کے موافق ایک بدیہی بات ہے مثلاً سلطان عبدالعجید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے بھائی ماں بہن وغیرہ میں تقسیم ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا اس پر قابض ہوگا۔ مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم رہا ہے۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو درجہ بدرجہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اس کے مالک ہوئے۔ تو یہ نہیں ہوا کہ انکی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا اور حضرت حسین و حضرت عباس اور محمد حنیفہ اور حضرت زینب رضوان اللہ علیہا جمعین کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث تھے اس کا بلکہ صرف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آیا کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔ الفارق جلد دوم پس جب فدک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی املاک سے ہی نہ تھا تو اس کا ہبہ بحق فاطمہ رضی اللہ عنہا کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپ کو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

## (شیعہ حضرات کی ایک گپ)

شیعہ کہتے ہیں حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے فدک کو اپنے حق ہبہ ہونے کا مقدمہ دربار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں دائر کر دیا اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ (حضرت علی اور ام ایمن بھی پیش کئے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شہادت رد کر دی اور دعویٰ خارج کر دیا۔ گو اس کا ثبوت کس اہل سنت کی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عامل بالشرع اور بے رورعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکم قرآن واستشهدوا شہدین من رجالکم فان لم یکون رجلین فرجل وامرأتین دو مرد گواہ رکھو وہ نہ مل سکیں تو ایک مرد و عورتیں گواہ ہوں چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا نہ دو مرد نہ ایک مرد و عورتیں ہی گواہ تھیں اس لئے اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر غلط فیصلہ کی خاطر فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اس قدر آزادی نہ تھی کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کہ یوں نہیں ہوتا چاہیے اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سن کر اگر واجبی ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے۔ یہ دعوت والا واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حق مہر میں گرائی کو منع فرمایا تو ایک عورت اٹھی اور کہنے لگی کیا آپ ہم سے اس چیز کو منع رکھنا چاہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کی اور اس کا ہمیں اختیار دیا ہے۔ پھر یہ آ یہ کریمہ تلاوت کی۔ واتمتم احداً من قنطاراً فلا تاخذوا منها شیئاً اگر تم عورتوں کو حق مہر میں ایک ڈیڑھ (مال کا) بھی دو تو اس میں سے کوئی چیز بھی نہ لو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ تفسیر منہج الصادقین جلد دوم صفحہ 458 شیعہ۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ شیعہ معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المؤمنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے امام

حسن رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی کیونکہ ایک حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور دوسرا غلام۔ ایسا ہی من لا یحفر الفقیہ کتاب قضا میں مرقوم ہے کہ جناب امیر قاضی مدینہ (شرع) اس فیصلے سے ناراض نہیں ہوئے اور نہ اس کو قضا سے معزول کیا بلکہ اس کے انصاف کی داد دی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اب اور پڑھیے شرح ابن مثم شیعہ سے چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ام ایمن اور انہوں نے ہبہ کی گواہی دی اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ انہوں نے کہا یعنی گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ کہا تم علی اور ایمن نے بھی سچ کہا اور عبدالرحمن نے بھی سچ کہا یعنی اے فاطمہ الزہرا آپ کو وہی ملتا رہے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک بھر لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اور میں ولك علی اللہ ان اضع بھا کما کان یفع فرضیت بذالك واخذت العهد علیہ بہ

ترجمہ:- اور میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو وہی کچھ دیتا رہوں گا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا۔ جس پر سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں اور اس پر ابو بکر سے عہد لے لیا۔ ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد 5 صفحہ 107 خط 44 الغرض دعویٰ ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی اقربا کو محروم کر کے اکیلی سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو یہ جائیداد دے سکتے تھے اور دیتے کس طرح جب جائیداد آپ کی ملکیت ہی نہ تھی اور آگے ابن میثم لکھتا ہے کہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیہم منها ما یکفیہم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالك الی ان ولی معاویہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے جو ان کیلئے کافی ہوتا اور ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ عمل جاری رہا۔

۲..... ابو بکر سوداں راہ گرفتہ بقدر کفایت اہل بیت سے داد و خلفائے بعد از وہم

برآں اسلوب رفتار نمودند تا زمان معاویہ کہ ثلث آں را بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد  
ترجمہ:- فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی سے اہل بیت کو

ان کی ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد دوسرے خلیفوں یعنی عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آ گیا انہوں نے پاک امام حسن کی وفات کے بعد ایک تہائی فدک میں سے مروان کو دے دیا۔ (شرح نہج البلاغہ سید علی نقی فیض الاسلام فارسی جلد 5 صفحہ 960)

﴿۳﴾ ..... کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حد من فدک تو تکم ویفسہم الباقی ویحمل منه فی سبیل اللہ ولك علی اللہ ان امنع بہا کما کان یصنع فرضیت بذالك واخذت العهد علیہ بہ وکان یاخذ غلتہا خیر فاع الیہم منها ما یکفیہم ثم فعلت الخلفاء بعد کذالك الی ان ولی معاویہ

ترجمہ:- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خاتون جنت سے فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اور فیل سبیل اللہ سواریاں بھی لے دیا کرتے تھے اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اس طرح صرف کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل رہا۔ ناظرین یہ ہے فدک کے معاملے شیعہ کی معتبر کتب کے متن حوالے جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا اور اپنے لئے فدک کی آمدنی وصول کرنا۔ جتنی ان کے لئے کافی ہو۔ صد افسوس شیعہ حضرات پر نہ اپنی روایتیں مانتے ہیں نہ ہماری روایتیں مانتے ہیں۔ سچ ہے ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

جاننا چاہیے بخاری شریف میں فدک کے بارے میں روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے چار جگہ ہے۔ (جواب اس کا یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں) صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے متن جگہ منقول ہے لیکن ان روایات میں ناراضگی کا نام نہیں ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین سے متن جگہ یہ روایت



ہے۔ مگر ناراضگی کا لفظ نہیں۔ فغضبت کا لفظ بخاری شریف میں دو جگہ ہے، دو جگہ نہیں مسلم شریف میں نہیں علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو طفیل سے جو روایات منقول ان میں بھی ناراضگی کا لفظ نہیں۔ پس یہ دو پہلو صرف اُس روایت کے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ لہذا باقی بزرگوں کی روایات جس پہلو کی تصدیق کریں وہی پہلو معتبر ہو گا اور اس پہلو میں ناراضگی نہیں دس جگہ ناراضگی کا لفظ روایات میں نہیں آیا۔ صفحہ 74 کا پانچویں سطر پر شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر پر لکھتے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خاتون جنت نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے استدعا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عنایت فرمایا تھا۔ اُن کا میراثی حصہ ان کو دے دیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں ہمارے مال میں عمل میراث نہیں ہوتا حدیث رسول سنائی۔ لا نورث ما ترکناہ فہو صدقۃ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ فغضبت فاطمہ اس پر فاطمہ ناراض ہوئیں۔ جواب پہلے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ جنابہ ﷺ کس پر ناراض ہوئیں۔ صدیق اکبر پر یا اپنی ذات پر کیونکہ احادیث دربارہ فدک میں بعض جگہ تو غضب ہے اور بعض جگہ وجہت ہے اور وجہت کے معنی خزنت اور ندمت کے ہوتے ہیں۔ (قاموس عربی زبان کی لغات)

یعنی وہ پشیمان ہوئیں اور ان کی یہ پشیمانی اپنے دعویٰ پر ہی تھی۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئی تو نص حدیث غضب علی ابی بکر دکھائیں اور دوسرے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حدیث لا نورث ما ترکناہ فہو صدقہ سن کر ناراض ہو کر حدیث غلط ہے تو یہ نص حدیث سے ثابت کریں مگر شاہ صاحب یہ ہرگز دو سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے اگر جواب دے دو تو پانصد روپے نقد حاصل کرو۔

باغ فدک کے الزام میں شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر، منافق، مرتد نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایسی گستاخانہ عبارت منسوب کرتے ہیں۔ جسے پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ دل تو نہیں چاہتا کہ وہ الفاظ دہرائے جائیں۔ لیکن ان نام نہاد مجبان اہل بیت کے نظریہ سے آگاہی کی خاطر

پیش کرتے ہیں کتاب حق الیقین

پھر جب سیدہ فاطمہ خاتون جنت اپنے گھر دربار صدیقی سے واپس آئیں اور آرام سے بیٹھ گئیں۔ از روئے مصلحت خطا بہائے شجاعانہ سید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ای مثل خائباں در خانہ گر ریختہ ای تو از روئے مصلحت شجاعانہ انداز سے سید اوصیاء کو (سخت) الفاظ میں فرمایا کہ تم اُس بچے کی طرح جو ابھی اپنی ماں کے رحم میں ہو پردہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح گھر بھاگ آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان میں گستاخیاں ہی یہ ثمرہ دے رہی ہیں نہ زندگی میں سکھ چین اور نہ حشر میں حزن و ملال سے آزادی کی نعمت دنیا میں سزا یہ کم مرتے دم تک اپنی پٹائی خود کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور بوقت موت ان کے منہ سے منی نکلے گا اور یہ خود کہتے ہیں۔ بوقت موت شیعوں کے منہ سے منی نکلتی ہے۔

سنل الصادق علیہ السلام لا ی علیٰ یغسل المیت فقال تخرج منه

الظفۃ الی خلق منها تخرج من عینہ او رمن فیہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے تو فرمایا اس لئے کہ وہ نطفہ (منی) جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی اس کی آنکھ یا منہ سے نکلتا ہے۔ من لا تکفرہ الفقہ جلد اول صفحہ 84 شاہ صاحب بخاری سیدہ فاطمہ خاتون جنت کا حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض ہونے کا ثبوت بزبان حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ثابت نہیں کر سکے اور نہ آپ اور نہ ان کے حوای کر سکتے ہیں ہاں البتہ سیدہ فاطمہ زہرا خاتون کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر شدید ناراض ہونا بزبان فاطمہ خاتون جنت ثابت ہو گیا۔

اعتراض :- شاہ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 79 گیا رہویں خبر پر لکھتے ہیں کہ یہ جو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود ساختہ وارث بن گئے۔ (دختر رسول اللہ کی بیماری سے عیادت کیلئے نہ جانا نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا)

جواب :- فاقبل ابو بکر و عمر تعزبان علیاً ویقولون لہ یا انا الحسن لا

نسبنا بالصلوۃ علی ابنہ رسول اللہ۔

ترجمہ:- سیدہ کی وفات کا سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ تعزیت کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ اے ابوالحسن! بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کے وقت پیچھے نہ چھوڑ دینا۔ اس روایت سے برائے تعزیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنا اور پھر ان سے کہنا کہ بنت رسول اللہ کا جنازہ پڑھنے میں ہم سے سبقت نہ کرنا۔ (ناسخ التواریخ جز اول صفحہ 181)

اگر شیعہ حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ سیدہ خاتون جنت کے جنازے میں ہر روز کی شرکت فرض تھی۔ جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا اس پر زبان طعن دراز کرنی جائز ہو جائے۔ تو پھر ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ تمہاری روایات کے مطابق صرف سات آدمی سیدہ فاطمہ الزہرا کی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ اس کا ثبوت جلال العیون ملا باقر مجلسی میں ہے۔ از حضرت امیر المؤمنین صلوٰۃ اللہ علیہ روایت کردہ است کہ مفت کس بر جنازہ حضرت فاطمہ نماز کردند۔

ترجمہ:- ابو ذر سمان۔ حذیفہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ مقداد ومن امام ایشاں بودم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت کی نماز جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ ابو ذر۔ سلیمان۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعود مقداد اور میں ان کا امام بنا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ لیکن انہوں نے شرکت نہ فرمائی۔ مثلاً امام حسن۔ امام حسین۔ عبداللہ بن عباس۔ عقیل بن ابی طالب۔ سعد بن عبادہ۔ ابویوب انصاری۔ ابوسعید خدری۔ سہل بن حنیف۔ بلال۔ مہیب بن عازب۔ ابورافع رضوان اللہ علیہم اجمعین ان بارہ حضرات کو خود شیعہ بھی قابل احترام اور ان کی جلالت کے قائل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ میں شرکت یا عدم شرکت کو رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد بنا نا غلط ہے۔ کیا ان بارہ افراد سے بھی سیدہ سلام اللہ علیہا ناراض تھیں جن میں امام حسن پاک، امام حسین پاک اور عبداللہ بن عباس شامل ہیں۔ اگر ان افراد کی عدم شرکت ناراضگی کی بنا پر نہ تھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عدم شرکت بھی اسی قاعدے کے تحت آنی چاہیے۔ اس لئے اسبات کی ناراضگی کے اسباب میں ذکر کرنا باقی ہے۔

## امامتِ صلوة کیلئے اسلام قانون

قال علیؑ الوالی احق بالصلوة علی الجنازة من ولیمها حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر کسی کی نماز جنازہ میں میت کا ولی اور امیر المؤمنین خلیفہ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت نماز جنازہ پڑھانے کی اولیت رکھتا ہے۔

﴿۲﴾..... ان الحسین ابن علی قدم سعید ابن العاص للصلوة علی الحسن بن علی وقال تقدم فلولا انها سنة ما تقدمتک بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ امام حسن پڑھانے کیلئے سعید بن العاص کو آگے کیا۔ اور کہا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اس طرح دستور نہ ہوتا تو تمہیں آگے نہ کرتا۔ (مقاتل الطالبین مصنفہ ابو فرج اصفہانی شیعہ صفحہ 74 طبع بیروت)

﴿۳﴾..... لما توفیت أم کلثوم بنت المومنین علیہ السلام خرج مروان ابن الحکم وهو امیر یومئذ علی المدينة فقال الحسین بن علی علیہ السلام لولا السنة ما ترکہ یصلی علیہا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا انتقال ہوا تو اس مدینے کا حاکم مروان بن حکم نماز جنازہ کیلئے (امامت کیلئے) نکلا تو امام حسین بن علی نے کہا کہ اگر طریقہ شرعی یہ نہ ہوتا تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔ (کتاب الجعفریات صفحہ 210) نیز قرب الاسناد جلد دوم صفحہ 210 حاصل کلام پاک امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنت سمجھتے ہوئے امام حسن پاک اور سیدہ ام کلثوم کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا لہذا سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بمطابق اسلامی قانون اور سنت رسول اللہ کے پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 29)

صلی ابو بکر الصدیق فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر علیہا اربعاً حماد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ کی امامت کرائی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

جب بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو نماز جنازہ کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ مصلیٰ امامت پر تشریف لے چلیے۔ فقال ما کنت لا تقدم وانت خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقدم ابو بکر وصل عليها۔ (کنز الاعمال جلد 2 صفحہ 366)

اگر سیدہ فاطمہ خاتون جنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تادم آخر ناراض رہیں اور ان سے کلام تک کرنا گوارا نہ فرمایا جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ تو کیا ان کی ہمہ وقت تیمارداری کیلئے ایسی عورت کو منتخب کیا گیا جو معاذ اللہ ان کے دشمن اور غاصب فدک کی زوجہ تھیں۔ اگر نیک بخت بیوی جانتی کہ میرے خاوند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ کے درمیان قطع کلامی ہے اور ایک دوسرے سے ناراض ہیں تو خاوند کی دشمنی کی تیمارداری کیوں کرتیں؟ اس معاملہ میں شیعہ لوگوں نے بہت دھوکا کھایا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 82 کی آٹھویں سطر پر لکھتے ہیں بحوالہ معارج النبوت ہبہ فدک کی تحریر حضرت ابو بکر کے سامنے پیش کی جو سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو سرور عالم علیہ السلام نے لکھ کر دی تھی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک لکھ دے دیا۔ مگر عمر فارق رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے دونوں تحریریں لے کر پھاڑ دیں۔ قارئین کرام اس کا جواب ہم نے شیعہ حضرات کی ایک گپ کے عنوان میں لکھ دیا ہے جو کہ اہل علم کے پڑھنے کے قابل ہے۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 85 کی گیارہویں سطر پر لکھتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا باپ کی طرف یتیم ہو گئیں۔ شوہر کو حکومت کی طرف سے لا تعلق کر دیا۔ بچے چھوٹے ہیں گزارہ کی جائیداد پر حکمرانوں نے قبضہ کر لیا۔ جواب معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب خداوند تعالیٰ کی رزاقی کے معتقد نہیں کیا قرآن پاک کی یہ آیت آپ کی نظر سے نہیں گذری۔ ویرزقہ من حیث لا یحسب۔

کیا اس دنیا میں میراث کے علاوہ خدائے تعالیٰ نے کوئی ذریعہ نہیں بنایا؟ پیغمبر تو عام دنیا سے خاص ہیں۔ ان کی تو بات ہی اور ہے عام لوگوں کو لیجئے کیا جو مسلمان تنگدستی کے عالم میں فوت ہو جائے اس کی اولاد بھوکوں مر جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رزاقی کے

نمونے بے شمار ہیں ابھی تک آپ کو قرآن پاک کی یہ آیت بھی نظر نہیں آئی ہوگی۔ ان اللہ ریزق من یشاء بغیر حساب یا اس کے معنی آتے۔

باغ فدک کے علاوہ سات باغ اور بھی سیدہ فاطمہ کے قبضہ میں تھے

فروع کافی ملاحظہ ہو۔ فلما قبض جاء العباس بحاصم فاطمہ فیہا فشهد

علی علیہ السلام وغیرہ، انہا وقف علی فاطمہ علیہا السلام وہی الدلال

والعفاف والحسنی والصفیة وما لام ابراہیم والمشی والبرقة

ترجمہ:- جب رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ سے

سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے بارے میں

گواہی دی کہ سب حضرت فاطمہ خاتون جنت کو وقف کر دیئے گئے ہیں۔ وہ سات یہ ہیں۔

دلال۔ عفاف۔ حسنی۔ صافیہ۔ ملام ابراہیم۔ میشب۔ برقة (فروع کافی جلد ہفتم

کتاب الوصایا باب صدقات النبی صفحہ 48)

امام موسیٰ کاظم کی روایت سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت مذکورہ سات

باغ بھی تھے۔ اس جائیداد کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے

زیر قبضہ و تصرف تھے۔

واقعہ جواب:- شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 92 پر لکھتے ہیں ناویں سطر پر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماتحتی میں مکہ سے لشکر تیار ہو کر جانب بصرہ روانہ ہوا۔ ان کا رہبر بنام

عرفی کہتا ہے کہ چلتے چلتے ہم حوаб کے چشمہ پر پہنچے تو وہاں کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے ان

لوگوں نے مجھے سے دریافت کیا کہ یہ کونسا چشمہ ہے میں نے کہا کہ یہ چشمہ حوآب کے نام سے

مشہور ہے۔ عرفی بیان کرتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت عائشہ زور سے چیخی اور اپنے

اونٹ پر زور سے چا بک مار کر اسے ہنکایا۔ پھر فرمایا خدا کی قسم حوآب کے کتوں والی میں ہوں۔

اے لوگو مجھے واپس لے چلو۔ جواب سبائیوں کا یہ تراشا ہوا واقعہ بلکہ موقع محل کے مطابق ایک

حدیث بھی تیار کر لی حضور ﷺ نے ایک دفعہ ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کان احد کن

نتہا الکلاب الحواب فایاک ان تکونی یا حمیرا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے ایک پر حواب کے کتے بھونکتے ہیں پس اے حمیرا (حضرت صدیقہ) تو وہ نہ ہوتا۔

﴿۲﴾..... عن ام سلمة قالت ذکر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خروج امہات المؤمنین مضحکت عائشہ رضی اللہ عنہا فقال انظری یا حمیرا ان لا تکونی انت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے بعض ازواج کے خروج کا ذکر کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا (حضرت صدیقہ) تم ایسا نہ کرنا ابن جریر طبری نے اس مذبذبہ روایت کو یوں بیان کیا۔  
حدثنی اسمعیل بن موسیٰ الفزارمی قال اخبرنا علی بن عباس الارزق قال حدثنا ابو الخطاب اہجری عن صفوان بن قیبہ الاحمسی قال حدثنی المعرفی حصاب العجمل (طبری جلد 1 صفحہ 170)

اس کا پہلا راوی اسمعیل اس کے متعلق امام ذہبی محدث ابن عدی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ وہ عالی شیعہ تھا اور ایسا خبیث النفس تھا کہ صحابہ کرام پر سب و شتم کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال جلد 1 صفحہ 117) دوسری راوی جس نے فزاری جیسے فاسق سے روایت کی ہے کہ علی بن عباس اس کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں۔ علی بن عباس انارزق الاسدی کو فی عدا بن سی اور ابن سالم وغیرہ سے روایت کرتا ہے اور عباس نے ابن معین سے روایت کیا ہے۔ علامہ جوزجانی اور امام نسائی اس کو ضعیف کہتے ہیں اور امام ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ ایسی فاحش خطائیں کرتا تھا جس کی وجہ سے چھوڑ دینے کا مستحق قرار دیا گیا۔ تیسرا راوی ابو الخطاب الہجری جس کو تہذیب التہذیب میں مجہول کہا ہے۔ چوتھا راوی صفوان قیبہ الاصمعی مجہول ہے میزان الاعتدال پانچواں راوی عرفی نامعلوم مجہول القسم جس سے حضرت صدیقہ کیلئے اونٹ خریدنا بیان کیا گیا۔ اس داستان کذب کے خالف نے اپنی خود تراشیدہ روایات میں حمیرا کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ ایاک ان یکونی یا حمیرا کے درود والفاظ معتبر کتب اہل سنت میں نہیں۔  
کل حدیث فیہ یا حمیرا فہو موضوع ہر وہ روایت جس میں لفظ یا حمیرا ہے موضوع ہے۔

وکل حدیث فیہ یا حمیرا و ذکر الحمیرا فہو کذب ہر و ہ روایت جس میں لفظ حمیرا ہے یا ذکر حمیرا ہے جھوٹی ہے۔ (موضوعات کبیر صفحہ 150) اس واقعہ کے حوالے کے طور پر۔ طبری۔ ابوالفدا۔ کتاب الامۃ والسیاست۔ روضۃ الصفا اور اعظم کوفی کے نام لکھتے ہیں۔ طبری رافضی تھا۔ الامت والسیاست کسی رافضی کی تالیف ہے۔ جو ابن قتیبہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ ابوالفدا بھی رافضی تھا۔ (کتاب التلبیس جلد 1 صفحہ 7) اعظم کوفی بھی رافضی تھا۔ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ 336 گویا واقعہ حوالب کے تمام راوی سبائی ہیں۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ 103 کی تیسری سطر پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دختر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئے اور کہا تھا کہ اس گھر میں جو ہیں وہ باہر نکل کر ہماری حکومت تسلیم کریں ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر سب کو جلا دوں گا۔

جواب:- یہ کہانی عقد الفرید تاریخ طبری یا الفارق یا کسی کتاب سے ہے یہ کہانی سیدہ فاطمہ کے گھر جلانے کی سراپا موضوع اور غلط روایت ہے۔ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں نہیں جہاں بھی یہ روایت لکھی ہوئی ہے شیعہ کی روایت لکھی ہوئی ہے۔ خود شیعوں نے بھی اسے ضعیف اور خبر واحد لکھا ہے۔ (نسخ از شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعہ)

واما ما ذکرہ من الہجوم علی دار فاطمہ و جمع الخطب لتحریقہا فہو خبر واحد غیر موثوق ولا معقول علیہ حق الصحابہ ترجمہ:- یہ جو روایت کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ کے گھر انبوہ کر کے حملہ کیا اور لکڑیاں جمع کی گئیں تاکہ اس گھر کو جلا یا جائے تو خبر واحد ہے جو معتبر نہیں اور نہ اس خبر پر اعتبار و اعتماد ہے صحابہ کرام کے حق میں بلکہ کسی ایک مسلمان کے حق میں بھی ایسی روایت قابل اعتبار نہیں ہو سکتی جس کی عدالت اور نیکی ظاہر ہو۔ نیز الفاروق کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت میں ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے۔ (الفاروق صفحہ 54) کے یہ الفاظ صاف طور پر دلالت کرتے ہیں اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے بھی یہی ثابت ہے کہ روایت بالکل غیر معتبر ہے۔ اس کی سند کا کوئی اعتبار نہیں۔ علاوہ ازیں بفرض محال یہ روایت مان لی



جائے تو اس روایت میں نہ سیدہ کا گھر جلانا مقصود ہے اور نہ سیدہ کا جلانا اور نہ اس مکان کا جلانا مقصود جس میں جناب سیدہ خاتون جنت رہتیں تھیں۔ بلکہ ایک دوسرے مکان کے جلانے کی دھمکی دی گئی تھی جو کہ جناب سیدہ کا تھا اور اس میں بعض لوگ جمع ہو کر ایسے مشورے کرتے تھے جو اسلامی مفاد اور وحدت قومی اور تنظیم ملی کے خلاف تھے۔ اور خاتون جنت نے خود بھی ان لوگوں کو وہاں جمع ہونے سے منع کر دیا۔ جیسا کہ حق الیقین باقر مجلسی کی کتاب کے باب پنجم صفحہ 111) پر ہے کہ خاتون جنت نے ان لوگوں کو فرمایا شاد مگر بایں خانہ میا سید تم لوگ پھر اس مکان میں مت آنا۔ مقام غور و فکر اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان غلط تھا تو جناب سیدہ خاتون جنت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان کی تائید کر کے ان لوگوں کو منع کیوں کیا؟ جناب سیدہ خاتون جنت کیوں نہ تائید فرماتیں جب ایک دینی مفاد تھا۔ حضرت خاتون جنت کا ادب و احترام اور نہایت عقیدت مند حضرت عمر کے دل میں تھی جیسا کہ حق الیقین جو کہ شیعہ امام المحدثین مجلسی کی تصنیف ہے کے باب پنجم پر طعن غاصبین خلافت کے صفحہ 111 پر لکھتے ہیں۔ اے دختر رسول خدا! احدے نزد ما از خلق محبوب تر نیست از پدر تو و بعد از پدر تو احدے نزد ما محبوب تر نیست از تو بخدا سو گند ایں مانع من نیست از اں کہ اگر ایں جماعت در خانہ تو جمعیت کنند آتش بزخم و خانہ ات را برایشاں بسوزانم۔

ترجمہ:- اے رسول خدا کی بیٹی کوئی شخص ہمارے نزدیک آپ کے والد سے زیادہ محبوب نہیں اور آپ کے والد بزرگوار کے بعد کوئی شخص آپ سے زیادہ محبوب ہم کو نہیں اور خدا کی قسم تمہارا یہ ادب اور احترام و محبت مجھ کو اس بات سے نہیں روک سکتا کہ اگر یہ لوگ تمہارے گھر میں جمع ہوتے ہیں تو ان لوگوں پر تمہارے گھر کو جلا دوں گا۔ دیکھو یہ روایت شیعہ کی ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کے ساتھ کس قدر عقیدت و احترام کا اظہار و اقرار کیا۔ اس میں الفاظ بھی یہی ہیں کہ ان لوگوں پر گھر جلا دوں گا۔ آخر وہ سب لوگ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے محرم تو نہ تھے کہ سیدہ ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ بلکہ جناب سیدہ دوسرے مکان اور کمرے میں ہوتی تھیں۔ تو اس روایت میں نہ حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جلانے کا کوئی لفظ ہے اور نہ سیدہ خاتون جنت کے رہنے کے مکان کو جلانے کی دھمکی ہے۔ جس کی خود جناب سیدہ نے

تائید فرما کر ان لوگوں کو وہاں جمع ہونے سے ان کو روک دیا۔ تاریخ طبری کو دیکھئے زید بن کلب نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اس وقت فیہ طلحة اللزبیر ورجال من المهاجرین فقال والاء لاحرفن علیکم والتخرجن الی البعد

ترجمہ:- زیاد بن کلب نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و زبیر رضی اللہ عنہ اور مهاجرین بہت سے مرد موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تم پر مکان جلا دوں گا یا بیعت کرنے کیلئے نکل آؤ۔ ناظرین بتاؤ کہ اس روایت میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس کا یہ معنی ہو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگ اور لکڑیاں منگوائیں اور کہا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا تمہیں جلا دوں گا؟ کہیں نہیں اور ہر گز نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی کے گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں آگ نہ تھی نہ لکڑیاں وہاں آ کر آپ نے ان لوگوں کو دھمکی دی جو ان کے مکان میں بیٹھ کر اسلامی مفاد اور تنظیم ملی کے خلاف مشورے کرتے تھے۔ کیونکہ جو لوگ باہمی مشورہ کرتے تھے وہ تمام سیدہ خاتون جنت کے محرم نہ تھے جیسا کہ رجال من المهاجرین سے ثابت ہے تو غیر محرم افراد کے ساتھ حضرت سیدہ خاتون جنت کا موجود ہونا کون مان سکتا ہے؟ کہذا معلوم یہ ہوا کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کسی دوسرے مکان میں مشورہ کرتے ہوں گے۔ جس میں حضرت سیدہ فاطمہ تھیں۔ سیدہ ان غیر محرم حضرات کی گفتگو کے وقت مکان کے دوسرے کمرہ میں موجود تھیں۔ اور اس قسم کے مشورہ کو جو ملکی ملی وحدت کے پارہ پارہ کرنے کے بارہ میں اچھا نہ سمجھتی تھیں اسی لئے آپ ان کے مشورہ کرنے والے لوگوں کو فرمایا آئندہ دوبارہ میرے گھر نہ آنا۔

کیا سیدہ عائشہ صدیقہ نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ جمل میں بغاوت کی؟

طعن اول:- حکم الہی قرن فی بیونکن ولا تبرجن نبرج الجاہلیۃ اپنے گھروں میں عزت وقار سے بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کا بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلو۔ (ترجمہ مقبول میمنی)

خلاصہ کلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم کی صاف مخالفت کی اپنے گھر کو چھوڑ کر بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی۔

جواب:- معترض نے ولا تہرجن تہرج الجاہلیہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ مفہوم تو یہ تھا کہ گھروں میں قرار پکڑو اور دور جاہلیت کی طرح گھروں سے باہر نہ نکلو۔ دور جاہلیت کی قید نے مسئلہ حل کر دیا۔ دور جاہلیت میں کعبہ کا ننگے بدن طواف عکاظ کے میلے میں کھلے بندوں مرثیہ خوانی وغیرہ سب شامل تھے۔ اور جب کبھی باہر نکلنا پڑے تو زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے محاسن اور بناؤ سنگار کو دکھانے کی خاطر باہر نہ نکلو کیونکہ یہ طریقہ مسلمان عورتوں کے شایان شان نہیں۔ ملاحظہ اللہ کا شانی شیعہ مفسر نے اس کی تائید کی ہے۔ نزد قتادہ و مجاہد تہرج بمعنی تخر است در مشی یعنی مخرا مید در رفتن مانند خرامیدن اہل جاہلیت اولیٰ۔

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور مجاہد رضی اللہ عنہ تہرج کا معنی تخر کیا ہے۔ یعنی چلنے میں اپنے وجود کو دائیں بائیں حرکت دے کر مٹک مٹک کر چلنا، کیونکہ دور جاہلیت میں عورتیں اسی طرح ٹہل ٹہل کر اور مٹک مٹک کر چلتی تھیں۔

۱..... صلح حدیبیہ کے سفر میں ام المؤمنین ام سلمہ آپ کے ہمراہ تھیں۔ (بخاری شریف جلد 1)  
 ۲..... سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے مدینہ کا سفر زید بن حارثہ کے ساتھ کیا۔ (سیرت ابن ہشام طبری)

۳..... سیدہ اسماء ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں تین فرسنگ کے فاصلہ سے اپنے اونٹ اور گھوڑے کے چارے کیلئے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھیں۔

(طبقات ابن سعدی طبری)

۴..... سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا غزوہ احد کے واقع پر غمزدہ ہونا اپنے پدر گرامی قدر رسالت مآب کے چہرہ مبارک خون آلود کو دھونا جناب سیدہ روئے مبارک کو دھوتی تھیں اور بار بار شکر خدا کرتی تھیں بعد اس کے حضرت رسول نے فرزند دلہند اپنے کو بہت پیار کیا اور مع زنان بنی ہاشم کے بعد لطف کرم خانہ بر قدس آشیانہ کے روانہ فرمایا۔ غزوات حیدر صفحہ 173 ان جوابات کے بعد اگر شیعہ لوگوں کی تسلی نہیں تو ہم ایک اور الزامی جواب دیتے ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد۔ شاید اسے پڑھ کر ان کی تسلی ہو جائے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا جب رات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حمل علی فاطمہ علی

عمار و اخذبید ابنیہ الحسن والحسین فلم یدع احد من اهل بدر من المهاجرین ولا من الانصار کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور اہل بدر سے مهاجرین و انصار میں سے ایک ایک کے گھر جا کر اپنا حق خلافت بتلایا اور سلسلہ میں امداد کی درخواست کی۔

(احتجاج طبری جلد اول صفحہ 107 مطبوعہ قم)

ایک اور شہادت منقول ہے کہ جس روز ابو بکر کے ساتھ بیعت ہوئی اسی رات کو حضرت علی نے جناب فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور حسن اور حسین اپنے دونوں چشموں کو ہمراہ لیا اور جملہ مهاجرین و انصار شرکائے بدر کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول صفحہ 267 مطبوعہ یوسفی دہلی۔ اگر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تمہارے بڑے گدھے کی پشت پر بٹھا کر در بدر خلافت کیلئے بھیک مانگنا ظاہر کریں تو پھر بھی سیدہ خاتون جنت کے محبت اور وفادار اپنے بڑوں کی گستاخی کو چوم کر تم لوگ آنکھوں سے لگاؤ اور ان عبارات کو عین ایمان قرار دو کیا یہ عقل و ایمان کا ماتم نہیں ہے؟ جو صرف تمہاری کتابیں بتلائی ہیں۔ آیت قرن فی بیونکن مخالف نہیں بلکہ اس پر عمل ہے۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ کا امت کی اصلاح اور حدود شرعیہ کے تحفظ کی خاطر عازم بصرہ ہونا کیونکر آیت قرن فی بیونکن کے خلاف ہوا؟

## جنگ جمل کی تاریخی پس منظر

اہل علم کے اچھے خاصے طبقہ نے کہا ہے کہ بصرہ میں جنگ غیر ارادہ تھی۔ یعنی دونوں جنگ نہیں چاہتے تھے۔ یہ تو اچانک چھڑ گئی اور باوجود اس کے کہ ہر ایک فریق یہ چاہتا تھا کہ اپنا دفاع کرے۔ اس گمان پر دوسرے فریق نے دھوکہ کیا ہے۔ کیونکہ معاملہ ان دونوں فریقوں کے درمیان سلجھ چکا ہے اور صلح مکمل ہو چکی تھی اور یہ کہ رضامندی کے ساتھ ہر فریق منتشر ہو جائے۔ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو خوف ہوا کہ اس طعن یہ قابو میں آجائیں گے تو یہ اکٹھے ہوئے۔ مشورہ کیا اختلاف رائے ہوا۔ پھر اس بات پر بھی متفق ہو گئے کہ ہم دونوں حصوں میں بٹ جاتے

ہیں۔ اور دونوں فوجوں کے درمیان جادو وانا انداز میں لڑائی شروع کر دیتے ہیں۔ ادھر ادھر تیر چلیں گے لہذا وہ دو حصوں میں منقسم ہو گئے ایک فریق حضرت علیؑ کی فوج میں اور دوسرا حضرت طلحہؓ کی فوج میں جا گھسا۔ حضرت کی فوج میں گھسنے والے فریق نے شور مچایا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ وعدہ سے پھر گئے ہیں اور دوسرے فریق نے جو حضرت طلحہؓ کے لشکر میں تھا شور مچایا کہ حضرت علیؑ نے معاہدہ توڑ دیا ہے اس طرح انہوں نے اپنا داؤ مکمل کر لیا اور لڑائی بھڑک اٹھی۔ (تفسیر قرطبی سورہ حجرات صفحہ 318) تاریخ روضۃ الصفا سے۔

ترجمہ:- ان چند دنوں میں جبکہ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے بیٹھے تھے۔ اور دونوں طرف کے امن پسند اور صلح جو حضرات نے حالات سنوارنے میں انتہائی کوششیں کیں۔ جب ان کی صلح کی کوششیں بار آور ہوتی نظر آئیں اور باہمی جھگڑا اور اجنبیت ختم ہوتے دکھائی دینے لگے تو حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں نے اس رات جس کے ختم ہونے کے بعد دن میں لڑائی شروع ہوئی۔ صبح سویرے تیز رفتار عربی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے لشکر کی طرف باہمی پھیلاتے ہوئے پہنچے۔ جب لشکر کے قریب پہنچے تو تیر اندازی بند کر دی۔ ان کی اس حرکت سے بہت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ فوج نے گمان کیا کہ حضرت علیؑ کے فوجیوں نے ان کے حکم سے ہم پر شب خون مارا ہے۔ جب حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو اس حالت کا علم ہوا کہنے لگے ہم جانتے ہیں۔ ابوطالب کے بیٹے نے جنگ سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور ان کا دل باہمی خونریزی سے پریشانی محسوس نہیں کرتا۔ اس کے بعد اپنی تیاری میں مصروف ہوئے۔ حضرت عائشہ کا ہودج جو لوہے کی پتھریوں کے ساتھ مضبوطی سے جڑے ہوئے تھا اسے ایک مضبوط اونٹ پر رکھ دیا۔ یہ اونٹ مائی صاحبہ کو یعنی بن امیہ بطور تحفہ دیا تھا۔ مائی صاحبہ اونٹ پر بیٹھ گئیں اور فوجیوں میں سے ایک بہادر دستہ حضرت عثمان کے قاتلوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ اُن پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو جان سے مار ڈالا اور کچھ زخمی ہو گئے۔ انہوں نے شکست اٹھائی اور حضرت عائشہؓ کی فوج نے اُن مکار اور حیلہ بازوں کا تعاقب کیا یہ بھاگتے بھاگتے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی فوج میں جا گھسے اور وہاں جا کر شور مچا دیا کہ دیکھو طلحہؓ اور زبیرؓ اور زبیرؓ شب خون مار رہے ہیں۔ حضرت علیؑ کے لشکر میں شور مچ

گیا۔ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم تھا کہ عبد اللہ کا بیٹا طلحہ رضی اللہ عنہ اور عوام کا بیٹا زبیر رضی اللہ عنہ غدرا اور وعدہ خلائی کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگ کیلئے تیار ہو گئے۔

(روضۃ الصفا مجلد دوم صفحہ 485 ذکر خلافت امیر المؤمنین)

الحاصل شیعہ کی معتبر تاریخ او تفسیر قرطبی سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ بصرہ میں دونوں گروہوں کی تقریباً صلح صفائی ہو گئی لیکن قاتلان عثمان یعنی سبائی گروہ نے جب یہ بھانپ لیا کہ اگر آج کی رات خیریت سے گزر گئی تو صبح ہماری خیر نہیں۔ لہذا انہوں نے ایک سکیم کے تحت دونوں گروہوں میں جنگ کرادی۔ جنگ جمل کے دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کا بھی ارادہ نہ تھا بلکہ عبد اللہ بن سبا کی سازش تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے ان دو گروہوں میں غلط فہمی ہو گئی۔ حالانکہ دونوں گروہ ایک دوسرے کو مسلمان مومن سمجھتے ہوئے صلح کے قریب پہنچ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس جنگ میں یہ آیت سنائی تھی۔ وان طائفتان من المؤمنین اقلوا فاصلحو بینہما الخ اگر مؤمنین میں سے دو گروہ آپ میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔

(سورۃ الحجرات پارہ 26 مناقب ابن شہر آشوب فی حرب الجمل جلد سوم صفحہ 155)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آیت مذکورہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا یہ آیت (وان طائفتان من المؤمنین) جنگ جمل کے بارے میں ایک پیشگوئی تھی۔ (فروع کافی جلد ہشتم صفحہ 180 الذین خراجوا یوم البصرہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جنگ جمل میں تلاوت آیت اور حضرت امام جعفر صادق کا اسے جنگ جمل کی پیشگوئی فرمانا۔ دونوں گواہیاں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ جنگ جمل کے دونوں گروہ مومن مسلمان تھے اور غلط فہمی کی بنا پر جنگ پڑا۔ ایک دوسرے کو عہد شکن سمجھتا تھا۔ دوسرا پہلے کو وعدہ خلاف سمجھ رہا تھا۔ لیکن وعدہ خلائی اور عہد شکنی کسی جانب سے بھی نہ تھا۔ بلکہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہم کی چال تھی جس سے لڑائی چھڑ گئی۔ لہذا یہ جنگ عناد اور حسد و بغض نہ ہوئی۔ بلکہ خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم لم یکن بنسب احداً من اهل حربہ الی الشریک ولا الی النفاق ولیکن بقول ہم اخواننا بغوعلینا اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی شرک و کفر کی طرف منسوب نہ کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو ان میں سے آپ نے کبھی منافق کہا لیکن جب کبھی ان کا ذکر ہوتا تو فرماتے وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت (زیادتی) کی (قرب الاسناد لابن العباس فی صفحہ 45)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کا اس انداز سے ذکر کرتے تھے۔ انا لم نقاتلہم عن التکفیر ولم نقاتلہم علی التکفیر لنا ولیکن رائنا انا علی حق وداو فانہم علی حق کہ ہم نے ان سے اس وجہ سے لڑائی نہیں کی کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے۔ اور نہ ہی ہم ان کو کافر قرار دے کر لڑے۔ بلکہ یوں کہ انہوں نے خود کو حق پر جانا اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ دونوں فریق حق کی خاطر حق پر ہوتے ہوئے ٹکرائے گئے۔ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔ (قرب الاسناد صفحہ 45 مطبوعہ طہران)

پہلی یہ بات ثابت ہوئے کہ امیر معاویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حق کی خاطر لڑائی مول لی۔ وہ قطعاً اپنے آپ کو باطل پر نہ سمجھتے تھے لہذا جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر جانتے ہوئے کوئی ایسا فعل یا ایسی بات کر ڈالتا ہے تو اس حق کو حاصل کرنے کی خاطر سرانجام دیتا ہے تو بہت سے خلوص کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر وہی قول و فعل حق کے مطابق نہ ہو تو پھر ایسے میں خطائے اجتہادی کہلاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے وہ حق پر تھے پھر بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باطل پر لڑنے والا نہ فرمایا بلکہ انہیں اپنی رائے کے مطابق حق پر ہی گردانا۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی جسے وہ خود خطا نہ سمجھتے تھے اگر وہ خود کو خطا پر خیال کرتے تو اس سے رجوع فرما لیتے۔ اسی عقیدہ کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مندرجہ بالا ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقتولین جمل کا انتہائی صدمہ ہوا جو آپ کی زندگی کے آخری

لمحات تک بھی نہ گیا۔

شیعہ مصنف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس افسوس کو یوں نقل کرتا ہے۔ قالت  
والله لو درت انی مت قبل هذا اليوم بعشرين سنة وخرج من عندها فاتی علیاً  
فقال له علی والله لو ددت انی مت من قبل اليوم بعشرين سنة۔

ترجمہ: قعقاع ابن عمر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو دوران گفتگو  
آپ نے ازراہ افسوس فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اگر اس دن (جنگ جمل کے دن) سے بیس  
سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکی ہوتی۔ (تو بہت اچھا تھا) تاکہ میں یہ واقعہ نہ دیکھ پاتی۔ پھر  
قعقاع یہاں سے اٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوا تو اسی موضوع پر حضرت علی  
رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا۔ کہ میں تمنا کرتا تھا کہ اس دن کے آنے سے بیس برس پہلے مجھے موت آ  
جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔ شیعہ مصنف آگے لکھتا ہے کہ آپ جس مقتول کے پاس کھڑے ہوتے  
تو بڑے دکھ کا اظہار کرتے۔ جب آپ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی میت پر آئے تو انا اللہ وانا الیہ  
راجعون پڑھا اور خلیفہ فرمایا اے ابو محمد! تمہارا ارادہ ہمارے ساتھ لڑنے کا نہ تھا۔ (یعنی قاتلان  
عثمان نے مکر و فریب سے ہمارے درمیان جنگ کرادی۔ ورنہ ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔  
اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بصری اور کوئی مقتولین کو جمع کروایا اپنے اور مخالف فریق  
دونوں کے مقتولین کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ و صلی علی اهل البصرة و الکوفة  
و صلی علی قریش من ہولاء و ہولاء جاننا چاہیے کہ نماز جنازہ دراصل میت کیلئے اللہ  
تعالیٰ سے دعائے مغفرت ہوتی ہے اگر آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مستجاب الدعوات سمجھتے  
ہو تو یہ بات ماننی پڑے گی کہ ان کی چھوٹی موٹی خطائیں آپ کی دعائے مغفرت کے صدقہ  
معاف ہو گئیں۔ و مومن تو تھے ہی وہ مرحوم و مغفور بھی ہو گئے۔

(کامل بن اشیر جلد 3 صفحہ 254 ذکر میر علی الی البصرہ مطبوعہ بیروت)

کیا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی؟ جواب قرآن پاک  
میں سورہ حجرات میں آیا ان طائفان من المومنین اقتلوا فاصلحوا بینہما فان  
بغت احدہما علی الاخری فقاتلوا النی تبغی حتی تنصی الی الامر اللہ اکبر  
گر وہ مومنوں کے تو ان کے مابین صلح کروادو۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی



کرے۔ تو اس سے جو زیادتی کرتا ہے لڑوتا آنکہ وہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ) قرآن پاک کے اس مقام پر فان بغت اور تبغی کا ترجمہ خود شیعہ مترجم زیادتی کرنا کر رہا ہے۔ تو معلوم ہوا اس لفظ کا اصل معنی یہی ہے اور تمام مفسرین و اہل مفسرین و اہل لغت کا تسلیم شدہ یہی معنی ہے اور ہرگز ہرگز اس لفظ کا معنی کفر و شرک اور اسلام سے خارج ہونا نہیں۔ تو شیعہ مفسر کی تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ میں باغی بھی نہیں کہا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جنگ جمل آیت مذکورہ تلاوت فرمانا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا اس جنگ جمل کی پیشگوئی میں فرمانا۔ اور از روئے قرآن پاک میں بغاوت (یعنی زیادتی کرنے والوں کا مومن کہنا) تو سوچئے اگر یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف لڑ کر بھی مومن ہی رہے۔ کافر و مشرک اور منافق نہ ہوئے اور دائرہ اسلام سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خارج نہ کیا۔ تو بتائیے شاہ صاحب بخاری وکیل راویان سبائی آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ 89 سے لے کر صفحہ 97 تک جو ہرزہ سرائی کی ہے جس کا اکثر حصہ کذب و افترا پر مبنی ہے اور سیدہ ام المؤمنین کی اہانت کے مترادف ان سب کا جواب ہو چکا جو اہل علم صاحب انصاف لوگوں کیلئے باعث اطمینان ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی شمولیت اجتہادی خطا کی وجہ سے تھی۔ (حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بالاتفاق جنتی ہیں۔

گذشتہ اوراق میں آپ نے جنگ جمل کا پس منظر دیکھا۔ اس جنگ میں جہاں ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے لشکر کے سردار تھے وہاں دوسری طرف حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اپنے لشکر کے سردار تھے۔ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا شک جنتی ہیں اسی طرح حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ خود جنتی نہ ہوگا۔ (ترجمہ عبارت ابن ابی حدید)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت اصحابی ہیں جنہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب مشورہ بھی تھے۔ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ان کی نمایاں خدمات ہیں۔ مشکرین کی تلواروں کو حضور پر پڑنے سے روکتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی انگلیاں اس دن بیکار ہو گئی تھیں۔ غزوہ احد کے دن ان کے

بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ آج طلحہ رضی اللہ عنہ پر جنت واجب ہوگئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، ابو عبد اللہ الزبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبد ال عزی بن قصی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام صیغہ بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھا۔ ان کا والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت زبیر بھی ان دس خوش نصیب حضرات سے ہیں جنہیں ظاہری زندگی میں جنتی ہونے کی حضور اکرم نے بشارت دے دی تھی۔ اور غزوہ اُحد میں بھی شدت کے وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ عظیم تکلیفیں برداشت کیں حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ جلد اول صفحہ 74 فی نسب طلحہ وزبیر مطبوعہ بیروت)

بحث در مسئلہ خلافت بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام شاہ صاحب بخاری علم و فہم سے عاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ نمبر 98 پہلی سطر پر لکھتے ہیں۔ اس بحث میں شیعہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن اور صحیح حدیث سے خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ ثابت کریں۔ آگے مسئلہ نصب امام کے ضمن میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اہل علم سے درخواست کہ وہ ضرور پڑھیں اور ان کے یتیم فی العلم ہونے پر مطلع ہو کر ان کی علمی قابلیت کی داد دیں یا ان کے بختوں پر آنسو بہا کر رب تعالیٰ سے ان کی لئے ہدایت کی دعا کریں۔

نوٹ:- خلافت بلا فصل پر اکابر علمائے شیعہ حضرات کے دلائل میں سے سب سے ان کے نزدیک زیادہ قوی اور مرکزی دلیل یہی روایت ہے۔

من كنت مولا فهذا علي مولا اللهم وال من والاه و عاد من عاداه فرمایا جس کا میں موٹی ہوں۔ علی بھی اس کا موٹی ہے اور دعا مانگی اے اللہ! جو علی کے دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن ہے تو بھی اس کا دشمن ہو۔ جو اب شیعہ حضرات کے نزدیک یعنی ان کے عقیدہ میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے جس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ لہذا ایسے اصول دین کیلئے صریح نص قرآن کا ہونا ضروری ہے۔ مگر شیعہ حضرات قرآن کریم کے علاوہ اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث مبارک میں دکھا دے تو بندہ اس کو

پانچ ہزار روپے نقد ادا کرے گا اور شیعہ مذہب اختیار کر لوں گا۔ شان نزول سنیے تین دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کیجئے دو دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کو واپس کر دیا اور فرمایا اے جبرائیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ سے میرے بارے میں سوال کرو۔ کہ وہ مجھے لوگوں کے فتنہ فساد سے بچائے رکھے پھر اس انتظار مسجد خیف میں جلوہ فرما ہوئے یہاں جبرائیل حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو لوگوں سے عہد لیں۔ مگر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا لوگوں سے عہد لیں مگر حفاظت کا کوئی پیغام نہ لائے جس کے آپ خواہشمند تھے پھر چلتے چلتے آپ کراخ نعیم پر پہنچے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا مگر اس دفعہ بھی حفاظت کا پیغام نہ لائے تھے۔ فرمایا میں قوم سے ڈرتا ہوں کہ میری تکذیب کر کے میرے اعلان خلافت کو پس پشت ڈال دیں گے۔ پھر وہاں سے کوچ کیا اور غدیر خم پہنچے۔ وہاں پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اس دفعہ جبرائیل علیہ السلام کے پیغام میں شدید ڈانٹ اور جھڑک تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے۔ یا ایہا النبی بلغ ما انزل الیک من ربکم فی علی فان لم تفعل فما بلغت رسالته، واللہ یعصمک من الناس کہ اے نبی میرے! جو آپ کی طرف آپ کے رب نے اتارا۔ اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ جب آپ نے اس پیغام کو سنا فرمایا اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر منبر تیار کیا جائے پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلوغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے لوگوں کو ڈانٹا۔ فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپ کے بغلوں کی سپیدی دکھائی دی۔ اس کے بعد فرمایا خبردار۔

(احتجاج طبری صفحہ 35 جلد 1 طبع جدید)

من كنت مولا فهذا علي مولا اللهم وال من والا وعاده من عاداه، جس کا میں مولا ہوں علی بھی اُس اُس کا مولیٰ ہے۔ اور دعا مانگی! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن بنے تو بھی اُس کا دشمن ہو۔ اس کا جواب پڑھیے۔

﴿۱﴾..... مذکورہ آیت تبلیغ کا عذرِ خم کے موقعہ پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ بلغ ما انزل اليك من ربكم میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالت نہیں ہیں از روئے کتب شیعہ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر منہاج الصادقین جلد سوم صفحہ 284 اسی آیت کی تفسیر میں یہ الفاظ درج ہیں۔ منقول است کہ آنحضرت را شبہائے حراست و پاسبانی مے کردند چوں ایں آیت نازل گشت سر مبارک از قبہ کہ از عدم دوختہ بودند ہیروں کرد و فرمود، اے مرد ماں، گر ید کہ خدایے مانگہداشت اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کرتے تھے۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئے تو آپ نے اپنا سر انور چڑے کے بنے ہوئے خیمے سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا۔

”لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے“

﴿۲﴾..... اس کے علاوہ اسی آیت کریمہ کے شان نزول میں شیعوں کے مجتہد علامہ فرت اپنی معتبر کتاب تفسیر فرات کوفی میں یوں لکھتے ہیں۔ فرات نے کہا مجھے جعفر بن احمد نے بیان کیا اور اسے محمد بن کعب قرظی نے بتایا کہ حضور ﷺ کی نگہداشت صحابہ کرام کرتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربکم“ اے رسول معظم! اس چیز کو لوگوں تک پہنچا دو جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرض محال آپ نے وہ نہ پہنچائی تو یوں سمجھیے کہ آپ نے رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔ تو آپ نے لوگوں کو حفاظت کرنے سے رخصت عطا فرمادی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ (تفسیر فرات الکونی صفحہ 37)

الحاصل ان ہر دو روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیت بلغ ما انزل الیک نہ خم عذیر کے موقعہ پر نازل ہوئی اور نہ جمعۃ الوداع میں وقوف عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی

حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کے اعلان کیلئے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے۔ واللہ یہمک من الناس کے الفاظ نازل ہوئے۔ بلکہ مذکورہ بالا روایت کے الفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خم غدیر اور حجۃ الوداع سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار کے خطرہ کے پیش نظر صحابہ کرام آپ ﷺ کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظ کا وعدہ کر لیا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حفاظت کرنے کی ذمہ داری سے رخصت عطا فرمادی۔ مقام غور و فکر شیعہ حضرات کا دعویٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل نص قرآنی اور متواترات اہل سنت سے ثابت ہے۔ مگر انہوں نے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے آیت بلغ ما انزل الیک کے شان نزول میں روایات پیش کی ہیں۔ ان کا متواتر ہونا تو درکنار خبر واحد صحیح ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور خود ان کی من گھڑت روایت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے شیعہ کی معتبر تفسیر ”منہج الصادقین“ زیر آیت بلغ ما انزل الیک جلد سوم پر اسی آیت کے ضمن میں یوں تفسیر کی گئی ہے۔ از پروردگار عالم احکام شرعیہ اُنح۔ یعنی اے پیارے، رسول جو احکام شرعیہ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی طرف نازل فرمائے گئے۔ آپ لوگوں تک انہیں پہنچادیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیت تبلیغ احکام شرعیہ کی تبلیغ کیلئے نازل ہوئی نہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کیلئے خم غدیر کے مقام پر نازل ہوئی۔ اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کی مہم پر روانہ کہا واپسی پر حضرت علیؑ کے چند ساتھیوں نے حضور ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی چند شکایات پیش کیں۔ شکایت کرنیوالوں میں ایک بریدہ نام بھی تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے خود حضرت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی۔ مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھنا پڑیں جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں میں نے ان باتوں کا حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ ذکر کرتے وقت مجھے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے ناراضگی کے آثار نظر آئے آپ نے فرمایا اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب

نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا جس کا میں مولا اس کا علی بھی مولا۔ اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ۔ قال من كنت مولا فعلى مولا۔ (البدایہ والنہایہ جلد پنجم صفحہ 308)

اللهم وال من والا وعاد من عاداه اور اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بعد میں مذکورہ کلام اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ آپ کے اس ارشاد میں لفظ ”مولیٰ“ کا معنی دوست ہے۔ کیونکہ آپ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی۔ اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہو اور دشمنی رکھ اس سے جو علی رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔ جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا۔ تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہوتی۔ لہذا اس حدیث پاک مفہوم صرف اس قدر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکایات بے بنیاد ہیں۔ شکایات کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات کرنا دراصل نبی کریم ﷺ کی شکایات کرنا ہیں۔ تو شکایات کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت و الفت دوستی رکھنی چاہیے لیکن شیعہ لوگوں کی سمجھ ہی نرالی ہے۔ کہ ”مولیٰ“ کے معنی خلافت بلا فصل گھڑتے ہیں اور اس من گھڑت معنی پر اپنے عقیدہ کی عمارت کھڑی کرتے ہیں حالانکہ لفظ مولیٰ کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً مالک۔ صاحب۔ غلام۔ قرہبی۔ پڑوسی۔ چچا زاد بھائی۔ حلیف۔ بیٹا۔ چچا۔ شریک۔ مددگار۔ آقا۔ داماد وغیرہ تو ایسے کئی معنی رکھنے والے لفظ بغیر کسی قرینے اور مضبوط دلیل کے کب ایک معنی میں استعمال ہوگا اور معنی بھی وہ جو کسی لغت کی کتاب میں آیا ہی نہیں۔ عربی لغت کی شہر آفاق کتاب قاموس میں یہی معنی لکھیں ہیں۔ میں اس بات پر سخت حیران ہوں کہ شیعہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کو اصول دین سے گردانتے ہیں۔ جیسے توحید۔ رسالت۔ قیامت ان اصول دین کا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نام لے لے کر صاف صاف الفاظ میں ذکر فرمایا کیونکہ اصول دین کا منکر کافر و مرتد ہوتا ہے۔ اگر خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اصول دین سے ہے اور اس کا اعلان قرآن میں نہیں اور حدیث میں بھی ایسے لفظ سے جس کے بارہ چودہ معنی ہوں تو ایسا بہم الفاظ میں اعلان یہ کیسا اصول دین ہے جس کا ایک مرتبہ بھی پورے قرآن میں ذکر

نہیں۔ مزید حیرانی اس پر کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرمائے۔ واللہ بعصمک من الناس جن کے ذریعے آپ کی حفاظت کا ذمہ اپنے سپرد کیا اور ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خطرہ کا خوف بھی نہ رہا تو پھر ایسے گول مول لفظ خلافت بلا فصل کیلئے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف صاف کہہ دیا ہوتا۔ اے رسول علی آپ کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ ان کی خلافت کا اعلان ان الفاظ میں کر دو۔ قل یا معشر المؤمنین انا الرسول اللہ وعلی خلیفتی من م بعدی بلا فصل لفظ مولیٰ ارشاد فرمایا جو کئی معنی رکھتا ہے۔

﴿۳﴾..... اگر بفرض مجال مولیٰ کا معنی وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں یعنی خلافت بلا فصل تو ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لفظ مولیٰ کا یہی معنی کرو گے جو سورہ تحریم میں آیا۔ فان اللہ هو مولا و جبرائیل و صالح المؤمنین تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اور جبرائیل اور تمام صالح مومن حضور ﷺ کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ (العیاذ باللہ)

شیعہ حضرات کی دلیل دوم:- ہم کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ جو اس حدیث میں وارد ہوا۔ اس کا معنی سردار ہے۔ تو اس معنی کے اعتبار سے مراد یہ ہوگی کہ جس کے رسول اللہ ﷺ سردار ہیں۔ اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سردار ہیں۔

جواب دلیل دوم:- اگر مولیٰ کا معنی جو آپ نے بیان کیا ہے اس مقام پر درست مان لیا جائے۔ لازم آئے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوائے حضور ﷺ کے باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں۔ اور آپ کے علاوہ تمام پیغمبروں اور رسولان عظام سے افضل ہوں حالانکہ یہ سراسر باطل ہے۔

مذکورہ دلیل کا دوسرا جواب

شیعہ حضرات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من قال باننا انبیاء فعلیہ لعنت

اللہ ومن شک فی ذالک فعلیہ لعنة اللہ (رجال کشی صفحہ 255)

جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اہلبیت نبی ہیں اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر

اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر اللہ کی لعنت۔ تمام انبیاء اور رسولان عظام سے

افضل ہونے کا احتمال تو جمعی ثابت ہو جب آپ خود صف نبوت و رسالت سے موصوف ہوں۔ اس ضمن میں ایک روایت رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ رہنے سے ملے گا۔ اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔ ضمیر مقبول شیعہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اے علی! تو تنہا ایک امت ہے۔ (دلیل دو کا تیسرا جواب)

آج تک شیعہ حضرات اس بات پر نوحہ کناں اور سینہ کوبی کر رہے ہیں کہ حضور عالیہ الصلوٰۃ والسلام بوقت وصال صحابہ کرام سے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے خلافت بلا فصل کی تحریر فرمادیں۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حسبتنا کتاب اللہ کہہ کر آپ ﷺ کو یہ وصیت لکھنے سے روک دیا۔ اگر اس وقت مذکورہ وصیت قلمبند ہو جاتی تو آپ کے انتقال کے بعد حضرت علی کے ”خليفة بلا فصل“ ہونے کا کوئی بھی منکر نہ ہوتا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے دعویٰ اور عقیدہ کے مطابق مقام خم غدیر پر ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت علی کے ہاتھوں پر ان کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر بحکم رسول اللہ ﷺ بیعت کر لی تھی، اس بیعت عامہ کے بعد اس معاملہ میں وصیت تحریر کرنا کیوں ضروری ہو گیا تھا۔ اگر آپ اس آخری وقت میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی وصیت فرماتا ہی چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسبتنا کتاب اللہ کہنے پر کیوں رک گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا۔ فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اے نبی محترم! اگر تم نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔ پھر خداوند کریم نے یہ بھی سورہ احزاب پارہ 22 میں فرمایا ہے۔ الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ جو لوگ خدا کے پیغاموں کو لوگوں تک جوں کا توں پہنچاتے تھے اور اس سے ہی ڈرتے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ پھر تم کیوں ڈرتے ہو۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ پارہ 22) اس آیت شریفہ نے بتلا دیا ہے کہ پاک ہستیوں پر تبلیغ کا مدار ہے وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماہوف ہو گئے۔ اس حدیث قرطاس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کو ثابت کرنے کے



ضمن میں یہ خیال نہیں آتا کہ محبوب رب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لاپرواہی کا التزام لگا رہے ہیں۔ معمولی سی غور و فکر رکھنے والا انسان اس قسم کے واقعات اور اشتہارات کو پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ یہ شیعہ لوگوں کی خرافات ہیں اور من گھڑت اور لجر تاویلات ہیں جن کا دار و مدار ان کی نفسانی خواہشات پر ہے۔

### حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

جواب سوم ﴿..... فرات بن ابراہیم الکوفی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فداک فما تاویل قوله لیس لك من الامر شئی قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرص ان يكون الامر مير المؤمنين (ع) من بعده فابى الله اے امام میرے ماں باپ قربان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب و مفہوم ہے۔ لیس لك من الامر شئی اور اس کی کیا تاویل ہوگی۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے ”خلافت بلا فصل“ کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف صفحہ 19)

شیعہ حضرات امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمائی۔ امام باقر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کو علم و عمل حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے تو گویا یہ تاویل خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔ اب اس کے بعد بھی شیعہ حضرات یہی راگ الاپتے ہیں کہ خم غدیر کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت بلا فصل کا اعلان برائے علی کرم اللہ وجہہ فرما دیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بھی تین صحابہ کے علاوہ تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) تو پھر میں شیعہ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام محمد باقر کے بارے میں تمہارا کیا حال ہے؟ کیا وہ بھی لیس لك من الامر شئی کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

جواب ۴ ﴿..... شیخ مفید اپنی معتبر کتاب حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
 (قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا) جب سب اٹھ کر چلے گئے وہاں باقی ماندہ اشخاص میں حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل بیت تھے تو حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں ہی مستقل طور پر رہے گا تو پھر اس کی بشارت دیجئے اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اس قدر الفاظ فرما کر سکوت فرمایا اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود ہم۔ بکون قد یسوا من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بیت رورہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اٹھ گئے۔ (الارشاد للشیخ المفیر باب فی طلب رسول بدوات و کف صفحہ 99) اس مذکورہ حدیث سے بالکل وضاحت ہو گئی کہ حضور علیہ السلام نے زندگی کے آخری وقت تک کسی کو خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ خم غدیر کے مقام پر ہو چکا تھا اور وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے میں اختلاف کے موقع پر حضرت عباس کی گزارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر خلافت علی جیسا کہ آپ خم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں۔ قائم و دائم رہے گی تو ہمیں خوشخبری سنا دیجئے۔ اس حدیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل بیت حضرت عباس خود حضرت علی المرتضیٰ اسبات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں ہی شاید حضور اکرم ہمارے حق میں خلافت بلا فصل کا اعلان فرمادیں تو موقع پر جب آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ تمہیں کمزور بے بس کر دیا جائے گا۔ تو ان الفاظ کے سنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ خلافت بلا فصل ہمیں نہیں ملے گا اس تا مرادی کی وجہ سے سب رو دیئے اور اٹھ گئے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث قرطاس نے ثابت تو کیا کرنا تھا۔ یہ واضح کر دیا کہ خم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سرو پا واقعہ ہے۔

جواب پنجم ﴿..... واذا سرى النبي الى بعض ازواجه حديثاً (سورة التحريم پارہ

28) جب کریم ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کی

اس کی تفسیر میں تفسیر صافی اور تفسیر قمی نے اس کا شان نزول یوں لکھا ہے۔ نہی پاک ﷺ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ان کے گھر تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں ماریہ قبطیہ بھی

موجود تھیں۔ اتفاقاً سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کسی کام کیلئے کہیں باہر گئیں ہوئی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے

ماریہ قبطیہ سے صحبت فرمائی تو جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا علم ہوا تو وہ ناراضگی مناتے

ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے

میرے گھر میں اور پھر میری باری کے وقت ماریہ قبطیہ سے صحبت کیوں فرمائی؟ اس کے جواب

میں آپ ﷺ نے فرمایا اے حفصہ رضی اللہ عنہا (راضی کرنے کیلئے) ایک تو میں نے ماریہ قبطیہ کو

اپنے نفس پر حرام کیا اور آئندہ اس سے کبھی صحبت نہیں کروں گا اور دوسرا میں تجھے ایک راز کی

بات کہتا ہوں اگر تو نے اس راز کی بات کو ظاہر کیا تو تیرے لئے اچھا نہ ہوگا۔ تو سیدہ

حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ٹھیک ہے لہذا آپ فرمائیں وہ راز کی بات کیا ہے؟ فقال ان ابا بکر

يلي انخلفة بعد ثم بعده، ابوك فقالت من انباك هذا قال نبأني العليم الخبير

ترجمہ ﴿..... آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے

بعد تیرے والد بزرگوار اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ

حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔ (تفسیر صافی

صفحہ 716 تفسیر قمی صفحہ 687 زیر آیت سورۃ تحریم

خلاصہ کلام ﴿..... اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور صاف غیر مبہم ہیں کہ جس کے

پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ”خلافت بلا فصل“ کا قصہ سرا

سرباطل اور من گھڑت ہے۔ کیونکہ خم غدیر کے موقع پر حضور ﷺ نے اگر حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ”خلافت بلا فصل“ کا اعلان کر دیا ہوتا تو اس اعلان کے بعد آپ اپنی زوجہ

”حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا“ کو یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد

خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس منصب کو

سنبھالیں گے۔ تو مقام غور و فکر ہے۔ دونوں روایتیں تو سچی ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی۔ اب اگر شیعہ لوگوں کا استدلال حدیث خم غدیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلاف بلا فصل کا اعلان تھی کو مان لیا جائے تو پھر اس حدیث کی رو سے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بطور خوشخبری خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہا عظیم و خیر سے خبر پا کر دی تو پھر وہ جھوٹی ہوئی۔ اس پر اللہ رب العزت پر جھوٹ کا الزام آئے گا۔ جو اس کی ذات پر بہتان عظیم ہے۔ نہیں نہیں واقعہ نے ثابت کر دیا کہ حدیث رسول ﷺ بالکل سچی ہے جس میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خبر دی اور خم غدیر میں اعلان خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باطل ہونا ظاہر

جواب ششم ﴿.....﴾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے دھن میں تو ہین رسول ﷺ

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ لئن اشرکت لیحبن عمک ولتکونن من المخرسین اگر بفرض محال آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (پارہ 24 سورہ زمر)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تفسیر قمی اور تفسیر صافی یوں گویا ہیں۔ ترجمہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت (لئن اشرکت الخ) کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے اگر اپنی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ کسی اور کو اس امر میں شریک کار کیا۔

امرت بولاية احد مع ولاية علي عليه السلام من بعدك ليحطن عمك ولتكونن من المخرسین تو اس جرم کی پاداش میں آپ کے تمام حسن ضائع ہو جائیں گے۔ اور نتیجتاً آپ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے۔ (تفسیر قمی صفحہ 580 طبع قدیم سورہ زمر تفسیر صافی 472 جلد 2 طبع جدید صفحہ 472 زیر آیت لئن اشرکت لیحطن عمک) اس آیت کی مذکورہ تاویل کی بنا پر شیعہ لوگوں نے اپنا گھر تو آباد کر لیا وہ یہ کہ نبی پاک

علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان بمقام خم غدیر کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا۔ ورنہ آپ کے تمام اعمال (معاذ اللہ) ضبط کر لئے جائیں گے اور خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤ گے۔ لیکن اس تاویل جاہلانہ اور استدلال باطلانہ سے جو توہین حضور (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو لگتا ہے۔ اس طرح بصارت و بصیرت کے اندھوں نے دیکھا کہ آپ کی نبوت تو کجا؟ اعمال حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں۔ برائے عقل و دانش باید گریست ہم جو اب پنجم میں ذکر بحوالہ تفسیر صافی و تفسیر قمی کر آئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کے ایک راز کی اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے ”خلافت بلا فصل“ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے اور پھر دوسرے خلیفہ تمہارے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ امر خلافت میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم دونوں حضرات کو شریک فرمایا اور یہی وہ شرکت تھی کہ جس سے اللہ رب العزت نے آپ کو منع فرمایا۔ تو جب منع کے باوجود آپ نہ رکنے تو اس پر جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہو گئی تو معلوم ہوا آپ نے خلافت علی رضی اللہ عنہ اور دونوں حضرات کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیئے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کر لیا جس سراسر نقصان اٹھانے والے ہیں۔ شیعہ لوگوں نے تو اپنا مقصد اور مدعا ثابت کرنا ہے خواہ اس کے لئے من گھڑت روایات غلط استدلال اور لچر تاویلات ہی کیوں نہ کرنا پڑیں۔

سبحانك هذا بهتان عظيم على النبي الكريم والعباد بالله من الرافضين

جواب ہفتم ﴿..... حضور علیہ السلام کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

حدیث پاک میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لاجتماع امتی علی الصلوات میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اس روایت کی تصدیق شیعہ حضرات کے امام الحدیث ملا باقر مجلسی کی کتاب میں پڑھیے۔ سیزدہم آں است کہ خدا ایشاں راز گرسنگی نئے کشد و ایشاں رابر گمراہی جمع نہ کند و مسلط نئے گرداند بر ایشاں دشمن غیر از ایشاں و ہمہ را بعد اب معذب نئے گرداند و طاعون را شہادت ایشاں گردانیدہ است

ترجمہ ﴿..... حضور علیہ السلام کی امت کی تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوکوں نہیں مارے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا اور پچھلی امتوں جیسے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا۔ یہ وہ حدیث ہے جس پر سنی و شیعہ بھی متفق ہیں۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 259 باب نہم)

اس حدیث میں منجملہ دیگر خصوصیات کے امت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ امت گمراہی اکٹھی نہیں ہوگی تو آئیے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منصوص تھی اور خم غدیر کے مقام پر تمام صحابہ نے اس کو مان لیا۔ لیکن حضور علیہ السلام کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار اور بیعت سے پھر گئے اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی اور اس طرح وہ الصلاہ پر اکٹھے ہو گئے جس کی بنا پر مرتد ٹھہرے (معاذ اللہ) اور یہ ہمارا ہی کہنا بلکہ ان کے مشہور شیعہ مصنف محمد بن عمر اپنی تصنیف ”رجال کشی“ میں یوں تحریر کرتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سوا صل الردة بعد النبی الا ثلاثہ فقلت ومن الثلاثہ فقال المقداد ابن الاسود و ابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن اسود۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ رجال کشی کے مصنف کی تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ سوا تین افراد کے بعد از وصال نبی محترم ساری امت مرتد ہو گئی۔ یعنی الصلاہ۔ پر متفق ہو گئی۔ حالانکہ گزشتہ حدیث جو حیات القلوب شیعہ کتاب سے ذکر کی گئی وہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک صحیح حدیث ہے۔ جس سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی دور میں بھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام تو گمراہی پر متفق نہ ہونے کی خصوصیت فرمائیں لیکن غضب خدا کا یہ کہ رجال کشی والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سب کو متفق علی الصلاہ گردانے جب اس کفریہ عبارت کا مطلب و معنی شیعہ لوگوں سے دریافت کیا گیا تو کہنے لگے تمام صحابہ کا مرتد ہونا علاوہ

تین افراد کے کہ انہوں نے سرور عالمیاں کے وصال کے بعد حدیث خم غدیر کی مخالفت کی تھی۔ جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا اعلان تھا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اہل بیت اور خاندان بنو ہاشم کے مسلمان افراد کے بارے کیا کہو گے۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ بے حیا باش ہرچہ خوانی کن ثابت ہوا حدیث خم غدیر سے مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنا جھوٹ کا پلندا اور باطل کی پٹاری ہے۔ جس سے ساری امت کی گمراہی ہی نکلتی ہے اور مسلم بین الفریقین حدیث پاک کے خلاف ہے۔ صفحہ 12 رجال کشی در ذکر سلمان فارسی شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 114 نویں سطر پر واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی رسول کے فرمان کہ صبح کو مشرکین کی امانتیں جو میرے پاس ہیں انہیں واپس کرنا اور تین دن کے بعد میرے اہل و عیال کو لے کر مدینہ آ جانا۔ اس پر حضرت کو کامل یقین تھا کہ میں نے امانتیں بھی واپس کرنی ہیں اور مدینہ میں بھی جانا ہے۔ رات گزارنے کیلئے خطرناک جگہ پر بے فکر ہو کر سو گئے۔۔۔ حضور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار میں چلے گئے۔ کفار تلاش کرتے ہوئے جب غار تک پہنچ گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطرہ محسوس کر کے حزن کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت آگئی اور انہیں حزن سے منع کیا گیا (لا تحزن اللہ معنا) مت حزن کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے مکڑی کے جالا سے حفاظت فرمادی اور انہیں یہ توفیق بھی نہ دی کہ جھک کر دیکھ لیتے۔ ان میں سے ایک نے غار کی طرف پشت کر کے پیشاب کیا اسے یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ بیٹھے ہوئے پچھلی طرف دیکھ لیتا۔ یہ خدا بند و بست تھا۔ جس کا ذکر سے اللہ الفاظ قرآن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے منع فرمائیں وہ ثواب نہیں ہوتا۔ یہ فرق ہے جانشین رسالت میں کہ خطرناک جگہ پر رسول اللہ نے فرمایا سو جاؤ بے فکر ہو کر سو گئے اور جہاں پر حفاظت کیلئے خدا کے حکم سے گئے وہاں ساتھ والے حزن کریں یہ اشارہ سیدنا ابو بکر صدیق کی طرف کہ وہ غار میں داویلا، آہ و فغاں کرنے لگے تو اللہ نے فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا تحزن ان اللہ معنا)

جواب ﴿.....﴾ اگرچہ ہم کو ایسی بیہودہ تحریروں کے جواب میں لکھنا وقت کا ضائع کرنا ہے مگر تنبیہا للسفہاء کچھ لکھتے ہیں۔

اعتراض شعیہ ﴿..... حزن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اطاعت تھا۔ یا معصیت اگر اطاعت تھا تو منع کیوں کیا اگر معصیت تھا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا۔ جواب الزامی یہ ہے کہ اللہ پاک نے جو خطاب حضرت موسیٰ سے کیا ہے کہ لا تخف انک انت الاعلیٰ اور حضرت لوط سے فرمایا لا تحزن انا منجورواہلک اور پیغمبر خدا سے فرمایا لا یحزنک قولہم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کفار کی باتوں سے رنج ہوتا تھا۔ خدا نے ان کے اطمینان اور تسلی کیلئے ولا تخف اور لا تحزن فرمایا پس ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے کہ ان پیغمبروں کا خوف و حزن اطاعت تھا یا معصیت۔ اگر اطاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اگر معصیت تھا تو انبیاء معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جواب اس کا جو شیعہ دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے سمجھیں۔ اگر حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جان پیش کر دی۔ درست ہے مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جان پیش کر دی، مال پیش کر دیا اور سارا کنبہ پیش کر دیا۔ اس کا جواب شیعہ حضرات کے علامہ باذل اپنی مایہ ناز کتاب حملہ حیدری میں یوں تحریر کیا ہے۔

۱۔ چوں رفتند چندے ز دامان دشت ☆ قدم فدک سائی مجرد گشت

۲۔ ابو بکر آنگاہ بدوشش گرفت ☆ دے زیں حدیث است جائے شگفت

۳۔ کہ در کس چناں قوت آند پدید ☆ کہ باز نبوت تواند کشید

۴۔ بغار اندروں تاسہ روز و شب ☆ بسر بہ دآں شاہ بفرمان رب

۵۔ شدے پور بو بکر ہنگام شام ☆ بہ بردے درآں غار آب و طعام

۶۔ نمودے ہم از حال اصحاب شر ☆ حبیب خدائے جہاں را خبر

پہلے اور دوسرے شعر کا ترجمہ:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نے حضور کو کندھوں پر اٹھالیا۔ تیسرے شعر کا مطلب ہے۔ ابو بکر کو ایسی قوت کہاں سے ظہور

میں آئی کہ آپ نے نبوت کا بوجھ اٹھالیا۔ چوتھے شعر کا مطلب ہے کہ تین شب و روز غار میں

بس دونوں ہی رہے۔ پانچویں شعر کا مطلب ہے کہ صدیق اکبر کا بیٹا شام کو کھانا لاتا۔ چھٹے شعر



کا مطلب ہے کہ اور دن بھر کی خبریں بتاتا رہا۔

شاہ صاحب بخاری علم و فہم سے عاری اپنی کتاب کے صفحہ 120 پر تحریر کرتے ہیں اہل سنت کی بنیاد 120 ہجری کوفہ میں رکھی گئی جو ایک مجوسی کے پوتے نے رکھی تھی اس کا نام زوطی تھا جو مسلمان ہو گئے تھے۔ اس عقیدہ کو ترتیب دینے میں خاندان رسول سے کیا عرب قوم سے بھی نہ ملا۔ جاہلیت سے کس حقارت آمیز کلمات میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا۔ یہ بھی خیال کیا کہ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صرف پاکستان ہی میں کروڑوں کی تعداد میں مقلد ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت اہل حدیث بھی ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کے معترف ہیں۔ حدیث پاک جو کہ آپ کی معتبر کتاب احتجاج طبری تحریر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔

یا ابا جہل انما دفع عنک العذاب لعلمہ بانہ سیخرج من صلبک ذریۃ طیبۃ اے ابو جہل اللہ تعالیٰ نے تجھ سے عذاب عامہ اس لئے اٹھایا ہوا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ تیرے صلب سے ایک ذریۃ طیبہ پیدا ہوگی۔ (احتجاج طبری صفحہ 18) یہاں ذریۃ طیبہ کے الفاظ پوری صراحت سے موجود ہیں پس جب ابو جہل جیسے ازلی بد بخت کی اولاد میں سے بھی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہو سکتے ہیں اور اس کی صلب سے بھی طاہر و طیب ذریۃ نکل سکتی ہے۔ تو اباؤ اجداد کا کفران کی مومن اولاد میں کس قسم کی کمزوری یا نقص کا سبب کیسے بن سکتا ہے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احسن فی الاسلام لم یؤخذ بما عمل فی الجاہلیۃ جو اسلام قبول کر کے اچھے اعمال کرے تو اُسے اعمال جاہلیت پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی مسئلہ صاف ہو گیا کہ بعض صحابہ کی تنقیص محض اس لئے کرنا کہ وہ پہلے خود کو کفر میں تھے یا ان کے اباؤ اجداد کفر و شرک سے آلودہ تھے۔ یہ اسلام کی روشن تعلیمات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات سے بے خبری پر مبنی ہے۔ دوسرے تمہارے شیعہ ہونے پر افسوس کیا آپ کو پتہ نہیں کہ بنت یزدجرد جب حضرت عمر کے پاس آئیں تو امیر المؤمنین نے اس کو پوچھا تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا جہاں شاہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے

ابو عبد اللہ! تمہارا ایک بیٹا اس کے لطن پیدا ہوگا۔ جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ علی بن الحسین پیدا ہوئے۔ (اصول کافی مترجم جلد اول صفحہ 579 مطبوعہ کراچی۔)

وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسری اور ہاشم دونوں سے ہے۔ تو بتاؤ بخاری شاہ صاحب محترمہ مکرمہ سیدہ شہر بانو کا تعلق مجوسی خاندان سے نہیں تھا۔ دوسرے سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعلق آتش پرست خاندان سے نہیں تھا۔ (سلمان منا اہل البیت) امید ہے کہ ہمارے تینوں حوالے جو اس ضمن میں پیش کئے گئے پڑھ کر آنکھیں بند اور منہ کھلا رہ جائے گا۔ افسوس شیعہ لوگوں پر ہمارے بزرگوں کو چھوڑیے یہ جملہ افراد اہل بیت جو کہ فریقین کے نزدیک واجب صدا احترام ہیں۔ ان کی توہین کرنے میں ان کے اکابر علما کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (العیاذ باللہ)

جلا العیون صفحہ 268 میں ہے حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے شیعہ اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ امام حسن پاک رضی اللہ عنہ اپنے شیعہ کے جو رستم کی جس قدر شکایت کرتے ہیں ذیل کی روایات سے ظاہر ہے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا۔ کر دیا اور اسباب امام حسن پاک لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رد آء دوش مبارک سے کھینچ لی۔ جلا العیون صفحہ 276 حضرت امام حسن پاک نے فرمایا۔ بخدا سو گند اس جماعت میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں با امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ لوگ مجھے قتل کر دیں اور میرے اہل و عیال عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سو گند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ اسی کتاب کے صفحہ 277 میں ہے شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن پاک اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ اُسے سفیان بن لیثی کہتے تھے۔ اُس نے کہا السلام علیک یا مذل المؤمنین اے ذلیل کتندہ مومناں۔ خلاصہ کلام ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن پاک رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا! صرف اس جرم پر کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتا ہے۔ اُن کے والد گرام حضرت جناب علی کرم اللہ وجہہ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ بلوہ کر کے اُن کا مال لوٹ لیا۔ آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ پھر مخلص شیعہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ذلیل کتندہ مومناں کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمال کمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔ (متاثرین شیعہ)

## رسالت کے متعلق شیعہ عقائد

.....  
 منی براہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک سورة البقرة میں ارشاد خداوندی ہے۔ ان اللہ لا یتخی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقها بے شک اللہ تعالیٰ کسی حقیر چیز کی مثال بیان فرمانے سے نہیں رکتا۔ مچھر ہو یا اُس سے اوپر مچھر اور بڑے جانور سے کون کون مراد ہیں۔ اسے شیعہ مذہب کے ثقہ مفسر علی بن ابراہیم قمی سے سنیے۔

فالبعوضۃ امیر المؤمنین وما فوقها رسول اللہ مچھر سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بڑے سے مراد۔۔۔۔۔ ہیں۔ (استغفر اللہ) اور سنیے۔ شیخ طوسی اور نعمانی آٹھویں امام حضرت رضا سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کی علامت یہ ہوگی کہ وہ بروئے آفتاب برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور منادی اعلان کرگا کہ دوبارہ امیر المؤمنین آگئے ہیں۔ اور اس ننگے بدن والے مہدی کا سب سے پہلے مرید کون ہوگا؟ اسے ملا باقر مجلسی سے سنیے۔

اول کسے کہ بہ او بیعت کند محمد باشد سب سے پہلے اس ننگے بدن والے مہدی کی جو بیعت کریں گے۔ وہ رسالت مآب علیہ السلام ہوں گے۔ (استغفر اللہ ثم معاذ اللہ)

متعہ کیا ہے:۔ حق الیقین جلد دوم صفحہ 347 (شیعہ مذہب می ایک عورت کو مقررہ وقت کیلئے اجرت کے عوض جماع کی خاطر ٹھیکہ پر لینے کا نام ہے) تحفہ العوام کامل مصدقہ سید ابوالحسن

الموسویٰ ہذہ مستاجرة وہی بمنزلة الاماء جس عورت سے متعہ کرنا ہے بلکہ کرایہ کی عورت اور لوٹ یوں کی جا بجا ہے۔ یعنی ٹھیکہ کی شے ہے۔ (فروع کافی جلد دوم صفحہ 43)

### شیعہ مذہب میں متعہ کا مشہور طریقہ

عورت کہے مرد سے کہ متعہ میں دیا میں نے ذات اپنی کو اس قدر مہر اور اتنی مدت پر فوراً مرد کہے قبول کیا میں نے متعہ کو واسطے اپنی ذات کے اس قدر مہر اور اتنی مدت پر۔ یعنی کسی عورت کو کہیے کہ میں پانچ سو روپے کے عوض تجھے ایک رات یا آدھی رات یا ایک گھنٹہ کیلئے چاہتا ہوں۔ جب عورت مان جائے تو متعہ دُرست ہو گیا۔ (کتاب شیعہ صفحہ 365)

تحفة العوام کامل نو ترجمہ مصدقہ موافق فتاویٰ سرکا جہ۔ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام اعلم العلماء العالمین وقت متعین کرنا:۔ متعہ میں ضروری ہے کہ وقت متعین ہو وقت مقرر نہ کیا جائے تو متعہ باطل (تحفة العوام)

زنا:۔ زانی بھی اپنی محبوبہ سے وقت کی تعیین کا محتاج ہو کر اپنی ہوس پوری کرتا ہے صرف اس لئے کہ وہ زانی ہے اور متعہ کرنے والا شیعہ نام کا فرق ہے۔ متعہ میں گواہوں کی بھی ضرورت نہیں۔ ولیس فی المتعہ اشہاد ولا اعلان (ترجمہ: متعہ میں گواہوں کی اور اس کے اظہار کی بھی ضرورت نہیں) تہذیب الاحکام جلد اول

کتاب النکاح باب المتعہ صفحہ 189 اسی طرح زنا بھی چوری چھپی ہوتا ہے۔

اول دام پھر کام:۔ متعہ میں اجرت پیشگی دینی ضروری ہے۔ یہاں تک اگر مجموعہ عورت نے اجرت کا دعویٰ کیا وہ سماعت نہ ہوگا۔ مصباح المسائل صفحہ 261 جامع عباسی صفحہ 257 زانی بھی اپنی محبوبہ کو خرچی پیشگی ادا کرتا ہے۔ ہاں انہوں نے متعہ کو آ ز نہیں بنایا اور شیعہ اس فعل کو متعہ کی اڑ میں کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بچے مومن اور زانی لغتوں اور گالیوں کا حقدار متعہ سے اصلی غرض:۔ شیعہ کے نزدیک متعہ کی غرض محض شہوت کو بھگانا ہے۔ اس

کا ثبوت ویجوز المعزل عنها وان الم بشرط لان الغرض الاصلی منه الا

استناع دون النسل

ترجمہ:- مجموعہ عورت سے عزل یعنی بوقت انزال منی کو باہر گرا دینا جائز ہے۔ اگرچہ شرط نہ کی ہو کیونکہ متعہ سے اصلی غرض صرف فائدہ اٹھانا ہے۔ نہ کہ نسل یعنی اولاد اور زنا اور یہی غرض زنا میں ہوتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی زانی سے پوچھ لیجئے۔ زنا کرنے سے اُن کا مقصد اولاد نہیں ہوتی بلکہ الٹا خطرہ ہے۔ اگر ناجائز نطفہ ٹھہر جائے اور وہ بے شوہر عورت ہو تو اس نطفہ کو گرانے کیلئے کتنے پاڑ بلیتے ہیں۔ (جامع عباسی صفحہ 155)

### اب متعہ کا اجر و ثواب پڑھے

- ۱..... فرمایا جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک بار وہ اہل بہشت سے ہے۔ (تحفۃ العوام)
- ۲..... ہر کہ یک بار متعہ کند اواز آتش دوزخ ایمن شود ہر کہ دو دفعہ متعہ کند محشود شود با نیکو کاراں و ہر کہ سہ بار متعہ کند ہم نشینی و مقاربت کند ما من در اوضہ جناں۔
- ترجمہ:- ایک دفعہ متعہ کرنے سے آتش دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ دو دفعہ متعہ کرنے والے کو حشر مع الابرار یعنی صدیقوں شہد یوں کے ساتھ ہوگا۔ تیسری دفعہ متعہ کرنے سے جنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے جو نبی پاک آخر الزماں کیلئے مخصوص ہے۔
- ۳..... ہر کہ یکبار متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسین رضی اللہ عنہ باشد و ہر کہ دوبارہ متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسن باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ علی ابن ابی طالب باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ من باشد (تفسیر منہج الصادقین پارہ 5 صفحہ 356)
- ترجمہ:- متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے حسین کا دو دفعہ متعہ کرنے سے حسن کا تین دفعہ متعہ کرنے سے حضرت علی کا اور چار دفعہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ مل جاتا ہے۔ تو پھر نماز روزہ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر عبارات کرنے کی کیا ضرورت جس میں مالی بدنی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ پس چار دفعہ کا ثواب (متعہ) کر لیا جائے۔
- ہم خرما و ہم ثواب:- حظ نفس بھی حاصل ہونا جہنم کا کھٹکا بھی نہ رہے۔ اور بہشت میں بھی مل جائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم کے ہم رتبہ ہو کر جنت کے مزے لوٹے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کیا کوئی غیرت

مندخص مان سکتا ہے۔ نہیں نہیں۔ یہ بے ہودہ روایات جو حضور ﷺ اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہیں۔ دیکھو ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرے۔ اور وہ جنت کا مالک بن جائے اور پاک اماموں اور نبی کا ہم رتبہ ہو جائے گا۔ نیز شیعہ حضرات کے ایرانی امام خمینی بھی ایسے عقائد باطلہ کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

از ضروریات مذہب ما است کہ کے بمقامات معنوی ائمہ (ع) نے رسد حتیٰ ملک مقرب ونہی مرسل یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نہی مرسل بھی نہیں پاسکتا۔

(ولایت و قیہ فارسی صفحہ 58 نعوذ باللہ من ذالک)

## سیدہ فاطمہؑ کے متعلق شیعہ حضرات کی یاد گوئی

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؑ حضرت علیؑ کا ان صفات سے ذکر کیا۔

عبارت یہ ہے۔

مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ امی و مثل خائناں در خانہ گریختہ امی۔ و بعد ازاں کہ شجاعان دہر را بخاک ہلاک افگندی مغلوب ہیں نامرداں گردیدہ امی۔

ترجمہ:- رحم میں پڑے نا پختہ بچے کی طرح تم پردہ نشین ہوئے بیٹھے ہو اور خیانت کرنے والوں کی طرح گھر بھاگ آئے ہو اور دنیا کے بہادروں کو خاک ہلاکت پر گرانے کے بعد خود ان نامردوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ واہ واہ مجلسی صاحب آپ نے تو اہل بیت کی تعریف کا حق ادا کر دیا۔

﴿۲﴾ باقر مجلسی لکھتا ہے کہ سیدہ فاطمہ خاتون جنت نے عورتوں سے سن کر حضرت علی کے حلیہ کی شکایت اس طرح کی۔ او مردی سیت شکم بزرگ و دست ہائے بلند دارد و بند ہائے استخوانش کندہ است و پیش سرش موندارد و چشمہائے بزرگ دارد و پوستہ دندانہایش بخندہ و کشادہ است و مالے ندارد۔

ترجمہ:- حضرت علی نے باغ صدقہ کیا یعنی فروخت کر کے ساری رقم باغ کی جو وصول کی وہ غربا میں تقسیم کر دی یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ رقم کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا راہ خدا میں تقسیم کر دی پھر حضرت خاتون جنت نے فرمایا میں بھوکی ہوں میرے بیٹے بھوکے ہیں اور آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کہا میرا دامن چھوڑ دو۔ سیدہ نے فرمایا خدا کی قسم میں آپ کو ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان فیصلہ فرمادیں۔

پس جبرائیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور علی رضی اللہ عنہ کو سلام فرماتا ہے اور کہا کہ فاطمہ کو قل لفاطمۃ لیس ان تضربی علی یدیہ وتلزمی بشوبہ یعنی سیدہ کو فرمادے کہ تیرے لئے یہ جائز نہیں کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔ (امالی صدوق)

نوٹ:- ہماری دانست کے مطابق شاہ صاحب بخاری ایسی تمام روایات راویانِ سبائی ٹولہ کی وضع کردہ ہیں۔ اگر ان ائمہ اہل بیت اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کچھ بھی عقیدت ہوتی نہ وہ ایسی ریک روایات ہرگز نقل نہ کرتے۔ جو خود کو شیعہ اور محبت علی رضی اللہ عنہ و اہل بیت کہتے ہیں۔ شاہ صاحب بخاری سے ہم پوچھتے ہیں حق بجانب ہیں کہ:

سوال:- شاہ صاحب آپ نے اپنی کتاب کے آخری صفحہ 222 پر دعا کی کہ خاتمہ بالخیر کیلئے کہ اللہ تعالیٰ حضور خاتم النبیین اور حضور کی آل طیبین الطاہرین المعصومین و صحابہ کرام مکرمین المعظمین کے طفیل میں تاثر و ساعی اور میرا خاتمہ بخیر کرے آمین یا رب العلمین۔

اب سنیے اپنے اکابر محدثین کا عقیدہ!

﴿..... شیعہ کے اول درجہ کے محدث ملا محمد بن یعقوب کلینی۔ حضرت امام محمد باقر کے حوالے سے صحابہ کرام کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ کان الناس اهل ردة

بعد النبي صلى الله عليه وآله وسلم الا ثلاثة فقلت من الثلاثة فقال المقداد

بن الاسود و ابو زر غفاري و سلمان الفارسي رحمة الله وبركاته عليهم

ترجمہ:- رسالت مآب ﷺ کی وفات کے بعد مقداد بن الاسود۔ ابو زر غفاری۔ سلمان  
فارسی کے سوا سب لوگ (صحابہ کرام مرتد ہو گئے) (العاذ باللہ)

﴿۲﴾..... در کتاب اختصاص بسند معتبر روایت کردہ است حضرت امام جعفر صادق (ع)  
حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود اے سلمان اگر عرض کنند علم ترا بر مقداد ہر آئینہ کا فر میشود پس  
فرمودہ اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان ہر آئینہ کا فر میشود

ترجمہ:- کتاب اختصاص معتبر سے سند سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق  
فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے سلمان اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے تو وہ  
ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر جناب رسول نے فرمایا اے مقداد اگر تمہارا صبر سلمان پر پیش  
کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے گا۔ کیا خوب مسلمانی ہے۔ سلمان کے علم کی اطلاع مقداد  
سے ملے تو وہ کافر ہو جائے۔ اور مقداد کے صبر کی سلمان کو خبر ملے تو بھی کافر ہو جائے گا۔  
خلاصہ یہ ہے کہ ہادی السلام نے بمشکل تین مسلمان بنائے جو بعد وفات رسول اللہ ﷺ  
مسلمان رہے۔ ان میں بھی دو ایسے ڈھلے یقین تھے کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے تو  
اسلام کو خیر باد کہدے اب صرف ابو زر مسلمان رہ گئے۔ اس لئے تو صرف رسول پاک اور  
قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر حرف آتا ہے۔ رسول پاک حسب فرمان خداوندی  
وملا ارسلناك الا لافلة للناس ہم نے آپ کو سارے جہاں جن و انس کی ہدایت کیلئے  
رسول بنا کر بھیجا۔ نتیجہ اس ساری کا گزاری یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا شاہ  
صاحب بخاری روایان سبائی کے حواری یہ عقیدہ مان کر مخالفین کے سامنے ایک منٹ کیلئے بھی  
کھڑے ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ آف ایسے عقیدہ پر شاہ صاحب غور کرو اور یہ  
بھی بتاؤ وہ کونسی صحابہ کرام کی جماعت ہے جس کے واسطے اور ان کے طفیل عاقبت بخیر کی  
دربار خداوندی میں دعا کر رہے۔ کیلئے سلمان فارسی تو رہ گئے۔ (حیات القلوب جلد ۱۰ صفحہ 633)



## امامت کے بارے میں شیعہ کا اختلاف

اولادِ حسنین اور دیگر علویوں کے خروج

- ﴿۱﴾..... شیعہ کا فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ کیسان یہ کہلاتا ہے۔
- ﴿۲﴾..... علی المرتضیٰ اور حسنین کے بعد زید شہید امام ہیں۔ وہ فرقہ زید یہ کہلاتا ہے۔
- ﴿۳﴾..... محمد یہ۔ علی المرتضیٰ۔ حسن مثنیٰ۔ عبداللہ محض۔ محمد نفس زکیہ یہ فرقہ محمد یہ کہلاتا ہے۔
- ﴿۴﴾..... امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کے بھائی عبداللہ ملقب بائح امام ہیں۔ فرقہ افضیہ
- ﴿۵﴾..... محمد بن عبداللہ جو اسماعیل بن امام جعفر صادق کی اولاد سے ہیں خاتم الائمه اور مہدی منتظر ہیں اس فرقہ کا نام مہدویہ ہے۔

محض امامت کے بارے میں شیعہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ میں صرف

امامیہ کے 32 فرقے مذکور ہیں۔ اب ایک دو حدیثیں پڑھیے

عن ابی عبداللہ علیہ السلام۔ قال من ادعی الایمانہ ولیس من اهلہا فهو کافر اما جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص امامت کا دعویٰ کرے اور امامت کا اہل نہ ہو وہ کافر ہے۔ اصول کافی صفحہ 236 مقام غور و فکر ایک نہیں بیسوں نے دعویٰ امامت کیا جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسن پاک اور امام حسین پاک۔ امام جعفر صادق کی اولاد پاک ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ تو بموجب اس حدیث کے جو ہم نے بحوالہ امام جعفر صادق اصول کافی سے بیان کی ہے۔ (معاذ اللہ) وہ کافر ہو گئے۔ شاہ صاحب اس کو کہتے حب اہل بیت توبہ توبہ یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک ہو۔ اصول کافی کے باب حق و باطل میں مذکور ہے۔ کہ حضرت زید شہید اہل کوفہ کے خطوط لے کر امام محمد باقر کے پاس گئے۔ جن میں اہل کوفہ نے ان کو خروج کی ترغیب دی تھی اور رفاقت کا وعدہ کیا۔ حضرت زید شہید رضی اللہ عنہ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو کہا ان خطوط کے لکھنے میں انہوں نے اپنی طرف سے بتدا کی ہے۔ اس لئے کہ وہ قرابت رسول سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہماری محبت اور اطاعت کو واجب سمجھتے ہیں۔ اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ محبت ہم سب کی واجب ہے مگر اطاعت ایک کی ہم میں سے

واجب ہے۔ م غضب زید عند ذالک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ تو غصہ آ گیا اس بات پر تو زید کو پھر انہوں نے فرمایا کہ امام ہم میں وہ شخص نہیں ہے جو گھر میں بیٹھ رہے۔ اور ہر پردہ لٹکالے اور جہاد سے غافل ہو جائے اور لیکن امام ہم سے وہ ہے جو اپنی سلطنت کی نگہبانی کرے اور اللہ کیلئے ایسا جہاد کرے جو جہاد کا حق ہے اور اپنی رعیت پر ظلم نہ ہونے دے۔ اب شیعوں پر سخت مشکل پیش آئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدہ طیبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پر پوتے نے ان کے مذہب کی جڑ کاٹ دی اور مسئلہ امامت کو ایسا بگاڑ دیا جو کسی طرح بن نہ سکے۔ (اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 224) امام زید شہید رضی اللہ عنہ اپنے جد امجد کے یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ پاک کا نمونہ تھے۔ جو حالت اُن کی ہوئی وہی زید شہید کی ہوئی۔ امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اور اللہ نہ خروج کرے گا۔ بنی فاطمہ سے زمانہ امام مہدی علیہ السلام سے پہلے مگر اس کی وہ حالت ہوگی جیسے چڑیا کا بچہ اپنے بازوؤں کے درست ہونے سے پہلے آشیانہ سے نکل پڑے اور لڑکے کے اس کا کھیل بنا دیں۔ مطلب یہ کہ ضرور مارا جائے گا۔ اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ سادات بنی فاطمہ سے زمانہ امام مہدی سے پہلے جو کوئی خروج کرے گا وہ ناکام ہوگا اور یقیناً مارا جائے گا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص مستحق خلافت ظاہری بمعنی بادشاہت نہ تھا اور اللہ نے ہرگز اپنے شخصوں کے امام بنانے کا حکم نہ کیا ہوگا جو جہاد میں یقیناً شکست پانے والے اور مارے جانے والے تھے۔

الحاصل (قاتل امیر رضی اللہ عنہ بھی شیعہ تھا) شیخ مفید نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے۔ کہ جناب امیر نے لوگوں سے اس وقت عبدالرحمن بن ملجم مرادی ملعون آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرے۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ کی یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت سے اُس نے بیعت کی جب اُس نے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اُسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لئے۔ (جلالینون اردو صفحہ 199)

قاتلین حسین بھی شیعہ تھے کتب شیعہ اس پر گواہ ہیں۔ کوفہ سے بہت زیادہ مراسلات بھیج کر امام پاک کو منگوا یا پہلے حضرت امام مسلم کو موعہ خورد سال بچوں کو شہید کیا پھر پاک امام

حسین رضی اللہ عنہ کو انہیں شیعہ حضرات نے بے دردی سے شہید کیا۔ (جلا العیون صفحہ 279)

روایات سے ثابت ہے کہ شیعان علی اور ان کے فرزند اکبر حضرت امام حسن پاک سے جو سلوک کیا صرف اس جرم پر کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتا ہے اُن کو اور ان کے قبلہ جناب امیر کو معاذ اللہ کا فر کہا۔ بلوہ کر کے اُن پر ٹوٹ پڑے مال لوٹ لیا اور آپ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ پھر ایک مخلص نے ذلیل کنندہ مومنوں کا خطاب دیا۔ (جلا العیون صفحہ 268)

شیعہ جو خود کو محبت علی رضی اللہ عنہ و اہل بیت کہتے ہیں انہوں نے تو اپنی کتابوں میں جو ان کی یہ تعریف کی جس کے ابھی نے اوپر حوالے دیئے۔ سردست یہاں ہم ایک جلیل القدر سنی اور عظیم المرتبہ ولی کا بیان آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث رسول ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک کتاب اور (قرآن) دوسری عرت (اہل بیت) اہل بیت سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی نسل پاک ہے اور انکو پکڑنے سے یہ مراد ہے کہ ایمان والے ان سے محبت رکھیں ان کی حرمت کی حفاظت کریں۔ ان کی روایات پر عمل کریں۔ علی قاری فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی آل کی اطاعت کو مطلق رکھا ہے۔ اس میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو صحیح معنوں میں اور حقیقتاً آپ کی نسل سے ہوگا اس کے عقائد اس کے اعمال شریعت اور طریقت کے عین مطابق ہوں گے۔ امام اہل سنت علی قاری رضی اللہ عنہ کے بیان سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی۔

### عقیدہ اہل سنت در بارہ اہل بیت یعنی نسل پاک ﷺ

نہی کریم ﷺ کی نسل پاک کا کوئی فرد تا قیامت بددین اور گم راہ نہیں ہوگا۔ نبی ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کا نطفہ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دودھ ایسا اثر عظیم رکھتا ہے کہ ان کا بچہ کفر و نفاق پر نہیں مرتا۔ جب آل پاک علی جدہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اتباع کا رشتہ رکھنے والا گمراہ نہ ہوگا تو آل پاک کیسے گمراہ ہو سکتی ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ نبی پاک ﷺ کا کوئی فرد کافر اور بددین و گمراہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو بددین اور گمراہ ہو کر سید آل رسول کہلاتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا۔

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا.....☆..... تو ہی عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بخاری شاہ صاحب اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 161 بارہویں سطر پر ذکر کرتے ہیں جسے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (یعنی ایسا جیسے کہ فرمایا گیا) من لم يعرف امام زمانہ فقد مات میتہ جاہلیۃ بعثت رسول اللہ ﷺ کے لوگ خود وضع تھے۔ کسی ایک حاکم پر متفق نہ تھے گھر گھر حکومت تھی۔ بعد بعثت رسالت مآب ﷺ سب ایک حاکم پر جمع ہو گئے۔ اب اگر کوئی اپنے وقت کے مقتدا کو نہ پہچانے اور اس سے جدا رہے تو اس کی موت بھی اسی زمانہ جاہلیت جیسی ہوگی اور لفظ امام کا خلیفہ اور حاکم ظاہر پر بولتے ہیں اور مقتدا اور پیشوائے دین کو بھی کہتے ہیں۔ سو باعتبار معنی اول کے تو حاصل حدیث یہ ہوا کہ اگر خلیفہ وقت کوئی موجود ہووے کہ اہل حل و عقد نے اسے اپنا امام کر لیا ہو اور پھر اس کو کوئی شخص نہ مانے اور جماعت مسلمین سے جدا رہے اور اسی حالت میں وہ مر جائے تو اس کی جاہلیت کے زمانہ کی طرح موت ہوئی اور یہ معنی نہیں وہ کافر اور اگر اس زمانہ میں کوئی ایسا امام المسلمین موجود ہی نہیں بلکہ زمانہ فتنہ و افتراق ہے تو نہ امام زمانہ موجود نہ کوئی سبیل اس کے پہچاننے کی۔ کیونکہ معرفت بعد از وجود شے ہوتی ہے نہ کہ پہلے وجود شے چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ایام فتنہ اور قتال فتنہ سے جب ڈرایا تو حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کہ میں کیا کروں اگر زمانہ کو پاؤں فرمایا یا جماعت مسلمین کے ساتھ رہے عرض کیا اگر نہ ہو امام و جماعت مسلمین فرمایا ایک سو ہو جاؤ سب ان فرقوں سے تو معلوم ہوا کہ بعض زمانہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں امام مسلمین موجود نہ ہو۔ ایسے حال میں معرفت امام زمانہ کا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اگر بمعنی ثانی ہے یعنی مقتدا و پیشوا تو مقتدائے دین ہر زمانہ میں ہوتا ہے جسے مجدد کہا جاتا ہے۔ وہ بدعات نو پیدا قلع قمع کرتا ہے اور حسب استعداد اہل زمانہ کے تجدید طریقہ حصول ظاہر و باطن دین کرتا ہے۔ سوا کمانہ جاننے والا بھی البتہ بموت جاہلیت عصیاں میں مرتا ہے۔ یہ معنی ہیں اس حدیث کے اور جو معنی شاہ صاحب بخاری نے اس حدیث میں لکھے کہ جو نہ جانے پہچانے امام زمانہ کو وہ کافر مرتا ہے۔ سبحان اللہ

کیا جرأت یا لاعلمی باعث اس خطا کی ہے۔

دیکھو نصب امام بمشورہ ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بالشوریٰ

ثابت ہے۔ انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموہ

اماما کان ذالک للہ رضی فان خرج عن امرہم خارج بطعن او بدعة ردوہ الی ما

خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین و ولاہ ماتولی۔

ترجمہ:- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط میں سے ایک خط جو حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے تحریر فرمایا۔ بات یہ ہے کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابو بکر، عمر

اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تھی۔ اور مقصد بیعت بھی وہی تھا جو ان سے تھا۔ لہذا موجود حضرات میں

سے کسی کو علیحدگی کا اختیار نہیں اور نہ غائب لوگوں کو اس کی تردید کی اجازت ہے۔

(نہج البلاغہ خط 6 صفحہ 366 مطبوعہ بیروت)

مشورہ مہاجرین و انصار کو وہی شایان شان ہے تو اگر یہ سب کسی شخص کے خلیفہ بنانے پر

متفق ہو جائیں تو یہ اللہ کی رضا ہوگی اور اگر ان کے حکم سے کسی نے بوجہ طعن یا بدعت کے خروج

کیا تو اسے واپس لوٹا دو اگر واپسی سے انکار کرے تو اس سے قتال کرو کیونکہ اس صورت

میں وہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کو ٹھکرانے والا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد انما

الشوریٰ للمہاجرین والانصار کی تفسیر ابن میثم شیبی ہے۔ و حصر للشوریٰ والاجتماع فی

المہاجرین والانصار لانہم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی اللہ علیہ

وسلم فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیتہ

المؤمنین الذی یحب اتباعہ۔

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین و انصار کیلئے مخصوص فرمایا۔ کیونکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل حل عقد (ارباب بست و کشاد) وہی ہیں اور جب وہ کسی معاملہ

پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت و بیعت پر متفق ہوئے تو ان کا یہ

اجماع و اتفاق ”حق“ ہوگا اور وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مؤمنین کا ایسا راستہ ہوگا جس کی

اتباع واجب ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد چہارم صفحہ 353)

ابن مہشم کلام کا خلاصہ! اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین اور انصار کا اجماع ہو۔ کیونکہ ان دونوں میں اکثریت اُن حضرات کی ہے جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے۔ جن کے متعلق حضور ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی۔ ان کا اجماع اللہ کا پسندیدہ ہے۔ لہذا ہر ایک کے لئے واجب الاتباع ٹھہرا۔ تو معلوم ہوا ان کا اجماع جنتیوں کا اجماع ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار کی اجتماعی مشاورت سے جو لوگ منتخب ہوئے وہ جنتی ہیں۔

اعتراض:- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ خلافت منصوص کے منکر تھے اور اجماعی خلافت کے قائل تھے۔ اس لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ الزامی جواب دیا اور اپنی خلافت کے ثبوت میں مہاجرین و انصار کے اجماع کا اصول پیش کیا۔

شیعہ حضرات اگر یہی بات ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اپنا عقیدہ پیش کرتے کہ خلافت منصوص ہے اور میری خلافت پر نص موجود ہے، آیہ خم غدیر سنتے آئیے تطہیر سے اپنا معصوم ہونا بیان کرتے اور اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو ان ثبوتوں کو تسلیم نہیں کرتے تو تمہارے عقیدے کے مطابق میری خلافت پر بھی مہاجرین و انصار کا اسی طرح اجماع ہوا ہے جیسے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر اُن کا اجماع ہوا تھا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا وہی عقیدہ بیان کیا جو سب مسلمانوں کا تھا۔ کہ مہاجرین و انصار جس کی امامت و امامت پر متفق ہو جائیں وہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔ ایسے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نص کیوں نہ پیش کی یہ اقدام ایک طرف تو حق کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ دوسری طرف شیعہ کو گمراہی میں دھکیلنا ہے۔

نوٹ:- آپ نے قرآنی نص پیش کی اپنے اسی عقیدے کی تائید میں ارشاد خداوندی و من یشاق الرسول من بعد ماتین له الہدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ و نصلہ جہنم و مساعت مصیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دے کر بیعت کے سلسلے میں ایک اصول بیان فرمایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب اس کو الزامی بیان کہنے والوں کو حیا آنی چاہیے۔ ہم سب اہل سنت اور اثنا عشر کو امام اور مقتدا کے دین و قطب ارشاد مقید رکھتے ہیں اور امام ظاہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور چھ ماہ امام حسن پاک کے کسی کو نہیں جانتے۔ اگرچہ اُن میں لیاقت امامت ظاہر ہوگی سب معاصرین

سے زیادہ تھی مگر وقوع اس کا بسبب اُن کے زہد کی تقدیر الہی میں نہ ہوا۔ کیونکہ امام کا کام انتظام رعایا کا اور دادِ مظلوم سے لینا اور جہاد وغیرہ امور ہوتے ہیں۔ تو پھر ان دس اماموں میں کبھی یہ بات ہوئی جو اُن کو امام ظاہر کہا جاوے۔ (بحوالہ نہج البلاغہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت بھی بالشوری ثابت ہوئی۔ الحمد للہ کتب شیعہ سے اور فرمان علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ امامت ظاہری الشوری ہوتی ہے اور جو لوگ بمشاوَرۃ خلفاء ہوئے ان کو شیعہ امام حق نہ جان کر بلا معرفت امام زمانہ مرتے ہیں۔ اور اہل سنت امام حق کو حق اور ظاہر کو ظاہر، باطن کو باطن پہچان کر عامل و اعطوا کل ذی حق حقہ ہو کر مومنین برضا عترت مرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو بھی ہدایت کرے تاکہ حق کو حق جانیں اور اپنے باطل سے باز آویں۔ اور نہج البلاغہ جو تمہارے نزدیک قرآن پاک کی طرح معتبر ہے ارشاد علی کرم اللہ وجہہ ”انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماماً کان ذالک للہ رضی“ مہاجر و انصار دونوں گروہ جس کسی کو متفقہ طور پر اپنا خلیفہ و امام بنانا منظور کر لیں تو وہ امام و خلیفہ پسندیدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہوگا۔ اس پر ایمان لے آویں ورنہ تکذیب حدیث مولا علی کے مرتکب ہو گئے۔

شاہ صاحب بخاری وکیل راویان سبائی اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 150 سے لے کر صفحہ 153 تک عبداللہ بن سباء کے تذکرہ میں لکھتے ہیں اور صفحہ 152 پر قسم کے الفاظ۔ اہل سنت حضرات میں قسم کھاتا ہوں کہ مذہب شیعہ ایک یہودی عبداللہ بن سبائے اس کے اصول و فروع مقرر کئے ہیں۔

ہم اس کا جواب دینے سے پہلے بطور تمہید ایک واقعہ پیش کرتے ہیں تاکہ اصل بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ قرآن پا سورة الاحزاب میں آیا۔ لئن لم یئتہ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض المر جفون فی المدینة لنغرینک بہم ثم یجاورنک فیہا الا قلیلاً ۝ ملعونین اینما ثقفوا أخذوا وقتلو تفتیلاً سنة اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاً۔

ترجمہ:- منافق اور فاسد القلب اور مدینہ طیبہ میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے اگر باز نہ

آئے تو ہم آپ کو ضرور ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ آپ کے ہمسایہ نہیں رہیں گے مگر تھوڑے دن! پھٹکارے ہوئے! جہاں کہیں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔ اور جو لوگ پہلے گذر چکے ان کے بارے میں بھی سنت اللہ یہی ہے اور آپ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر پائیں گے۔ اتفاق کی بات مجھے شادی پر جانے کا جلو موڑ سے پیغام آیا۔ جب شادی میں جا کر شریک ہوئے تو مہمانوں میں سے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو عقیدۂ کٹر شیعہ تھا مگر صاحب علم تھا۔ کہنے لگا تم اہل سنت کا عقیدہ رکھتے ہو اور حب اہل بیت کے دعویدار بھی اہل بیت کو چھوڑ کر دوسرے عقیدے کا دعویٰ یہ تو عجب بات ہے آپ کو شیعہ ہونا چاہیے تھا۔ میں نے کہا شیعہ لوگ زبانی طور محبت کے دعویدار ہیں حقیقت میں گستاخ آل رسول کے ہو۔ غصہ سے بولا کیسے میں نے کہا کہ تمہاری سب سے معتبر حدیث کی کتاب اصول کافی میں ہے کہ من ادعی الامامة وليس من اهلها فهو کافر مگر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پڑپوتے حضرت امام حسین کے پوتے حضرت زید شہید نے دعویٰ امامت کیا کیا تو وہ بقول حضرت امام جعفر صادق کافر ہو گیا یہ تمہارا حب اہل بیت کا ثبوت ہے۔ شرمندہ بھی ہوا مگر کہنے لگا کہ کیا پہاڑ الٹ پڑا کیا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کے سبب کافر نہیں ہو گیا تھا۔ اہل مجلس نے اسے بہت شرمندہ کیا۔ میں نے کہا یہ لوگ اہل بیت کے ہی گستاخ نہیں صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں کرتے۔ دیکھو میں نے یہی مندرجہ بالا سورۃ الاحزاب والی آیت پڑھ کر سنائی ہے۔ ترجمہ اس کا یہ منافقین لوگ اور وہ بھی جن کے دلوں میں خرابی ہے جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم ان پر آپ کو مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنا پائیں آپ کے ہمسایہ نہیں رہیں گے۔ مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے اور جو لوگ پہلے گذر چکے ان کے بارے میں بھی سنت اللہ یہی ہے اور آپ سنت اللہ میں تبدیلی نہیں کر پائیں گے۔ اب بتاؤ

﴿۱﴾ خلفائے ثلاثہ بقول شیعہ جب منافق تھے تو انہیں کیوں نہ قتل کیا گیا؟

﴿۲﴾ انہیں کیوں نے مدینہ سے نکالا گیا کہ ان کے لئے مجاورت نبوی ممنوع تھی؟



﴿۳﴾..... جو مجاورت خلفائے ثلاثہ کو حاصل ہوئی وہ تھوڑے دن تک رہی یا زندگی

بھر ساتھ رہے۔ برزخ میں بھی ساتھ۔

﴿۴﴾..... پھر اس کے برعکس نہ آپ کے عقیدہ اور واقعات کے مطابق حضرت علی کرم

اللہ وجہ مدینہ سے دور باہر شہید ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے باہر دیار  
غیر میں شہید ہوئے۔

تو اس وثوق سے اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی اور اس کی نہ بدلنے والی سنت کا عقدہ حل  
فرمائیے۔ وہ کوئی دلیل نہ دے سکا شرمندگی مٹانے کے لئے لگا۔ دیکھو مولوی صاحب حضرت  
علی اور امام حسین کو منافق کہتا ہے۔ میں نے جواباً کہا میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو ان مقدس  
ہستیوں کو منافق کہے یا منافق خیال کرے وہ ملعون دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ میں نے  
قرآن کی آیت پیش کی ہے کہ آپ کے عقیدہ اور مذہب کی وضاحت طلب کی ہے۔ اس کا  
جواب دیجئے مگر جواب کہاں؟ میں نے دوبارہ مجلس میں کہا ذرا قرآن پاک میں غور تو کرو  
ارشاد الہی ہے۔ لا نفرینک ثم لا یجاورونک مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم آپ کو ان  
کے قتل کا حکم دیں گے پھر یہ آپ کے پڑوس میں نہیں رہیں گے۔ کیا خلفائے ثلاثہ کو نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے پاک کر دیا اور پڑوس میں نہ رہنے دیا۔ خلفائے ثلاثہ کو ایسی مجاورت حاصل  
ہوئی کہ برزخ میں بھی ختم نہیں ہوئی۔ یہی حال شاہ صاحب بخاری کا ہے وہ اپنی کتاب کے صفحہ  
151 پہلی سطر پر لکھتے ہیں کہ ابوالعطاء ہمارے خلاف جھوٹ بول رہا ہے کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ایک  
یہودی نے رکھی ہے۔

جواب نمبر ۱:- شیعہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا

میں تشریف لائیں گے۔ اسے عقیدہ رجعت کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۲:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

جواب نمبر ۳:- بخلاف نص رسول پاک کے حضرت علی پر ظلم کیا۔

جواب نمبر ۴:- حضرت علی کی امامت کو فرض کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۵:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تو میرے لئے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام

شاہ صاحب بخاری شیعہ عقائد کا خاکہ ہے کہ اور تم بھی مانتے ہو تو شاہ جی یہی عقائد  
عبداللہ بن سباء یہودی کے ہیں۔ نہیں یقین تو ہم ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہوش حواس قائم رکھ  
کر پڑھ لیں۔ (ازروضة الصفاء جلد دوم صفحہ 470)

﴿..... نصاریٰ مے گویند کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواهد شد و  
ہمکنان روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسیٰ است پس او بر جعت اولیٰ باشد و  
خدائے عزوجل وے رانیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ مے فرماید (ان الذین فرض علیک  
القرآن الراد الی معاد)

ترجمہ:- عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر  
تشریف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا حق ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا۔ آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا۔ ان الذین فرض علیک القرآن لرادک الی  
معاد جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔ اس  
عقیدہ سبائی کو شیعہ لوگوں نے قبول کیا۔ نعمانی روایت کہ وہ است از حضرت امام محمد باقر رضی اللہ  
کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیروں آید خدا اور ایاری کند بملائکہ و اول کسے کہ با او بیعت کرد محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد از اں علی علیہ السلام

ترجمہ:- حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد  
(محمد مہدی) غار سے باہر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا اور ان کی  
سب سے پہلے بیعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت  
کریں گے۔ چونکہ بمطابق عقائد شیعہ امام مہدی کا ظہور قیامت سے پہلے کسی وقت بھی یقینی  
ہے۔ ان کے ظہور کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تب ہی امام مہدی  
کی بیعت کریں گے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کی ایجاد تھا۔

(حق القیام صفحہ 219 باب پنجم بیان اثبات دعوت)

﴿۲﴾..... حضور ﷺ کے خلیفہ بلا فصل اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثبوت:- و بعد از آنکہ سفہائے مصر بر این معنی عبد اللہ را مصدق داشتند با ایشان گفت ہر پیغمبرے را خلیفہ وصی مے بودہ است و خلیفہ رسول علی است و وصی او۔

ترجمہ:- جب عبد اللہ بن سبا کی اس کوشش اور عقیدہ (رجعت) کو مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے اُس سے کہا کہ دیکھو ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور حضور ﷺ کے خلیفہ اور وصی حضرت علی ہیں۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ 470 در ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ

﴿۳﴾..... امت بخلاف نص محمد ﷺ اور علی ظلم رواداشتند خلافت حق وے بود با اونگذاشتند لیکن امت نے آپ کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت نے دے کر ظلم کیا۔ (روضۃ الصفاء)

﴿۴﴾..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامت فرض ہے۔ کان یقول و هو علی یہودیتہ فی یوشع بن نون بعد موسیٰ علیہ السلام بہذہ المقالة فقال فی اسلامہ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام بمثل ذالک و هو اول من اشہر القول بفرض امامة علی علیہ السلام

ترجمہ:- عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا۔ (فرق الشیعہ مطبوعہ نجف اشرف صفحہ 22)

﴿۵﴾..... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی تو میرے لئے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام۔ ثبوت۔ چگونہ میشود پیغمبرے از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد و نا بے و خلیفے مخلوق نہ گمارد و کار امت را مہمل بگذارو؟ ہمانا محمد ﷺ وصی و خلیفہ بود۔ چنانکہ خود فرمود (انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ ازیں میتواں دانست علی علیہ السلام خلیفہ محمد ﷺ است

ترجمہ:- یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبر ﷺ دنیا سے جائے جبکہ وہ صاحب شریعت نبی ہو۔ مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے اور اپنی امت کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے لہذا نبی پاک ﷺ کے لئے علی علیہ السلام وصی ہیں اور خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تو میرے لئے یوں ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام اس سی سمجھا جاسکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہی محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں و عثمان اس منصب را غضب کرده و با خود بستہ اور عثمان نے یہ منصب (خلافت) غضب کر کے اپنے اوپر چسپاں کر رکھا ہے۔

(ناخ التواریخ جلد سوم صفحہ 237)

۶۔۔۔ قال عبد الله بن سبا لعلي انت الاله حقا ففاهه علي عليه السلام الى المدائن وقيل انه كان يهوديا فاسلم عبد الله بن سبا في حضرته علي في مكة في سنة 197 هـ. (انور نعمانيه صفحہ 197)

قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول لعن الله عبد الله بن سبا انه ادعى الربوبية في امير المؤمنين عليه السلام طائفا الويل لمن كذب علينا۔

ترجمہ:- ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا ہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت علی علیہ السلام خدا کے اطاعت گزار بندے تھے ہم پر افترا بازی کرنے والے کیلئے ہلاکت ہے۔ (رجال کشی صفحہ 100)

۷۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے اشیعی عقیدہ! سید ظہور الحسن خطیب شیعہ ملتان نے مقدمہ جلا العیون میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ انا عندی مفاہج الغیب میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں صحف اولیٰ میں ذکر شدہ ذوالقرنین ہوں۔ میں ہی خاتم سلیمان کے مالک ہوں۔ میں ہی حساب کتاب کا والی ہوں۔ میں ہی پلصراط اور موقف کا مالک ہوں۔ انا قاسم الجنة والنار انا آدم الاول انا نوح الاول انا آیت العجبار انا حقیقت

الاسرارك انا مروق الاشجار انا مفجر العيون انا مجرى الانهار

جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہوں۔ میں آدم اول اور نوح اول ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں ہی درختوں کو پتوں کا لباس اوڑھنے والا ہوں۔ میں ہی پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں ہی چشموں کا جاری کرنے والا اور

نہروں کو روانی دینے والا ہوں۔ (جلا العيون جلد دوم صفحہ 40 شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور)

شیعہ لوگوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ و خلیفہ بلا فصل اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔ شیعہ بچوں کی نماز (مرتبہ مولوی فرمان علی) اب شاہ صاحب بخاری وکیل راویاں سبائی ہم نے نوحوالے لکھے ہیں بقائمی ہوش و حواس بنظر عالی پڑھیے۔

﴿۱﴾..... عقیدہ رجعت یعنی حضور نبی اکرم قبل از قیامت دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

(از روضۃ الصفاء)

﴿۲﴾..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل اور وصی یعنی جانشین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(از روضۃ الصفاء)

﴿۳﴾..... صحابہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت مولیٰ علی کو

خلافت نہ دے کر ظلم کیا۔ (از روضۃ الصفاء)

﴿۴﴾..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت فرض ہے۔ (از فرق الشیعہ)

﴿۵﴾..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول پاک کے خلیفہ و وصی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے

فرمایا: اے علی تو میرے لئے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام۔

انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ (از تاریخ التوارخ)

﴿۶﴾..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الہ ہونے کا شیعہ عقیدہ (از جلا العيون صفحہ 75)

﴿۷﴾..... یہی عقیدہ بحوالہ رجال کشی

﴿۸﴾..... یہی عقیدہ از انوار نعمانیہ

﴿۹﴾..... حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل اور وصی رسول ہیں۔

(شیعہ بچوں کی نماز مرتبہ مولوی فرمان علی)

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر صفحہ 204 پر لکھتے ہیں۔

﴿۱﴾..... ابو العطاء اگر شیعہ مذہب تیرے غلط کہنے سے عبد اللہ بن سبا یہودی کا بنایا ہوا ہے تو پھر تمہیں دلیل بھی اسی یہودی کے فرمان سے دینی چاہیے تھی۔

﴿۲﴾..... اگر تیرا نظریہ ہے کہ اس یہودی کے عقیدہ کو ائمہ اہل بیت نے بھی اختیار کیا تو اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں کہ تم ائمہ اہل بیت کو بھی اس یہودی کے چکر میں مبتلا سمجھتے ہو۔

سوال نمبر (۱) کا جواب:- جو عقائد ان سات کتب شیعہ سے میں نے لکھے ہیں وہ عبد اللہ بن سبا یہودی کے اقوال و فرامین ہیں اس بات پر اکابر علمائے شیعہ و نامور مورخین گواہ ہیں۔ اگر نہیں مانتے تو ثابت کرو۔ مگر آپ کے جملہ حواری حوالہ جات مذکورہ کو غلط ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر غلط ثابت کر دو گے تو پانچ سو روپے نقد انعام دوں گا۔

سوال نمبر (۲) کا جواب:- جو کوئی ائمہ اہل بیت کو عبد اللہ بن سبا یہودی کا پیروکار خیال کرے میرے نزدیک وہ ملعون اور شیطان الرجیم اور خارج از اسلام ہے۔ ہوئی نہ وہی بات جس کا ذکر ہم پچھلے صفحہ کر آئے ہیں۔ یعنی جب شیعہ مناظر لا جواب ہو گیا تو کہنے لگا دیکھو مولوی صاحب حضرت علی اور حسین پاک کو منافق کہہ رہا ہے۔ یہی حال بخاری صاحب کا ہے کہ ہم نے سات حوالے انہی کی کتاب معتبرہ سے بزبان اکابر علمائے شیعہ لکھے ہیں اس کا کوئی ان کے پاس جواب نہیں الٹا ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کر دیا کہ مولوی ابو العطاء ائمہ پاک کو یہودی کے چکر میں خیال کرتے ہوں گے۔ سادہ سی مختصر بات ہے کہ ہم نے جو عقائد کتب شیعہ سے عبد اللہ بن سبا کے بیان کئے وہی عقائد بعینہ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ ائمہ اہل بیت طہین الطاہرین الصادقین ہم اہل سنت کے رہبر و راہنما۔ مقتداء و پیشوا ہیں (فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) (در بارہ مذہب اہل سنت)

اما اهل الجماعة فانا من اتبعني وان اقلوا اهل جماعة من اور میرے قسمین ہیں اگر چہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ واما اهل السنة فالمتمسكون بما سنه الله لهم ورسوله وان اقلوا اهل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو

مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کیلئے مقرر کے گئے۔

**خلاص کلام:**۔ علی پاک رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے تابعداروں کو ہی اہل جماعت کہا اور ساتھ ہی اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہیں۔ اور یہ بات شک و شبہ سے بلند و بالا اور حقیقت ہے کہ مولیٰ علی المرئضی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا کون پابند ہو سکتا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اہل سنت کے کامل و اکمل

مصدق ہیں۔ تو جس طرح آپ نے اپنے لئے اور اپنے تابعداروں کے لئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس طرح آپ اہل سنت بھی (از احتجاج طبری جلد اول صفحہ

246) قرار پائے۔ کیونکہ اس کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت و اہل جماعت میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے

بھی ضروری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اہل سنت و جماعت کی اس طرح تعریف فرمائی ہے۔ من سات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے۔ وہ اہل سنت و جماعت ہو کر مرا (جامع الاخبار شیخ صدوق صفحہ 189) دوسری روایت و لیس علی

من مات علی السنة والجماعة عذاب القبر وہ شدة يوم القيمة جو آدمی سنت و جماعت، (کے عقائد) پر مرے گا اسے عذاب قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

(جامع الاخبار صفحہ 87)

قارئین کرام بنظر انصاف اب خود فیصلہ کر لیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ مسلک تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حدیث مقدسہ سرور عالمیاں سے کی گئی۔ یا وہ

مسلمک جو عبد اللہ بن سبأ یہودی اور اس کے متبعین کا تھا کہ جن پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلا دیا بھی آیا ہے یا ملک بد کر دیا تھا۔ قابل توجہ

بات، بانئ مذہب شیعہ عبد اللہ بن سبأ جو کہ بوجہ عقائد کفریہ حضرت علی پاک امام جعفر صادق او ردیگر آئمہ اہل بیت کے نزدیک کافر تھا تو وہ لوگ اور وہ فرقہ جو اس جیسے عقائد رکھتا ہو اس کا

مومن ہونا کون تسلیم کرے گا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد اہل بیت اور ہیں اور عقائد شیعہ اور۔ حضرت علی کے الہ ہونے کا شیعہ عقیدہ کے ضمن میں ہم نے ظہور الحسن شیعہ نے مقدمہ جلاء العیون کے ضمن میں ایک خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کردہ بایں الفاظ نقل کیا ہے جو کہ ہم نے پچھلے اوراق میں نقل کیا ہے۔ خطبہ کے ابتدائی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

انا عندی مفاتیح الغیب میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ یہ ہے شیعہ عقیدہ اب قرآن فیصلہ پڑھیے۔ وعندہ مفاتیح الغیب لا يعلمها الا هو اور اللہ کے پاس ہیں۔ غیب کی کنجیاں جن کو بغیر اس کے کوئی بھی نہیں جانتا۔ (پارہ 7)

شیعہ عقیدہ رسولوں کی ہوئی حاجت روائی علی نے نوح کی کی تا خدائی۔ (تاریخ الامم)

قرآنی فیصلہ:- نجینا نوحاً والذین امنو معه اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام اور ساتھ والے ایمانداروں کو نجات دی۔ (پارہ 17)

شیعہ عقیدہ: نہ کرتا گر علی مشکل کشائی ☆ نہ پاتا چاہ سے یوسف رہائی۔

قرآنی فیصلہ:- واذا کر عبدنا ایوب اذ نادى ربه (پارہ 23) ذکر فرمادے تھے ایوب علیہ السلام کا جو کہ ہمارا بندہ تھا۔

وايوب اذ نادى ربه انى مسنى الضر وانت ارحم الراحمين فاستجبنا له فكشفنا ما به من الضر اور ایوب علیہ السلام نے جب اپنے رب کو پکارا کہ خداوند بیماری تو میرے پیچھے لگ گئی اور تو تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر ہے۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کی تو ہم نے ان کا جو دکھ درد تھادفع کر دیا۔ (پارہ 17)

شیعہ عقیدہ: ..... جب ابراہیم علیہ السلام کی چاہی اہانت علی نے کی علی کی اعانت

قرآنی فیصلہ: ..... قلنا يا نازكونی برد سلام علی ابراہیم

شیعہ عقیدہ: ..... علی کا معجزہ اک اک ہے تا در ☆ علی کی ذات ہے ہر شئی پہ قادر

قرآنی فیصلہ: ..... ان اللہ علی کل شیء قدیر

حال کے شیعہ اگر چہ بظاہر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ تاہم

اوصاف علی رضی اللہ عنہ ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کے درجہ الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ جس کا



واضح ثبوت ہم سابقہ اوراق میں کر چکے ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کا ناطق فیصلہ پڑھے جس سے روز روشن کی طرح حق واضح ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارکہ نے شیعہ و سنی ہر دو فریق کے سوال کا صاف صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرمادیا۔ چنانچہ نسخ البانہ جلد اول صفحہ 261 میں ہے کہ علی المرتضیٰ **رَضِيَ اللهُ عَنْهُ** نے فرمایا۔ **سِيَهْلِكُ فِي صِنْفَانِ مَحَبُّ مَفْرُطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَ مَبْغُضٌ مَفْرُطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبَغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَ خَيْرُ النَّاسِ فِي حَالِ الْنَمَطِ الْإِلَّا وَسَطُ فَالرَّمُومَةُ وَالزَّمُومَةُ السَّوَادُ الْإِلَّا عَظِيمٌ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفِرْقَةَ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذَّنْبِ الْإِلَّا مَنْ دَعَى إِلَى هَذَا الشَّعَارِ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هَذِهِ**

ترجمہ:- عنقریب میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے ایک محبت کرنے والا جو

حد سے بڑھ جائے۔ جس کو محبت خلاف حق کی طرح لے جائے دوسرا بغض رکھنے والا جس سے کم کرنے والا جس کو بغض خلاف حق کی طرح لے جائے۔ اور سب سے بہتر حال میرے متعلق درمیانی گروہ کا ہے جو نہ زیادہ محبت کرے اور نہ بغض رکھے پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔ کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور خبردار جماعت سے علیحدگی نہ اختیار کرنا کیونکہ جو انسان جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصہ میں جتا ہے۔ جیسا کہ غلہ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا حصہ بنتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص تم کو جماعت سے الگ ہونے کی تعلیم دے اُس کو قتل کر لینا اگرچہ وہ میرے اس عمامہ کے نیچے ہو۔ مقام غور و فکر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے اس خطبہ میں حقانیت مذہب اہل سنت و جماعت پر مہر کر دی ہے اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ شیعہ محبت مفرط ہیں جو حضرت علی اور دیگر ائمہ اہل بیت کو مثل نبی علیہ السلام معصوم سمجھتے ہیں اور حضرت علی کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخر الزماں کا ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اوصاف علی رضی اللہ عنہ ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر بھی شاید شیعہ کہہ دیں کہ ہم حضرت علی کی محبت میں افراط کر کے خلاف حق

کی طرف نہیں گئے تو علی کرم اللہ وجہہ یہ تصریح بھی کر دی کہ جو عقیدہ میرے متعلق سواد اعظم یعنی تمام مسلمانوں میں بڑی جماعت کا ہے اُسے اختیار کرو جو شخص سواد اعظم کے خلاف تعلیم دے وہ واجب القتل ہے وہ چاہے میرا ہی لباس پہن کر آئے اب یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ شیعہ اور خارجی بمقابلہ مسلمانان اہل سنت و جماعت آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ اگر شیعہ پھر بھی نہیں مانتے تو ہم ان کو معتبر شیعہ جو ان کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے اس کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی انہوں نے کہا جب بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افضل العبادات میں بحکم رسول پیشوا و امام بنائے گئے تو دنیوی امور میں بدرجہ اولیٰ امام بننے کے مستحق قرار پائے جائی گے۔ اس کے بعد نو بختی صاحب کتاب نے لکھا کہ مہاجر و انصار جب خلافت کے بارے میں اختلاف ہوا۔ تو مہاجرین نے کہا حضور ﷺ کی حدیث پاک میں ہے کہ امام و خلیفہ قریش سے ہوں گے تو انصار اور ان کے قبیعین نے ابو بکر صدیق کی طرف رجوع کیا۔ سوائے چند آدمیوں کے فصار مع ابی بکر السواد الاعظم والجمہور الا کثر فلبثومعہ، و مع عمر مجتمعتین علیہا رافین بہما پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سواد اعظم (بڑی جماعت) اور جمہور اور اکثریت وابستہ ہو گئی اور ان تمام نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے اس پر اجماع ہو گیا۔ (فرق الشیعہ مصنفہ محمد الحسن شیعہ صفحہ 3 و 4)

نوٹ:- اس بات کا شیعہ مؤرخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سواد اعظم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھا ہے۔ تو روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہی ہیں جو خلافت صدیقی کے بعد از نبی قائل ہیں۔ الحاصل شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت باعث نجات ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ حضرت علی کی محبت باعث ہلاکت بھی ہے۔ آپ کی محبت باعث نجات اس وقت ہے جبکہ مسلک اہل سنت و جماعت کے موافق ہو۔ فرمان مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ تیرے تہتر فرقوں میں ایسے ہوں گے کہ سب کے سب میری مودت و محبت کا دعویٰ کریں گے مگر ان تیروں میں صرف ایک جنت میں جائے گا۔ اور وہ واحدہ منها فی الجنة وہی التوسط الاوسط واثنا عشرۃ فی النار

وہی ہے جو درمیانی حالت میں رہا اور بارہ مرتبے دوزخ میں جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثناعشر یعنی بارہ فرقوں کو جہنمی قرار دیا اور نجات پانے والے گروہ کو فرمایا کہ جو معتدل عقیدہ میرے ساتھ رکھے گا۔ (معتدل عقیدہ سوائے اہل سنت جماعت کسی کا نہیں ہے) احتجاج طبری صفحہ 134 مطبوعہ ایران۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب صفحہ 128 تیرہویں سطر بعنوان آیہ استخلاف کی تشریح۔ ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُس نے ان پر پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا وہ میری بندگی کریں گے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ (النور 55) اس کی تفسیر و تشریح کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

اس جائز اور صحیح نوعیت کی خلاف کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جماعت اپنی مجموعی حیثیت میں ہوتی ہے۔ جس مذکورہ بالا اصولوں کو تسلیم کر کے اپنی ریاست قائم کی ہو۔ سورۃ النور آیت 55 کے الفاظ لیستخلفنہم فی الارض اس معاملہ میں صریح ہیں۔ اب پڑھیے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو اپنی اس تفسیر کردہ آیت کے مطابق دیکھتے ہیں۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ 232)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر افضل قرار دیتے ہوئے عقیدہ سب سے پہلے خلافت اُن کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے پھر علی بن ابی طالب کیلئے اور یہ خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔ دیگر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نہایت محتاط اور فکر آخرت کے دعویدار ابو یزید محمد دین بٹ اپنی کتاب خلاف رشید ابن رشید کے صفحہ 370 میں بعنوان ہر اہل ایمان حق بات کی تائید کرتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ابو یزید خارجی محمد دین بٹ کو اس کے ارسال کردہ خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔

محترم و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا عنایت نامہ ملا آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ یزید کی تکفیر غلط اور اس کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے اور اس سے زیادہ

قل وقال کے بجائے ہمیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے۔ حیرانگی کی بات ہے شاہ صاحب اپنی کتاب ”حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 203“ پر لکھتے ہیں۔ اصول مناظرہ یہی ہے کہ مد مقابل کے عقیدہ سے دلائل دیئے جائیں۔ شاہ صاحب آپ میری کتاب ”اظہار حقیقت الحق“ کا جواب لکھ رہے ہیں تو یہ تحریری مناظرہ ہے۔ تو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے آپ کا عقیدہ ملتا ہے اور ہم کو ان کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں وہ خود لکھتے ہیں کہ میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت و شافعیت ہی کا پابند ہوں۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ 235 مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی)

میرے نزدیک اہل علم کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ 246) تو خود اپنی کتاب میں شاہ صاحب آپ نے صفحہ 129 پر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا یہ فرمان لکھا کہ اس جائز اور صحیح نوعیت کی خلافت کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جماعت اپنی مجموعی حیثیت میں ہوتی ہے اس عبارت کو غور سے پڑھو۔ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور انہیں کے خاندان سے باقی گیارہ ائمہ اہل بیت کے سوا خلافت ظاہری و باطنی کے دعوے دار کاذب ہیں۔ تو کیا آپ اپنے عقیدہ سے بھی جاہل ہیں۔ آپ کے عقیدے کی تو جڑ کٹ گئی اور خلافت (ظاہری یعنی دینی و دنیاوی بادشاہت) خلفائے راشدین کیلئے ہمارا ایمان ہے۔ پھر آپ نے اپنی کتاب میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا عقیدہ دربارہ خلافت صفحہ 220 پر یوں نقل کیا ہے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر افضل قرار دیتے ہوئے سب سے پہلے خلافت ان کیلئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے پھر علی بن ابی طالب کیلئے اور یہ خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین ہیں۔ خلافت و ملوکیت صفحہ 232 شاہ صاحب بخاری سید مودودی صاحب نے نہیں لکھا۔ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین آپ کے ائمہ پاک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ اور امام حسن پاک رضی اللہ عنہ اور آپ کے اکابر نے بھی تسلیم کیا ہے۔ پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مبارک پڑھیے۔ امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک

قریش نوجوان امرالمؤمنین علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا حضرت میں نے بھی آپ سے خطبہ فرماتے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے۔ الفأللہم اصلحنا بما اصلحت بہ الخلفاء الراشدین فمن ہما؟ فقال حبیبای و عمارک ابو بکر و عمر اماما الہدیٰ و شیخا الاسلام و رجلاً قریش و المہتدیٰ بہما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ من اقتدیٰ بہما عصم و من اتبع آثارہما ہدیٰ الی صراط مستقیم اے میرے اللہ ہم پر اسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو کرم و مہربانی تو نے خلفائے راشدین پر فرمائی۔ تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وہ میرے پیارے ہیں اور تیرے چچا ہیں۔ ابو بکر و عمر دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں جس شخص نے ان کی اقتداء کی اس نے صراط مستقیم کی ہدایت پائی۔ (تلخیص الثانی للمحقق طوسی جلد دوم صفحہ 428) یہ قول کسی ذاکر یا مجتہد کا نہیں بلکہ معدن صدق و صفا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ہے اور روایت بھی ائمہ صادقین طیبین الطاہرین میں سے ہے۔ اب دیکھئے محبت و توفیٰ کا دم بھرنے والے اس پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہاں محقق طوسی نے اس روایت پر اپنی کتاب تلخیص الثانی میں لکھ کر اس پر اعتراض کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ روایت بے شک صحیح ہے اور ائمہ معصومین سے مروی ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں اس لئے میں اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین اکیلے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت فرماتے ہیں لہذا یہ خبر ادا دنا قابل اعتماد شیعہ ہے۔

جواب:- شیعہ مذہب میں بارہ امام ائمہ معصومین ہیں اس لئے ان سے غلطی تمہارے مذہب میں ممکن ہی نہیں۔ دوسرے یہ روایت جو ہم نے لکھی ہے اس کے پہلے راوی حضرت امام جعفر صادقؑ ہیں اور آپ فرماتے ہیں میری حدیث اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس کا ثبوت اصول کافی میں حماد بن عثمان وغیرہ نے کہا۔ قالو سمعنا ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول حدیثی حدیث ابی و حدیث ابی حدیث جدی و حدیث جدی حدیث الحسین و حدیث الحسین حدیث الحسن و حدیث الحسن حدیث امیر

المؤمنين و حديث امير المؤمنين حديث رسول الله و حديث رسول الله قول  
الله عز وجل (اصول کافی جلد اولد کتاب العقل والحیل صفحہ 56)

نوٹ:- جس کو فرمان خدا پر یقین نہ آئے اس کا مرض لا علاج ہے۔ اور ختم علی قلوبہم کا  
مصدق ہے۔

﴿۲﴾.....انہا وارثة فی اصحاب النبی وقد انجز الله باستخلافهم فی  
الارض و تمکین دینہم و تبدیل خوفہم امنًا بما اعز الا سلام بعد رحلة النبی  
فی ایام الخلفاء الراشدين والمراد باستخلافهم استخلاف الخلفاء الاربعة  
بعد النبی

آیہ استخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے  
حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کو استحکام دیا ان کے خوف کو  
امن سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے  
راشدین کے عہد میں ہوا۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم صفحہ 341)

﴿۳﴾ صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایة امر المسلمین علی ان یعمل  
فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرة  
الخلفاء الراشدين حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہما اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان یہ طے پایا  
وہ صلح یہ تھی مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ تم کتاب اللہ اور سنت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد اول صفحہ 570 تذکرہ امام حسن)

﴿۴﴾ ثم لما قتل علی علیہ السلام واستقب الامر لمعاویة و انقضی  
دور الخلفاء الراشدين پھر جب حضرت علی شہید ہوئے اور امر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما  
کی طرف لوٹا تو اس کے ساتھ خلفاء راشدین کا دور ختم ہوا۔ (اصل الشیعة و صوابہا صفحہ 115)  
کتب شیعہ میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت  
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بیعت بغیر جبر و اکراہ کے یعنی برضا و رغبت کی ہے۔ جیسا کہ شیعوں کے



حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ آپ مجھ سے بیعت کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ سے بیعت کرنا لازم اور پسندیدہ عمل سمجھتا ہوں۔

نوٹ:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے قول کی قسم سے مؤکد کرتے ہوئے منکرین بیعت کے منہ پر وہ کاری تھپڑ رسید کیا کہ زبردستی بیعت کی۔ سبائی راویوں کی جھوٹی کہانیاں تصنیف کرنے والے بعد ازیں ہرگز اس قسم کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔ مگر حیا شرط ہے۔

(فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب علامہ نوری طبری صفحہ 7)

ثبوت نمبر ۴:- خطبہ نمبر 37 اور 81 از نوح البلاغۃ الدلیل عندی عزیز اخذ الحق

لہ القوی عندی، ضعیف حتی اخذ الحق منه

ترجمہ:- عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہے۔ تاکہ اس کا حق اوروں سے لے کر دلاؤں اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ مظلوم کا حق اُس سے لے لوں۔ یعنی مجھے ظالم سے ڈر نہیں بلکہ ظالم میرے سامنے ناتواں اور کمزور ہے جب تک وہ اپنے ظلم سے باز نہ آئے۔ اور مظلوم کا حق ادا نہ کر دے۔ جب حضرت علی کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے۔ اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے۔ خلافت کا پہلے حقدار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ اور خدائی فیصلہ بھی یہی ہے۔ آگے فرماتے ہیں رضینا عن اللہ قضاء ہ، وسلمنا للہ امرہ۔

ترجمہ:- ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے اور جو اللہ کا حکم ہے اُس کو تسلیم کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں اترانی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ لا نا اول من صدقہ فلا اکون اول من کذب علیہ۔

ترجمہ:- کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ واللہ میں نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہے۔ اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں گا۔ یعنی رسول خدا مجھ کو یہ خبر دے گئے کہ پہلی خلافت ابو بکر کی ہے میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں۔ ہرگز جھوٹی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سقت بیعتی (ترجمہ) میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت



کرنا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے۔ اس کی شرح ابن میثم کی زبانی یعنی حضور ﷺ نے مجھے دیا تھا۔ کہ خلفاء کی مخالفت نہ کرنا اس بات پر سبقت لے گیا اور میں قوم سے بیعت لوں گا۔ آگے فرماتے ہیں۔

وإذا لميثاق في عنق الغیری ای ميثاق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعهده الى بعدم المشافة وقيل الميثاق مالزمة من بيعة ابى بكر بعدا بقا عها۔

ایک یہ کہ اے علی اُن سے بیعت کرنا تم پر شاق نہ گزرے۔ کہ دل پر بھی کچھ بوجھ محسوس نہ ہو۔ بلکہ نہایت رضا اور خوشنودی سے بیعت کر لینا۔ دوسرا یہ کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا۔ اس لئے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں اُن کی بیعت اُن پر بھی لازم ہو جاتی ہے جو اس وقت موجود نہ ہوں۔

فاذا ميثاق القوم قد لزمنى فلم يمكنى المخالفة بعده انصار ومهاجرين کی بیعت نے مجھ پر لازم کر دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں۔ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا فریضہ ادا کروں پس مخالفت کا تو سرے سے کوئی امکان ہی قطعاً باقی نہ تھا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم صفحہ 97 طبع جدید)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اپنی حدیث ہی سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم برضا و رغبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ بلکہ بیعت کرنے میں اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر سکے۔

صاحب ”روضۃ الصفاء“ اس کو یوں نقل کرتے ہیں: امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابو بکر اتفاق نمودند جمعیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ بیچ و بر برداشت بغیر از پیروہن نہ آزاد نہ ردا ہچناں نزدیک صدیق رفتہ باو بیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ مجلس آورند۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنا کہ تمام مسلمانوں نے ابو بکر صدیق کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اس قدر جلدی اپنے گھر سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ

سکے۔ صرف پیران میں ملبوس تھے اسی صورت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بیعت کر لی۔ بیعت سے فارغ ہونے کے بعد چند آدمی کپڑے لانے کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔ (روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ 432 ذکر بیعت امیر المؤمنین)

ہم نے پانچ حوالے بیان کر دیئے کہ اللہ پاک کے فیصلے پر راضی ہو کر بحکم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم برضا رغبت خوشنودی دل کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مگر مقولہ ہے کہ دروغ گور حافظہ نہ باشد یعنی جھوٹا شخص یادداشت سے محروم ہوتا ہے۔ اُسے اپنا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اور وہ اپنے پہلے کلام کے متعلق یادداشت نہ رہنے کی بنا پر اس کی تردید بھی کر دیتا ہے۔ یہی حال ان بہانہ سازوں اور راویانِ سبائی قوم کا ہے۔ بس ایک ہی دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر لینا دھونس اور مجبوری کے ساتھ بادل نخواستہ ہوا تھا۔ اب ہم ان کے بہانوں سے خود ان کی تردید اور افسانہ طرازی ثابت کرتے ہیں۔ (نفس الرحمان)

قال سلمان فلما كان الليل حمل علي فاطمه علي حماد اخذ بيد ابنيه الحسن والحسين فلم يدع احداً من اهل بلر من المهاجرين ولا من الانصار الا اتاه في منزله وذكر حقه ودعاها الى الصرته فما استجاب له من جميعهم الا اربعة واربعون رجلاً۔

ترجمہ:- حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جتاہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ہاتھ پکڑے پھر آپ نے مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر میں جا کر انہیں اپنا حق بتایا۔ اور مد کیلئے پکارا۔ ان میں سے چالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہو کر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا صبح کو صرف چار آدمی آئے۔ دو بارہ رات کو حضرت علی مہاجرین و انصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سر منڈوا کر اور مسلح ہو کر آنے کو کہا تھا ان سے صرف چار آدمی حامی مل سکے۔

(احتجاج طبری لمارای علی علیہ السلام قدم وقلہ۔ دفاکم صفحہ 52 جلد اول مطبوعہ قم، نفس الرحمان فی  
فعاقل مسلمان باب 11)

(لزم بیعت) حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بے وفائی اور دھوکہ بازی کا علم ہو گیا تو آپ نے  
گھر بیٹھے رہنا اختیار کیا۔ بہانہ دوم حضرت علی نے نبی ﷺ کے ارشاد کے پیش نظر حضرت  
ابوبکر صدیق سے لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی۔

فنظرت فاذا اطاعتی قد سبقت بیعتی امی طاعتی بہانہ دوم لرسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرنی بہ من ترک القتال قد سبقت بیعتی علامہ ابن  
میثم میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا اطاعت کرنا ہی بہتر ہے۔  
لوگوں سے اپنی بیعت لینے سے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا  
تھا۔ میں آپ کے اس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے  
میں نے بیعت صدیقی کر لی۔ (شرح نہج الباغہ ابن میثم جلد 2 صفحہ 97 زیر خطبہ 36)

جواب:- ان دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں ایک طرف تو حق خلافت کو  
حاصل کرنے کیلئے۔ سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر  
پھرا کر انہیں ہم نوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب ناامیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی  
دیکھ کر مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے۔ اور دوسری  
طرف جھگڑا ہی ختم کر دیا کہ حضور ﷺ نے آپ کو منع کر دیا تھا اور آپ کے ارشاد کے مطابق  
جہاد سے دستبرداری کر کے بیعت کر لی۔ جب ان بہانہ سازوں کو چھتا ہوں کہ اگر حضور  
ﷺ کا ارشاد کا ارشاد پاک تھا کہ لڑائی نہیں کرنی تو مہاجرین و انصار کے پاس سیدہ بنت  
رسول کو گدھے پر سوار کر کے بمعہ حسنین کریمین کو کیوں لے گئے اور انہیں ہم نوا و معاون بنانے  
کیلئے تک و دو کی اور حضور ﷺ کا ارشاد کیوں پس پشت ڈال دیا؟ گویا پہلا بہانہ اس بنا پر تھا  
۔ معاون و مددگار غمخوار نہ ملے ورنہ سب کچھ گزرتے اور دوسرا بہانہ یہ کہ حامی تو بہت تھے لیکن  
بمطابق ارشاد رسول ﷺ ہاتھ نہ اٹھایا۔ خدا را انصاف کرو کہ ان دونوں بہانوں میں کتنی  
مخالفت ہے۔

بہان سوئم زر راہ کے پوچھنے پر امام امام محمد باقر علیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق خلافت سے دستبرداری کے متعلق یہ موقف بیان کرتے ہیں۔

قال عليه السلام خوفاً ان يردوا يعني آپ نے مسلمانوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لئے خلافت کی نضا، ہوار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمائی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ ادھر خود کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال فرمانے کے بعد صرف تین چار اشخاص مسلمان رہ گئے باقی سب مرتد ہو گئے۔ (عقائد شیعہ میں سوائے تین صحابہ کرام کے معاذ اللہ سب مرتد ہو گئے)

قال كان الناس اهل الردة بعد النبی الا ثلثة فقلت ومن الثلاثة؟ فقال المقداد بن الاسود۔ ابوذر الغفاری، سلمان الفاری، رجال کثی صفحہ 12 ذکر سلمان فارسی۔ تہذیب التہذیب فی تاریخ امیر المؤمنین ذکر مصیبت عظمیٰ۔ احتجاج طبری جلد اول صفحہ 13۔

ترجمہ:- امام ابو جعفر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا سب مرتد تھے۔ میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں۔ فرمایا مقداد بن الاسود۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ آپ نے یعنی حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر خلافت سے دستبرداری قبول فرمائی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ ادھر شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد صرف تین یا چار اشخاص مسلمان رہ گئے باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی علیہ السلام نے خلافت سے دستبرداری کی وہ حقیقت بن گیا۔ تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیسا؟ اسے کہتے ہیں جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی۔ آؤ ہم حضرت علی المرتضیٰ معدن صدق و صفا سے خود پوچھیں کیا اس قسم کے بہانے انہوں نے کئے۔ یا ان کی نسبت آپ کی طرف ہو سکتی ہے۔ آپ کا کلام ہے۔

والله ما كانت لي في الخلافة رغبة ولا في الولاية اربة ولكنكم دعوا نموني اليها و حملتموني عليها۔ ترجمہ: خدا کی قسم! نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی اور نہ ولایت کی حاجت لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پر لادیا۔



ہے۔ لیکن جب منشاءِ خلافت دیکھا کہ ان دونوں نے سیرت کا اعلیٰ معیار اپنایا اور امت میں عدالت فرمائی۔ تو ہم نے ناراضگی دور فرمادی اور صاف اعلان فرمایا کہ ہم نے معاف کر دیا۔ مقام غور و فکر آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ حضرات مسئلہ خلافت کو اصول دین میں شمار کرتے ہیں اور یہ بات سبھی مانتے ہیں کہ اصول دین تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ جس طرح کوئی پیغمبر کسی غیر پیغمبر کو اپنی جگہ پیغمبر نہیں بنا سکتا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعی خلیفہ بلا فصل تھے تو کسی طرح بھی یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اس خطبہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی خلافت کو تسلیم بھی کیا اور اپنی طرف سے انہیں معاف بھی فرمایا اور جیسا کہ ہم کتب شیعہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ثم قام تهيأ للصلوة و حضر المسجد و صلى خلف ابى بكر ترجمہ: پھر حضرت علی اٹھے اور نماز کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لائے اور ابو بکر صدیق کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (احتجاج طبری صفحہ 60)

امام حسن پاک خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے

صالحه على ان يسلم اليه والاية امر المسلمين على ان يعمل فيهم بكتاب الله وسنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وسيرة الخلفاء الراشدين وليس لمعاوية بن ابى سفيان ان يعهد الى احد من م بعده عهداً بل يكون الامر من م بعده شورى بين المسلمين

ترجمہ:- وہ صلح نامہ جو حسن بن علی اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان طے پایا وہ صلح یہ تھی کہ مسلمانوں کی ولایت میں تمہیں اس شرط پر سپرد کرتا ہوں۔ کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق عمل کرو گے اور معاویہ بن ابوسفیان کو اس بات کی قطعاً اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس کے بعد کسی سے اس قسم کا معاہدہ کرے۔ بلکہ پھر معاملہ خلافت مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے ہوگا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ 570)

﴿۱﴾..... امام حسن پاک رضی اللہ عنہ معاملہ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

﴿۲﴾..... اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے امر خلافت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ خلفائے اربعہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلفائے راشدین تھے کیونکہ ان کی سیرت کی پابندی کو بطور شرط رکھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب مجلس شوریٰ کو کرنا چاہیے۔ اگر ان کے نزدیک خلافت منصوص من اللہ ہوتی تو مومنین کی مجلس مشاورت کی شرط بے سود تھی۔ لہذا معلوم ہوا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ کا منصوص من اللہ ہونا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ آپ خود امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی سعد بن عبادہ بھی تھے۔ شام آئے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اٹھیے اور بیعت کیجئے۔ وہ اٹھے اور فقال یا حسن قم فبايع فقام فبايع ثم قال للحسين عليه السلام قم فبايع فقام فبايع ثم قال يا قيس قم فبايع فالتفت الى الحسين عليه السلام ينظره ما يأمروه فقال يا قيس انه امامي يعني الحسن عليه السلام بيعت کی پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین کی طرف دیکھا اور ان کے منتظر تھے انہوں نے فرمایا امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کر لی تو تجھے اسپر کیا اعتراض ہے؟

(رجال کشی صفحہ 102 تذکرہ قیس بن سعد)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کی بشارت بنویہ۔ ان ابنی هذا سيد لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (راوہ بخاری ترجمہ میرا یہ بیٹا حسن سید ہے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ جناب رسول پاک ﷺ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح اور امر خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کو جناب حسن رضی اللہ عنہ پاک کی سیادت و شرافت کا نشان اور اصلاح مسلمین بیان فرما کر اپنی رضا و خوشنودی کا برسر منبر اعلان فرمادیں۔ جمعہ کے خطبہ میں اور حضرت صدیق و فاروق و عثمان غنی و حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے سامنے اور سیدنا امام حسن کی سیادت اور کمال شرافت نے اس کو عملی طور پر قائم اور مضبوط کیا اور اس عمل کی برکت سے اسلام اور اہل اسلام پر ترقی اور فتوحات کے بند دروازے کھل گئے۔ خلاصہ یہ کہ سیدنا حسن کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرنے کو حضور پر نور ﷺ بطور پیش گوئی بیان فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام اور اکابرین اہل بیت اور تابعین نے بنظر استحسان اور اس کو دین و ایمان کیلئے مفید اور موزوں سمجھا۔ مسلمان باہمی لڑائی کے بعد بھی مسلمان رہتے ہیں۔

سیدنا امام حسن پاک رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ اشکال و شبہ بھی بخوبی رفع ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور لڑائی کے بعد مسلمانوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت و عقیدت کیسے جائز ہے؟ جاننا چاہیے جنگ و جدال مخالفت و عداوت کے تمام حالات سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے تھے ان حالات کے باوجود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین بنا کر آئندہ تمام مسلمانوں کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا کہ مسلمانوں بالخصوص صحابہ کرام کے درمیان کسی غلط فہمی اور اجتہادی اغزش سے اختلاف ہو جاتا ہے۔ اُن کے اس اختلاف اور باہمی لڑائی تک کے بعد بھی وہ بدستور حقیقی اور سچے مسلمان رہتے ہیں۔ کوئی کافر یا منافق یا دشمن اسلام نہیں بن جاتا۔ وان طانفتان من المؤمنین اقتلوا فاصلحوا بینہما (پارہ 26)

اگر مؤمنین کے دو گروہوں میں جنگ و قتال ہو تو ان میں اصلاح کرو یہ آیت صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے دو گروہ جنگ اور لڑائی کرنے کے باوجود پھر بھی مومن رہتے ہیں اور ان کی اصلاح اور باہمی مصالحت کی کوشش دین اور امان کا تقاضا ہے اور یہ بھی قرآن



پاک میں فرمایا گیا ہے۔ یا ایہا الدین آمنو کتب علیکم القصاص (پارہ 2) اے ایمان والو تم پر قصاص مقرر کیا گیا اور شرعاً قصاص اس مسلمان سے لیا جاتا ہے۔ جو دوسرے مسلمان کو ناحق اپنے اختیار اور ارادہ سے قتل کر دے جس سے ثابت ہے کہ باہمی جنگ وجدال اور قتل و خونریزی کے بعد بھی مسلمان بدستور مسلمان اور اہل ایمان ہوتا ہے۔ ایمان و اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا اسی لئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کا صحیح اور کامل مومن سمجھا کہ اُن کو تمام اہل ایمان اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و خیر القرون کے لوگوں کا امیر امام بنا دیا۔ (اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات چنانچہ مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ صفحہ 245 پر منقول ہے کہ عصر ثانی میں اسی حق و باطل کی تمیز کے باوجود اس پر سب کا اتفاق تھا چونکہ فریقین صاحب اجتہاد تھے اس لئے ہر دو فریق گناہ و گرفت سے پاک و بری تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ جنگ جمل اور صفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو۔ (نیت فساد کی نہ ہو) گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم لگا رہے تھے طبری اور دیگر مؤرخین نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ اسی طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغہ

ابتدا ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم میں اور اہل شام میں جنگ ہوئی والظاہر ان ربنا واحد ونبینا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزید ہم فی الایمان باللہ والتصدیق برسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یستزیدوننا فی الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن منه براؤ۔

اور ظاہر ہے کہ ہمارا اُن کا رب ایک ہمارا اور اُن کا نبی ایک اور ہماری اور اُن کی دعوت اسلام میں ایک نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق الرسول میں اُن سے زیادہ اور نہ وہ ہم سے زیادہ۔ پس معاملہ ہمارا اور اُن کا ایک ہے صرف خون عثمان کے بارے میں ہمارا اور اُن کا اختلاف بڑھ گیا تھا حالانکہ خدا کی قسم میں اس سے بالکل پاک و صاف ہوں۔ تو خود علی کرم اللہ وجہہ کا پنا فیصلہ یہی ہے کہ جنگ جمل و جنگ صفین میں لڑنے والے سب کے سب جناب علی المرتضیٰ اور

آپ کے طرف داروں کی طرح اہل اسلام و اہل ایمان تھے اور جو لوگ ان لڑائیوں میں قتل ہوئے وہ دونوں طرف والے بہشتی ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں میں اسلام اور اہل اسلام کے حق میں ناپاک جذبات تھے۔ جیسے سبائی بلوائی قسم کے حاسدین و مفسدین جو کسی فریق میں شامل رہ کر مارے گئے۔ (سبائی ہفتوات و خرفات)

مقام غور و فکر کی بات ہے کہ لڑائیاں حضرت حسن پاک اور حسین پاک رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوئی تھیں ان حضرات نے ان لڑائیوں کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت و حکومت کا اہل سمجھا اور ساری عمر دوستانہ تعلقات قائم رکھے و اس نے لاکھوں راہم و دو طائف و ہدایا وصول و قبول کئے تو یہ سب امور ہم مسلمانوں کیلئے کافی حجت ہیں۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 173 پر ساتویں سطر پر لکھتے ہیں کہ ابو العطاء نے اپنی کتاب کے صفحہ 420 پر لکھا ہے کہ اسامہ غلام زادہ نے کہا اے علی ابو بکر کی بیعت کرو۔

حضرت علی گئے اور بیعت کی اور آ کر کہا کہ اے اسامہ میں نے بیعت ابو بکر کر لی اس تمام واقعات سے حضرت علی کی مظلومیت ثابت ہوتی ہے۔

قارئین اصل واقعہ یوں ہے کہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب احتجاج طبری کے صفحہ 53 پر ہے۔ ثم تناول بیدا ابی بکر فبايعه پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی اور اسی کتاب کے صفحہ 55 پر ہے کہ حضرت اسامہ نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا هل بايعنه کیا آپ نے حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ فقال نعم یا اسامہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں اسامہ میں نے بیعت کر لی ہے۔ کہاں یہ فقرہ کہ اسامہ غلام زادہ نے کہا اے علی ابو بکر کی بیعت کرو یہ فقرہ شاہ صاحب اپنا لکھا ہوا ہے۔ اور کہاں یہ فقرہ جو میری کتاب کے صفحہ 420 اور 421 تک یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت اسامہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں اسامہ میں نے بیعت کر لی ہے واہ شاہ صاحب آپ نے کتاب کے صفحہ 420 سے خوب 420 سیکھ لی یا میری کتاب کے مطالعہ سے دماغی توازن درست نہیں رہتا ہے۔ کیونکہ الحق مرحق کڑوا یعنی تلخ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب

کے صفحہ 98 پر خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس نے اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ 128 پر آئیہ استخلاف کی تفسیر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی بیان کی غرضیکہ ہمارے پیش کردہ دلائل جو کہ ہم نے اپنی کتاب ”اظہار حقیقت الحق“ کے صفحہ 253 پر دیئے ہیں۔ بحث در مسئلہ خلافت کے باب میں شاہ صاحب ان بیسوں دلائل میں کسی ایک کا زمانہ ذکر کیا نہ جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ ان دلائل کا جواب دینا ان کے بس کا روگ نہیں۔ شیعہ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ برحق وہ ہے جو منصوص من اللہ ہو، ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ خلیفہ کے بارے میں اللہ کی طرف سے نص ہونا ضروری نہیں۔ ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ جب تمہارے نزدیک سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے تو ان مدعیان خلافت بلا فصل پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت سے پیش کریں جس طرح توحید و رسالت کی تفریح قرآن پاک میں موجود ہے تاکہ اللہ کی طرف منصوص ہونا ثابت ہو۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کوئی شیعہ اگر خلافت علی بلا فصل کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے یا اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث پیش کر دے تو مبلغ پانچ ہزار روپے بھی ادا کر دوں گا اور ان کا مذہب بھی اختیار کر لوں گا۔ شیعہ حضرات اب گوش ہوش سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک سنو۔ فقلت له، جعلت فداك فيما تاويل قوله (ليس لك من الامر شيء) قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرص ان يكون الامر لامير المؤمنين (ع) من بعدہ فابی الله جعفر بن محمد الغزالی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے امام آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب و مفہوم ہے۔ لیس لك من الامر شیء حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلا فصل کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر الفرات الکوئی مطبوعہ حیدرہ نجف اشرف)

اس روایت میں سردار اہل بیت نے یعنی امام محمد باقر علیہ السلام نے فیصلہ ہی کر دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا سوال کیا تو تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا۔ وجہ اس انکار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چوتھے نمبر پر ہوگی۔ چونکہ یہ ترتیب قلم قضاء و قدر سے تحریر ہو چکی ہے اس لئے اس میں تغیر و تبدل محال ہے۔

انا ابا بکر یلی الخلافة بعدی ثم بعده ابو ک فقلت من انباک هذا قال نبانی العلیم الخبیر آپ نے فرمایا اے حفصہ میرے بعد بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

نوٹ:- اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ کہ خلیفہ برحق وہ ہے جو منصوص من اللہ ہو۔ مگر سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے قرآنی آیات لیس لک من الامر شیئ سے استدلال کرتے ہوئے اس آیت کی یہ تاویل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا انکار کر دیا۔ حالانکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت بلا فصل ہو۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کو علم و عمل بلکہ سبھی اہل بیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے۔ تو گویا یہ تاویل خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کو آپ کی کتاب قرآن کریم کے ہم پلہ معتبر ہے۔ اس میں جناب امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا اس میں یوں ارشاد ہے۔ ذرا ہوش سے سنو۔ انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموا اماماً کان ذالک للہ رضی۔ (نہج البلاغہ مکتوب 2) بے شک شوری مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے تو یہ دونوں گروہ جس کسی کو متفقہ

طور پر اپنا خلیفہ و امام بنانا منظور کر لیں تو وہ امام و خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔

نوٹ:- یہ خطبہ جس کے الفاظ اوپر درج ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور حجت و دلیل ارشاد فرمایا۔ اگر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ منصوص من اللہ ہوتی تو شوریٰ مہاجرین و انصار کی دلیل و حجت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیوں الزام دیتے۔ خود نص خداوندی یا نص ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرتے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتبار زیادہ دہتا ہے یا اجماع کا؟ دیکھئے آپ اس کلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صادق جانتے ہوئے یا کاذب شیعہ حضرت کا یہ کہنا خلفائے ثلاثہ کا انتخاب مجلس مشاورت کے ذریعے ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔ تو یہ ان شیعہ لوگوں کا پنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے۔ جس کا قرآن و حدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیا یہ اپنے اس دعویٰ میں کوئی آیت و حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ خلیفہ رسول اکرم اس وقت برحق خلیفہ ہوگا جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہوگا۔ ہرگز نہیں دکھا سکتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی مہاجرین اور انصار کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا کسی کے خلیفہ برحق ہونے کیلئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔ امر ہم شورای بینہم مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔ الحق مع علی و علی مع الحق معلوم ہوا کہ جب حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو اہل تشیع حق پر ہیں جبکہ شیعہ تابعداران علی میں سے ہیں۔

جواب نمبر ۱:- حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے یہ تو مسلم ہے لیکن شیعہ لوگوں کا حق پر

ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

جواب نمبر ۲:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت قبول کی۔ (احتجاج طبری پس حق

علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۳:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی مراۃ العقول (احتجاج

طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۴:- حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کی۔ (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۵:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بھانجی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۶:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ عظیمہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ لیا اور دیا مجالس امویہ منین (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۷:- حضرت علی نے حسنین کو حضرت عثمان پر حفاظت کیلئے مامور کیا۔ (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔ مروج الذهب جلد دوم صفحہ 345 ذکر عثمان ذوالنورین

جواب نمبر ۸:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے جو اپنے بھائی حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ دیکھو جلاء العیون (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

جواب نمبر ۹:- فرمان علی المرتضیٰ سواد اعظم کے ساتھ رہو یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ نہج البلاغہ سواد اعظم کان فصار مع ابی بکر السواد الاعظم (احتجاج طبری پس حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے)۔

فرق الشیعہ مصنفہ ابی محمد الحسن شیعہ مطبوعہ نجف اشرف اس بات کو شیعہ مؤرخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سواد اعظم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کر لی۔ تو ثابت ہو گیا حق علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہے اور بفرمان علی المرتضیٰ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کے ساتھ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تابعداری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ماننے والوں میں ہیں اور داخل سواد اعظم میں ہیں۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 54 پر لکھتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ کہ علی کا نام کا کلمہ پڑھتے ہو اور علی کا نام اذان میں کیوں لیتے ہو۔ حدیث رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور میں صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں۔ واہ شاہ صاحب خوب جواب دیا اسے کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا اس فارمولہ سے تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک رسالت مآب بھی کر سکتے ہو۔ کیونکہ میں تو اور تو میں تو ایک نور ایک جسم ایک جان پھر فرق کیسا۔

جواب نمبر ۱:- ایسے خطابات اظہارِ نعت و محبت کیلئے ہوتے ہیں حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔

جواب نمبر ۲:- اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر ۳:- جب سیدنا عثمان کیلئے بیعت لینے لگے تو اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ان الدین یابعونک انما یابعون للہ ید

اللہ فوق ایدیہم جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ سے بیعت کی ان کے

ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

تو ان دونوں مقدمات کو سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلا گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ لہذا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوا تو اب شاہ صاحب

بولو کیا یہاں بھی یہی اتحاد متصور ہوگا۔ یا نہیں؟ بیعت کا ثبوت بروایت کلینی حضرت یک دست

خود را بردست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت کلینی کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی حیات القلوب جلد

دوم باب سی و ہشتم۔

انامدینہ العلم و علی بابھا سرور عالم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا

دروازہ ہیں۔ جواب: اس حدیث میں بابھا کا ضمیر علم کی طرف راجع نہیں ہے۔ بلکہ مدینہ کی

طرف ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہر کے دروازے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ شہر کے اندر گھر میں داخل ہونے والا انسان سب سے پہلے شہر کے دروازے کو

عبور کرے گا اور دروازہ شہر سے باہر والی دیوار کی حد میں ہوتا ہے اور یہی جہاں صاحب نبوت کی

خلافت کا ہے کہ انسان مراتب کی حیثیت سے جب بھی بیت علم نبوت تک پہنچنے کا قصہ کرے گا

تو سب سے پہلے اُسے خلیفہ چہارم تک رسائی حاصل ہوگی اور ان کے ذریعے سے تیسرے

دوسرے پہلے تک اور اس کے بعد صاحب نبوت کے خزانہ تک۔

حدیب نمبر ۳:- انا و علی من نور واحد میں اور علی نور واحد سے ہیں۔ شیعہ لوگ نور واحد سے مراد اللہ تعالیٰ لیتے ہیں۔ یعنی ازل میں ہمارے نور کا ظہور اور علمی المرتضیٰ کے نور کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات سے بیک وقت ہوا۔ یہ شرح مصححہ خیز ہے کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ہی نور پاک پیدا ہوا اور وہ جناب محمد پاک ﷺ کا نور پاک ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین اگر اللہ تعالیٰ کی ذات سے دو نور پیدا ہوتے تو آیت کریمہ میں حق تعالیٰ واحد کی بجائے تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتا یعنی نوران یا نورین فرماتا نیز حدیث پاک مسلمہ طرفین اول ما خلق اللہ نوری حضور ﷺ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک ہی نور پیدا ہوا اور وہ نور حضور ﷺ کا نور پاک ہے۔ ہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نور حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوا۔ جیسے حدیث پاک میں آیا۔ انا من نور اللہ و اللہ خلق کلھم من نوری میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری خلقت میرے نور سے ہے۔ حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ہمارے والد ماجد بھی نور ہیں اور ہمارے دادا پاک بھی نور ہیں اور میں اور علی رضی اللہ عنہما ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔

حدیث نمبر ۴:- ان علیاً منی وانا منہ علی مجھ سے ہی اور میں علی سے ہوں۔ علی مجھ سے ہے از روئے حقیقت کیونکہ ہر شے حضور ﷺ کے نور پاک سے پیدا ہوئی ہے۔ اور میں علی سے ہوں ظاہر کے اعتبار سے یعنی میرا اور علی کا دادا ایک ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہماری نسل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے چلے گی۔ (حقیقت اہل ذکر) شاہ صاحب بخاری جاننا چاہیے کہ اہل ذکر سے مراد ایک فرد واحد مراد نہیں بلکہ اس کا اطلاق ایک جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کما ارسلنا لیکم رسولاً منکم یتلو علیکم آیاتنا و یریکم و یعلمکم الكتاب و الحکمة و یعلمکم ما کم نکتونوا تعلمون۔

ترجمہ:- جیسے ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے اور (ظاہر و باطن) تم کو پاکیزہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ کچھ



سکھاتا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ پارہ 2 البقرة صفحہ 44)

اللہ تعالیٰ نے رسولاً منکم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کے تعلق سے خطاب فرمایا کہ تمہاری برادری سے میں نے ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عطا فرما کر تمہاری طرف بھیجا اس برادری قریش خصوصاً ان چار مذکورہ بالا اصحاب نے اپنی تمام برادری کو پس پشت ڈالتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھ کر محبت و محبت و ایمان و معیت مصطفیٰ کو پسند فرمایا اور اپنے جان و مال اور اولاد و پیدائشی وطن کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح ہر وقت قربان کیا جو کسی سے پوشیدہ نہیں قرآن و حدیث ان سے پر ہیں۔ یتلو علیکم آیتنا ان کے رسالت پر ایمان لانے کی دلیل پیش فرمائی کہ خلفائے اربعہ وغیرہم تم میرے پیارے محبوب کے صرف رشتہ داری کے لحاظ سے ایمان دار نہیں ہوئے بلکہ میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر میرے قرآن کی آیتیں پڑھ کر رسالت کے مطیع بنایا ہے اور صرف مطیع ہی نہیں کیا بلکہ بڑے کی حکم تمہیں ہر گناہ کفر وغیرہ سے پاک کر دیا ہے اور صرف پاک ہی نہیں بلکہ یعلمکم الكتاب اور تمہیں قرآنی تعلیم بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور صرف قرآن ہی سکھایا پڑھایا نہیں بلکہ والحکمة قرآن سمجھنے کی دانائی بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ یعنی میرے پیارے محبوب نے اپنے ساتھیوں کو قرآن خوانی و قرآن دانی کا ماہر بنا دیا۔

﴿۲﴾..... لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فثم رسولاً من انفسهم يتلو

عليهم آياته ويزيكنهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين۔

بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا۔ جبکہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کر دیا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو ظاہر و باطناً پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ گو اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ پارہ 4 سورة آل عمران صفحہ 140)

اس آیت مذکورہ میں رب العزت نے مومنین اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلا یا۔ لقد من الله على المؤمنين اور احسان کسی پر تب ہوتا ہے جب کسی کوئی چیز عطا کی جائے۔ اگر ایمان

عطا ہی نہیں فرمایا تو احسان کیسا۔ معاذ اللہ بدل جائیں تو خدا کا دیا ہوا نہ ہوگا۔ کیونکہ خداوند کریم جس کو کوئی نعمت عطا کر دے تو اس کا بدلنا محال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون نہیں۔ وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ہداهم کہ اس قوم کو اللہ گمراہ کرے بعد اس کے کہ اُس نے اُن کی ہدایت دی ہو۔ (سورۃ توبہ)

ثابت ہوا کہ اصحابِ مصطفیٰ کا بدلنا محال ہے۔ رب کریم نے جو اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتلیا تو اللہ تعالیٰ نے علی المؤمنین فرمایا۔ علی المؤمنین نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مؤمنین کی جماعت ہے۔ آپ کی امت صرف ایک ہی مومن نہیں جیسن کہ بعض نے خیال کیا ہے اور علی المؤمنین فرمایا لقد من اللہ علی اہل بیت نہیں کیونکہ غیر کو جب کوئی چیز عطا کی جائے تو احسان مطیع لوگوں پر ہوتا ہے۔ گھر والے کا گھر والوں پر احسان نہیں ہوتا۔ تو علی المؤمنین فرمایا کہ ثابت ہو جائے اہل بیت کے علاوہ مراد ہیں بالتبع اگر مراد ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں۔

اور من انفسہم نے ثابت کر دیا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری برادری قریش سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ایمان بالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لانے کا احسان جتلیا۔ ساتھ من انفسہم سے ایمان لانے والوں کا ذاتی شان بیان فرمایا کہ ایمان لانے والی قوم قریش خصوصاً خلفائے اربعہ کو یہ بھی احسان جتلیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے نفسوں سے ہیں تو جو شخص خلفائے اربعہ کو زبانی قلبی تکلیف دے وہ بفرمان خداوندی من انفسہم سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے۔ بتلو علیہم ایسا ہے سے رب کریم۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں کا شان بیان فرمایا۔ حضور پر نور کا صحابہ کرام پر قرآن کریم کی تلاوت کر کے ان کی تطہیر اور تزکیہ فرما کر معلم ہونا ثابت کرنا ہے۔ اس آیت کریمہ سے حضور پر نور خدائی مدرسے کے قرآنی لیکچرار پر نسل ثابت ہوئے اور چاروں خلفاء اور باقی صحابہ کرام کا یہ شان ثابت ہوا کہ وہ خدائی مدرسے کے معلم یعنی خدائی مدرسے سے تعلیم پانے والے ہیں اور جب وہ نہ خداوندی کالج سے تعلیم مصطفوی کو حاصل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے جو تمہارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنی تعلیم حاصل کر لی تو اب تم کو خدائی سند تحریری عطا کرتا ہوں جو تمہارے عالم ہونے کی

سند ہوگی۔ اگر کوئی منکر تمہاری تعلیم کے متعلق تم سے یا کسی مسلمان سے تعلیم صحابہ دریافت کرے تو اس کو میں صحابہ کرام کے علم حاصل کرنے کی سند دکھاؤں گا۔ ویعلمکم ما لم تکنوا تعلمون اور مصطفیٰ ﷺ نے تمہیں تعلیم دی جو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ صحابہ کرام کو سند عطا فرما کر پھر فرمایا تم نے صرف اپنی ذات کیلئے ہی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ تمہیں حضور پر نور کی قیادت میں آگے اس تعلیم کی اشاعت کو ضرورت ہے۔ فرمایا: ولتکن منکم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر اے صحابہ کرام تم سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو بہتری کی طرف دعوت دیں اور نیکی کا حکم کریں اور ہر برائی سے منع کریں۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ گروہوں کے گروہ حضور ﷺ کی تعلیم قرآنی و نبوی سے تعلیم حاصل کر کے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ لیکن تم سے ایک گروہ مبلغین کا بھی ہونا ضروری ہے۔ اب کوئی دشمن اصحاب مصطفیٰ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان مذکورہ ہر دو آیات سے انفسہم یزکیکم اور یعلمکم، منکم، فیکم کے خطاب خداوندی سے خارج کرے تو محرف قرآن منکر خداوند کریم اور منکر مصطفیٰ ﷺ اور خارج اسلام و ایمان ہے۔

الحمد للہ ہم نے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ کی قرآن خوانی دانی اور قرآنی فہمی کا ثبوت قرآن پاک سے ثابت کر دیا۔ رہا اس مسئلہ کا جواب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ میری اولاد میں ہی سے امام ہو۔ جس طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے امامین حسنین رضی اللہ عنہما کے بغیر کسی امام کا ہونا از روئے قرآن و شریعت ثابت نہیں۔

جواب:- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو منصب امامت عطا ہوا وہ مدارج نبوت کا ہی ایک اعلیٰ درجہ تھا۔ رب العزت نبوت کو مختلف درجے عطا کر رکھے ہیں کبھی نبوت رسالت کی شان سے سرفراز ہوتی ہے اور کبھی یہ نبوت محضہ کے درجے میں ہوتی ہے۔ کبھی نبوت کو امامت کا مقام ملتا ہے اور کبھی نبوت اس شان امامت کے بغیر جلوہ گر ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو درجہ امامت ملا وہ امامت نبی النبوۃ کا مقام تھا۔ ایسی امامت جو نبوت کے بغیر ہو اس کی

امامت ابراہیمی سے کوئی نسبت نہیں۔ یہ درست ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے لیے اس مرتبہ امامت کی استدعا کی تھا لیکن اس سے مراد اسی امامت فی النبوۃ کے مرتبے کی طلب ہے۔ امامت بغیر نبوت کے کسی منصب کی استدعا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ثمرہ تھا کہ ان کی ذریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہم من الانبیاء اور بالآخر حضور حاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم امامت فی النبوۃ کی شان سے فائز۔ امامت فی النبوۃ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں محصور ہے لیکن امام محضہ (جو بغیر نبوت کے ہو) ہرگز نسل ابراہیمی سے خاص نہیں۔ یہ منصب امامت ہر مرد کو مل سکتا ہے اور یہ کوئی آسمانی منصب نہیں۔ بلکہ ایک اکتسابی مرتبہ ہے قرآن مجید کی رو سے ہر مرد و مومن اس مرتبے کا طلبگار اور امیدوار ہے۔ قرآنی دعا بار بار پڑھتے ہیں۔ ”واجعلنا للمتقین اماما“ اے اللہ ہمیں پرہیزگاروں کی امامت سے نواز۔ مشہور شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی اس دلیل سے بہت پریشان ہیں انہیں اسبات کا غم ہے کہ جس طرح امامت نبوت نسل ابراہیمی سے خاص امامت محضہ کیوں نسل ابراہیمی سے خاص نہیں۔ اپنے آپ کو مطمئن کرنے کیلئے علامہ قمی ہمارے اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ آیت ہی تحریف کا شکار ہے۔ کہتے ہیں ہمارے عقیدے میں یہ آیت اصل میں یوں تھی۔ واجعل لنا من المتقین اماما اے اللہ ہر پرہیزگار متقی لوگوں کو ہمارا امام بنا۔

نوٹ:- امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو بھی ہم امام کہتے ہیں تو اس سے یہی اکتسابی امامت مراد ہے کوئی آسمانی مرتبہ امامت ہرگز نہیں۔ آسمانی مرتبہ امامت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور وہی حضرات ابراہیم کی مذکورہ بالا استدعا کے آخری مصداق ہیں۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی امامت کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم سنت و جماعت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یا حضرت امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ امام مسلم۔ امام بخاری صلی اللہ علیہ وسلم کے سب امت محمدیہ کے روشن چراغ اور رالتساب و محنت پر اپنے اپنے درجہ میں شان امامت سے سرفراز تھے اور اس اکتسابی امامت میں حسنین کریمین کا درجہ سب سے بلند و بالا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک بلند پایہ فقیہ اور



انکار لازم آتا ہے۔

شیعہ مذہب کی تحقیق شیعہ فقہ اور ان کے ارکان عقیدہ کب شروع ہوئے

حقیقت المل ذکر صفحہ 214 شیعہ عقائد کی موجودہ صورت تو ائمہ صادقین طاہرین کے وقت کی بھی نہیں بلکہ ان سے بھی کافی وقت بعد کی ہے وہ حضرات جو ان کے گرد و پیش رہتے تھے، مامور من اللہ اور معصوم نہیں سمجھتے تھے اور ان کا پورا پورا پختہ اعتقاد تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی آسمانی رہنما کی کوئی ضرورت نہیں ان لوگوں کے وہی عقیدے تھے جو اہل سنت و جماعت حضرات کے ہیں۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

از احادیث طاہرے شود کہ جمع از راویاں کہ در اعصار ائمہ بودہ انداز شیعاں اعتقاد بعصمت ایساں نداشتہ اند بلکہ ایساں را از علمائے نیکوکارے دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی طاہرے شود و مع ذالک ائمہ حکم بایمان بلکہ بعد الت ایساں میکرده اند۔

ترجمہ:- احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آئمہ کرام کے اپنے زمانوں کے شیعہ راویوں کی جمعیت ان ائمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ نہ رکھتی تھی اور انہیں نیکوکار ہی سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ان عقائد کے باوجود یہ ائمہ اطہار ان راویوں کو نہ صرف مومن سمجھتے تھے بلکہ انہیں شاہد عدل بھی قرار دیتے تھے۔

(حق الیقین صفحہ 328 لکھنؤ صفحہ 550 ایران)

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ عقائد ان ائمہ اطہار کے بھی کافی عرصہ بعد وجود میں آئے اور ان ائمہ کرام کو اپنے اپنے زمانے تک جمیع مسلمانوں کا بلا امتیاز مسلک یہی اعتقاد تھا کہ ختمی مرتبت ﷺ کے بعد کسی مامور من اللہ اور معصوم ہستی کی ضرورت نہیں۔ شیعہ مذہب کا جو خاکہ اب ہمیں کتابی شکل میں ملتا ہے وہ زیادہ تر سولہویں صدی عیسوی کے قریبی زمانے کا ہے۔ صفویوں نے اسے باقاعدہ تدوین کی شکل دی اور اسی زمانے میں ان کی کتابوں کا شائع ہونا عام ہوا۔ جیسا کہ قاضی نور اللہ شوشتری شہید ثالث اپنی کتاب مجالس المؤمنین کی ابتدا میں اقرار کیا ہے کہ مذہب شیعہ سلاطین صفویہ کی حکومت قائم ہونے کے بعد دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس

سے پہلے زاویہ تفسیر میں چھپا رہا اور شیعہ علماء اپنے آپ کو حنفی یا شافعی ظاہر کرتے رہے۔ موجودہ زمانے کا شیعہ مذہب، شیعہ مذہب کی کتابی خاکے سے کلیہ مختلف ہے۔ شیعہ کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی الرسول اللہ و خلیفہ بلا فصل اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی اللہ کے ولی ہیں اور رسول خدا کے وصی یعنی جانشین اور بلا فصل خلیفہ رسول ہیں۔ (شیعہ بچوں کی نماز)

ترجمہ:- مولوی فرمان علی شیعہ اور شیعوں کی اذان اللہ اکبر چار دفعہ اشہد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مرتبہ۔ اشہد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ وصی الرسول اللہ و خلیفہ بلا فصل دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ حی علی خیر العمل دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ۔ لا الہ الا اللہ دو مرتبہ۔ (تحفۃ العوام کامل کتب خانہ اثنا عشری لاہور صفحہ 37)

اس کلمہ اور اذان کا ذکر دو رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ پاک میں ہرگز ہرگز

نہیں پایا جاتا۔

کلمہ طیبہ اسلام کی وہ حقیقی بنیاد ہے جس کو ماننے سے ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر باوجود دوسرے شدید اعتقادی اختلافات کے آج تک تمام مسلمان فرقوں کا کلمہ اسلام ایک ہی رہا ہے جس کے مقدس الفاظ قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ سورۃ محمد ”فا علم انہ لا الہ الا اللہ“ اور سورۃ فتح میں ”محمد رسول اللہ“ اور ملت اسلامیہ کی وحدت کلمہ اسلام کی وحدت پر ہی مبنی ہے۔ دیگر بارہ اماموں کے عہد مبارک تک تقریبات محرم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں نہ تھا۔ یوم عاشورہ کی یہ صورت بہت بعد کی ایجاد ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں المستنکفی عباسی حکمران تھا اس کے دربار میں معز الدولہ ویلیسی ایک مشہور شیعہ امیر تھا جس نے 946 عیسوی میں اُسے تخت سے اتارا لمطیع کے تخت پر بٹھایا محرم کی ان تقریبات کا موجد یہی ہے۔ بارہ اماموں کا دامن ان رسوم سے بالکل پاک ہے۔ لمطیع نے 946 سے لے کر 947 تک حکومت کی مشہور مستشرق (HITTI) اس دور کے متعلق لکھتے ہیں۔

ترجمہ:- انگلش عبارت شیعہ میلے پہلے اس دور میں قائم ہوئے خاص طور پر حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کا پبلک مقام پر ماتم موجود دسویں محرم کا ہوتا ہے اسی دور کی ایجاد ہے۔ سیشن نج جسٹس امیر علی بھی رقم طراز ہیں ترجمہ عبارت انگلش معزالدولہ اگرچہ علم وادب کا مربی تھا مگر اس کی فطرت بہت ظالم تھی وہ شیعہ تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے دسویں محرم کو شہادت کر بلا کی یاد میں یہ طریقہ قائم کیا۔ (مطبوعہ لندن صفحہ 303 سن 1951)

## باقی مذہب شیعہ عبداللہ بن سباؓ یہودی کے عقائد

چند ایک شیعہ کتب کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ نصاریٰ گوئیں کہ عیسیٰ مراجعت نمودہ از آسمان بزمن نازل خواهد شد و ہمکنار روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسیٰ است پس او بر جعت اولیٰ باشد خدائے عزوجل وے رانیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ مے فرماید ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد نیز ایشاں گفت کہ ہر پیغمبر بے را خلیفہ و وصی مے بودہ است و خلیفہ رسول علی است۔۔۔۔۔ بخلاف نص محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر علی ظلم روا داشتند و خلافت حق علی بود عیسائی یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ 470 ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ)

عبداللہ بن سبا کے ان دلائل کو منکر مصری لوگ اس کے شیدائی ہو گئے اور اس کی باتوں کو دل سے قبول کر لیا۔

﴿۲﴾ بعد وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام بمثل ذالک وهو اول من اشهر القول بفرض امامة علیہ السلام و اظهر البراءة من اعدائہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ ارہوا۔ یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد



حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا۔ (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ قال من خالف الشيعة ان اصل الرفض ماخوذ من اليهودية اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رفض (شیعت) کی جڑ یہودیت ہے۔ (کتاب فرق شیعیہ لابی محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ 22)

﴿۳﴾..... عبداللہ بن سبا مردے جہود بود۔۔۔۔۔۔۔ چنانکہ در شریعت مانیزا این سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تو اوں کرد محمد کہ بے گماں ناضلتر از دست چگونہ رجعت نکند۔ خداوند نیز در قرآن فرماید۔ ان الذین فرض علیک القرآن لردک الی معاد چوں ایں سخن در فاطر ہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد و سیب و چہار ہزار پینمبر بدیں زمیں فرو فرستاد و ہر پینمبرے را وزیرے و خلیفے بود۔ چگونہ مے شود پینمبر از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد و تا بے و خلیفے مخلوق نگمارد و کار امت را ہمل بگذارو؟ ہمانا محمد ﷺ را علی علیہ السلام وصحابہ خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔

ترجمہ:- عبداللہ بن سبا ایک یہودی آدمی تھا عہد عثمانی میں اسلام لایا۔ حضرت عثمان کو اس کی شرارتوں کا پتہ چلا حکم دیا اس کو مدینہ سے نکال دیا جائے۔ عبداللہ بن سبا مصر آ پہنچا عالم و دانا آدمی تھا لوگ اس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے اور اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ تب اس نے کہا لوگو! تم نے سنا نہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں واپس آئیں گے۔ اور ہماری شریعت کے مطابق بھی یہ بات درست ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام واپس آسکتے ہیں تو محمد ﷺ جو ان سے افضل ہیں کیوں واپس نہیں آسکتے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ (ترجمہ) جس نے آپ پر قرآن نازل کیا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا۔ جب یہ بات لوگوں کے دلوں میں پختہ ہو گئی (رجعت کا عقیدہ پختہ ہو گیا) تو اب ابن سبانے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس زمین پر بھیجے اور ہر پینمبر کا

ایک وزیر اور خلیفہ ہوا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک نبی ﷺ دنیا سے جائے جبکہ وہ صاحب شریعت نبی ہو مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے۔ اپنی امت کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے۔ لہذا محمد ﷺ کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وصی ہیں اور خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا اے علی تو میرے لئے یوں ہے جا سے موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ اب ہم جو شریعت محمدی میں ہیں ہم پر واجب آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سستی نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے کئی خطوط لکھے اور والی مصر عبداللہ بن سعد کی شکایت کرتے ہوئے جہاں میں ہر طرف ارسال کر دیئے۔ اس طرح انہوں نے لوگوں کو اس بات پر یکدل بنایا کہ درمدینہ گرد آئید و بر عثمان امر بالمعروف کنند اور راز خلیفے خلع فرمائید عثمان اس معنی راتفرس ہے کرد۔ مروان بن الحکم جاسوساں بشہر با فرستاد تا خیر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلد در خلع عثمان ہدانتاں اندلا جرم عثمان ضعیف در کار خود فرماند۔

ترجمہ:- کہ مدینہ میں جمع ہو کر عثمان کو امر بالمعروف کریں اور اسے خلافت سے اتار دیں۔ حضرت عثمان یہ معاملہ سمجھتے تھے اور مروان بن الحکم نے شہر میں جاسوس روانہ کئے۔ چنانچہ وہ یہ خبر لے کر واپس آئے کہ ہر شہر کے بڑے لوگ عثمان کو اتار دینے میں یک زبان ہیں۔ ناچار عثمان کمزور ہو گئے اور اپنے معاملے میں عاجز آ گئے۔ (قتل ہو گئے) معتبر شیعہ مؤرخ مرزا تقی کی کتاب تاریخ التواریخ الخلفاء جلد دوم صفحہ 237 شیعہ مؤرخ مرزا تقی کی مذکورہ عبارات سے یہ باتیں ثابت ہو گئیں۔

﴿۱﴾ اس نے شیعہ مذہب کی بنیادیوں ڈالی کہ سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کو ذہن نشین کرایا کہ جو شیعہ عقائد کی جڑ ہے۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ دو بارہ قبل از قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے۔

﴿۲﴾ مسئلہ رجعت کے بعد لوگوں کو یہ ذہن نشین کرایا کہ علی رضی اللہ عنہ ہی نبی علیہ السلام کے صحیح خلیفہ اور وصی ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ نے یہ حق ان سے غصب کیا۔

﴿۳﴾ یہ دو عقیدے ایجاد کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ لوگوں میں ان عقائد کی

ترویج کی جائے۔ چنانچہ اُس نے مختلف ممالک میں ہر طرف خطوط روانہ کئے اور عثمان غنی کو خلافت سے اتارنے کیلئے سازش کا ایک وسیع جال پھیلا دیا۔ جس میں وہ کامیاب ہوا اور نتیجتاً عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور مسلک شیعہ کی بنیاد مضبوط ہو گئی اور قتل عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں کامیاب ہو کر فساد کا وہ دروازہ کھولا جو آج تک بند نہیں ہو سکا۔

﴿ ۴ ﴾..... ثبوت رجال کشی بعض علماء نے کہا عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کی دوران یہودیت فی یوشع بن نون وصی موسیٰ بالغلو قتال فی اسلامہ بعد وفاة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی علیہ السلام مثل ذالک وکان اول من اٹھر بالقول بفرض امامت علی حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطور غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اُس نے اسی طرح کی بات کی (یعنی علی وصی رسول ہیں) یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا۔ حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کی اور انہیں عوام میں مشتہر کیا۔ اسی وجہ سے کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے۔ اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی صفحہ 101 تذکرہ عبد اللہ بن سبا۔

﴿ ۵ ﴾..... ثبوت۔ عن ابان بن عثمان قال سمعت ابا عبد الله السلام يقول لعن الله عبد الله بن سبا انه 'الدعي الربوبية في امير المؤمنين علي السلام و كان والله امير المؤمنين علي السلام طائعا الويل لمن كذب علينا۔

ترجمہ:- ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت امیر المؤمنین خدا کی اطاعت گزار بندے تھے۔ ہم پر افترا بازی کرنے والے کیلئے ہلاکت ہو۔ (رجال کشی صفحہ 102 مطبوعہ کربلا تذکرہ عبد اللہ بن سبا) مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

﴿ ۱ ﴾..... مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دور عثمانی میں عبد اللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدمی شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

﴿۲﴾..... سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے ربوبیت اور فرض امامت کا دعویٰ عبد اللہ بن سبائے کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفین پر تبرا بازی اور لعن طعن کی ابتداء بھی اس نے کی۔

﴿۳﴾..... حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت (دوبارہ تشریف آوری کا قائل تھا)

﴿۴﴾..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائد باطلہ کی بنا پر ہی عبد اللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔ (عبد اللہ بن سبا کی شیعہ توثیق) چنانچہ ایک مجتہد صاحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کرنے کیلئے اپنے بزرگ اول کا سہارا اس طرح لینا پڑا۔ اتنی بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ جس کی نسبت آدمیوں کو گمان الوہیت ہو جائے اس کے افضل البشر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ضرور ان میں ایسے فضائل موجود تھے کہ مقابلہ دیگر صحابہ کے حضرت علی لوگوں کو بشریت سے اعلیٰ درجہ میں دکھائی دینے لگے۔ اگر سب کے سب صحابہ نیک بخت ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا کوئی قائل نہ ہوتا۔ اس لئے جس امر کی قابلیت ان میں تھی ابن سبائے بھی اسی کی طرف ان کو منسوب کیا۔

(شمس الغنمی صفحہ 148 مؤذ عامہ شیخ احمد لکھنوی)

## قسم کے الفاظ اہل سنت حضرات

حقیقت اہل ذکر میں شاہ صاحب بخاری نے صفحہ 152 پر یہ تحریر کیا ہے۔ میں ابو العطاء قادری اس خدا کی طاقت سے علیحدہ ہو کر جو حاضر و ناظر ہے اور قہار و جبار ہے۔ صرف اپنی صداقت پر زندہ رہتے ہوئے قسم کھاتا ہوں کہ شیعہ مسلک کی بنیاد پر عبد اللہ بن سبائے یوں ڈالی سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کے ذہن نشین کرایا جو کہ شیعہ عقائد کی جز ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ قبل از قیامت تشریف لائیں گے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نبی علیہ السلام کے صحیح خلیفہ اور وصی (یعنی جانشین) ہے اور خلفائے ثلاث نے یہ حق ان سے منسوب کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر تبرا بازی کی۔

﴿۳﴾ مملکت اسلامیہ میں چھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص... عثمانی میں عبد اللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدنی شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

﴿ ۴ ﴾..... سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے ربوبیت اور فرض امامت کا دعویٰ عبد اللہ بن سبائے کیا۔

﴿ ۵ ﴾..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائد باطلہ کی بنا پر عبد اللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔ (قابل غور و فکر) آپ نے مذکورہ پانچ حوالوں اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ حقیقت اور عبد اللہ بن سبا کے عقائد کی تصریحات جان لی ہوں گی اور خود کتب شیعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفین شیعہ عبد اللہ بن سبا کے عقائد سے متفق ہونے کی وجہ سے شیعہ لوگوں کا اس پیروکار اور شیعیت کو یہودیت کی دوسری تصویر یا اصل کی شاخ قرار دیتے ہیں۔ تو شیعہ لوگوں کا یہ اگرچہ بظاہر اپنے اوپر الزام شمار کرنا ہے لیکن دے الفاظ میں عبد اللہ بن سبا کے عقائد سے اتفاق کرنا بھی ہے۔ کیونکہ جو عقائد ان کی کتب میں عبد اللہ بن سبا کے مذکور ہوئے وہی عقائد بعینہ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ آئیے عبد اللہ بن سبا جیسے عقائد ہم آپ کو ان کی کتب سے دکھاتے ہیں۔

﴿ ۱ ﴾..... الوہیت کے متعلق جلاء العیون جلد دوم صفحہ 60 اور شمس الضحیٰ صفحہ 148 سے

بیان ہو چکا ہے۔

﴿ ۲ ﴾..... خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا حق ہونا اور ان کے مخالفین پر تبر ابازی کرنا اور وصی کا عقیدہ رکھنا۔ قارئین کرام آپ ہمارے پیش کردہ کتب شیعہ سے حوالہ جات پڑھ کر واقف ہو گئے ہوں گے۔ یعنی جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے جس طرح خلیفہ بلا فصل ہونے کا عقیدہ عبد اللہ بن سبا نے ایجاد کیا۔ بعینہ یہی عقیدہ متعدد کتب شیعہ آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور مخالفین پر تبر ابازی معمولی بات ہے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر تبر ابازی سے نہیں رکتے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصی ماننے اور خلیفہ بلا فصل ماننے کا عقیدہ ان کی کتابوں کے بجائے ان کے کلمہ اور ان کی اذان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

﴿ ۳ ﴾..... حضور ﷺ کی رجعت کا عقیدہ عبد اللہ بن سبا کے اس عقیدہ کو بھی شیعہ لوگوں نے اپنایا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو! نعمانی روایت کردہ است از امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم آید خدا اور یاری کند بملائکہ و اول کسے کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باشد و بعد ازاں علی رضی اللہ عنہ۔ (حق الیقین صفحہ 219 در اثبات رجوت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد غار سے باہر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور علیہ السلام کریں گے پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں گے۔ تو شاہ صاحب بخاری من بندہ ابوالعطاء مسجد میں قسم دینے کیلئے تیار ہے اگر آپ ہمیں قسم اٹھانے کی دعوت نہ دیں گے تو تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ثابت ہوں گے۔ مگر ہماری ایک شرط ہوگی جس کو سب اہل علم و انصاف تسلیم کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک بیان (امالی شیخ ابو جعفر طوسی جلد دوم صفحہ 180 طبع ایران قال فبايعتم ابا بكر وعدلتم عني فبايعت ابا بكر كما بايعتموه وكرهت ان اشق عصا المسلمين وان افرق بين جماعتهم ثم ان ابا بكر جعلها العمر من بعده وانتم تعلمون اني اولي الناس برسول الله صلى الله عليه وسلم و بالناس من بعده فبايعت عمر كما بايعتموه فوفيت له بيعة حتى لما قتل جعلني سادس ستة فدخلت حيث ادخلني وكرهت ان افرق جماعة المسلمين و اشق عصاهم فبايعتم عثمان فبايعته

ترجمہ:- تم نے ابو بکر کی بیعت کی مجھے چھوڑ کر تو میں نے بھی تمہاری ان کی طرح بیعت کر لی اور مجھے یہ ناپسند تھا کہ مسلمانوں میں یعنی صحابہ کرام میں نا انصافی ڈالوں پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری قرابت سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت اسی طرح کی جیسے تم نے کی تھی اور میں نے حضرت عمر کے ساتھ کما حقہ وفا کی حتیٰ کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھنار کن مقرر کیا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا اور ان کی وحدت اور مضبوطی کو ختم کرنا بر جانا۔ پھر تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا انکار کرتے ہوئے ان کا انکار یا تو از روئے جہالت ہے یا پر لے درجے کا جھوٹ ہے۔ کیوں کہ شیعہ کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار بیعت صاف صاف الفاظ میں نقل کیا ہے۔ الحاصل علی المرتضیٰ میں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی اور ان کا وفادار رہا۔ شیعہ مؤرخ سید امیر علی لکھتے ہیں کہ خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضی القضاات تھے اور مہتمم زکوٰۃ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ عالم تھے۔ خط و کتابت اور اسیران جنگ کی حفاظت پر مامور تھے۔ وہاں کوئی کام بغیر صلاح و مشورے کے طے نہ پاتا تھا۔ تاریخ اسلام صفحہ 57 سید امیر علی سیشن حج۔

اب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعامل ملاحظہ فرمائیے۔ درکار ہوا لشکر کشی ہا اور اعانت سے فرمودے نیکو مے داد۔ ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ ہر کام میں اور فوج کشی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے امداد اور اعانت فرماتے تھے اور نیک مشورے دیتے تھے۔ ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس نظریہ کے اور مذہب میں حضرت عمر فاروق برحق خلیفہ تھے۔

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب حقیقت اہل ذکر کے صفحہ 77 پر لکھتے ہیں قضیہ فدک میں بعض حضرات ایک دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ اگر یہ ان کا حق ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی حکومت کے دوران اس پر قبضہ کر لیتے۔ اُن کا قبضہ نہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ اُن کا حق نہیں تھا۔ یہ دلیل درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو لوگ بصرہ کوفہ اور مصر سے آئے تھے اُن کو ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اپنے خاندان بنی امیہ کی جائیدادیں بنا رہے ہیں۔ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فدک پر قبضہ کر کے اپنی آدلی مقرر کرتے تو اُن پر بھی وہی الزام ہو جاتا یہ صرف ایک جواب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ ثبوت فلما وصل الامر الی علی بن ابی طالب علیہ السلام کلہم فی رد فدک فقال انی لا استحی من اللہ ان ارد شیاً منع منه ابو بکر و امضاه عمر

جب معاملہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس پہنچا تو آپ سے فدک کے لوٹائے جانے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم مجھے اُس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے جس کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں لوٹایا۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد 2 صفحہ 94 مطبوعہ بیروت)

ذالك ان لك ما لا بيك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يا خذ من فذك قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذلك و اخذت العهد عليه به و كان يا خذ غلتها في دفع اليهم منها ما يكفيهم ثم معلت الخلفاء بعده كذالك الى ولي معاوية حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا! اے سیدہ فاطمہ تیرے لئے وہی کچھ ہے جو آپ کے والد کا تھا۔ حضور ﷺ فدک کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیتے اور اس میں سے فی سبیل اللہ سواری بھی لے دیتے۔ تمہارے بارے میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا جس طرح حضور ﷺ سلوک فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ اور اسی پر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عہد لے لیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے ان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے تک یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن مہثم جلد پنجم صفحہ 107) زیر خط 44 مطبوعہ تہران

نوٹ :- ثبوت نمبر اسے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ باغ فدک اپنے ذوی القربی کو لوٹانے جبکہ شیخین نے ایسا نہیں کیا مجھے اللہ پاک سے شرم و حیا آتی ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ جو انہوں نے فدک کے بارے میں کیا اس کو حضور ﷺ کا عمل ہی سمجھا اور ان کی مخالفت کو اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت سمجھا۔

﴿ ۳ ﴾ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو جو انہوں نے فدک کے بارے میں کیا اپنا فیصلہ قرار دیا۔ قال زید وایم اللہ لو رجع



الامر اہی نقفیت فیہ بقضاء اہی بکر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم اگر یہی معاملہ میرے سپرد کر دیا جائے اور مجھے فیصلہ کرنے کو کہا جائے تو میں بھی وہی فیصلہ کروں گا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد چہارم صفحہ 86 مطبوعہ بیروت)

حضرت امام پاک محمد باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر بھی ظلم نہیں کیا۔ ابو عقیل کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان کیا ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فقال لا والذی انزل القرآن علی عبدہ لیکون للعلیین نذیراً ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردلة فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ تمام جہانوں کیلئے وہ نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے محبت کروں فرمایا ہاں تو برباد ہو جائے انہیں دونوں جہانوں میں دوست رکھ۔ اگر اس وجہ سے تجھے کچھ نقصان ہو تو میرے ذمہ ہے۔

(شرح ابن حدید جلد چہارم صفحہ 84)

﴿۴﴾..... ولك على الله ان اصنع بما كان يصنع فرضيت بذلك واخذت انعهده عليه وكان ياخذ غلتها فیدفع اليهم منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعد كذا لك الى ان ولي معاويه

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر سے اس کا عہد لے لیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضرورت کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جلد 16 صفحہ 4 صفحہ 80 فدک کے بارے میں چند شیعہ اعتراضات اور اس کے جوابات اعتراض:- آپ نے ثابت کر دیا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

فدک کا فیصلہ سن کر راضی ہو گئیں اور یہ فیصلہ صدیقی سرانکھوں پر تسلیم کر لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔ مگر تمہاری بخاری شریف کی حدیثوں سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔

جواب:- اہل سنت کی کتابوں میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک کے بارے میں دعویٰ کرنا تین بزرگوں سے منقول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو طفیل بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین جگہ منقول ہے۔ لیکن ناراضگی کا نام نہیں۔ ابوداؤد شریف میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین جگہ روایت ہے مگر ان میں ناراضگی کا لفظ نہیں۔ معلوم ہوا کہ بخاری شریف میں فغضبت کا لفظ دو جگہ ہے دو جگہ نہیں۔ صحیح مسلم میں نہیں، ابوداؤد میں بھی بالکل نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طفیل سے جو روایات منقول ہیں ان میں بھی ناراضگی کا لفظ نہیں۔ پس یہ دو پہلو صرف اس روایت کے ہیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ لہذا باقی بزرگوں کی روایات میں ناراضگی کا لفظ نہیں۔ تو معتبر پہلو وہی ہوا جس میں ناراضگی نہیں تو پس حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا دعویٰ تام نہ رہا اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں یہ غضبت والا اضافہ ہے وہ ایک راوی ابن شہاب زہری کا قیاس ہے اور وہ قابل حجت نہیں۔ بعض جگہ غضبت اور بعض جگہ وجدت ہے اور وجدت کے معنی حزن اور ندمت کے ہوتے ہیں۔ دیکھو (لغات قاموس) یعنی جناب سیدہ پشیمان ہوئیں اور ان کی یہ پشیمانی اپنے دعویٰ پر ہی تھی۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مطالبہ باغ فدک پر بے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث پیش کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموشی سے واپس آ گئیں اس کے بعد انہوں نے کبھی باغ فدک کے متعلق کلام نہیں فرمایا اور بوقت واپسی راضی تھیں۔ اس دلیل کے رد میں اکابر علماء شیعہ میں سے شیخ مرتضیٰ نے شافی میں کہا ہے کہ یہ کہنا سیدہ بخوشی واپس آئیں تھیں۔ فکيف بدعی انہا علیہا السلام کفت راضیة و امسکت فانعة لولا البیت و قلة الحباء

یہ کیسے دعویٰ ہو سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور صبر و قناعت

سے مزید گفتگو کرنے سے رک گئیں ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ کثرت حیا اور پریشانی کی وجہ سے  
 ہوا ہو۔ سیدہ فاطمہ کلام نہ کرنا اور اس میں خاموشی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابن حدید نے اس  
 کے جواب میں لکھا ہے کہ جو کچھ شیخ مرتضیٰ نے ذکر کیا وہ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس  
 ناراضگی کو ظاہر کرتا ہے جو بوقت حاضری عدالت تھی۔ ولا یدل علی انہا بعد راویۃ  
 الخبر بعد ان اقسام لها ابو بکر باللہ تعالیٰ انہ ما روی عن رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم الا ما سمعہ منہ انصرفت ساخطةً لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا  
 کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قسم اٹھانے کے بعد کہ میں نے خود رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا غصہ اور ناراضگی میں واپس آ گئیں۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد 4 صفحہ 94)  
 نوٹ:- ابن ابی الحدید کا شیعہ کتاب قرار دینا بے بنیاد اور بے چارگی کی دلیل ہے۔  
 علمائے ایران اور لکھنؤ نے ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھا ہے۔ یہ شرح ہمارے پاس ہے جس کو شک  
 ہو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ الحاصل: امام زہری سے روایت کرنے والے تین راوی ہیں۔ شعیب۔  
 خالد۔ صالح ان میں سے دو راوی شعیب اور خالد لفظ غضبت کا روایت میں ذکر نہیں کرتے۔  
 مگر صالح شاگرد امام زہری نے جب اس واقعہ میں اپنے استاد زہری سے لم تتکلم حتی ماتت کے  
 الفاظ نے تو اُس نے قیاس کیا کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا  
 بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر صالح نے غضبت کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا  
 ۔ جو اس کی اپنی سوچ تھی حقیقت حال سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ سیدہ  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا دم آخر تک کلام نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے  
 حدیث رسول لا نورث ما ترکنا فہو صدقہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا  
 صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں  
 ہوتی وہ صرف اُن حقداروں پر صرف ہوگی جن پر آپ خود صرف فرماتے رہے۔ تو اس حقیقت  
 سے آگاہی کے بعد سیدہ نے پھر تادم آخر معاملہ فدک میں ابو بکر صدیق سے قطعاً گفتگو نہیں  
 کی۔ دیگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی سیدہ کو پیش کش کی کہ مال و اموال خود را از تو  
 مضائقہ ندارم آنچه خواہی بگیر تو سیدہ اُمت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو

کے نئے تو اند کر دو۔ حکم تو نافذ است در سال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتمہ پدرتونے تو انم کر دو۔  
 مفہوم عبارت :- میرا تمام ذاتی مال و جائیداد تمہارے لئے حاضر ہے اے دختر رسول  
 تمہیں کلی اختیار ہے یہ سب کچھ آپ پر قربان ہے آپ اپنے پدر گرامی کی امت کے سردار  
 ہیں۔ آپ بیٹوں کیلئے شجرہ طیب و طاہر ہیں تمہارے فضیلت کا ہمیں اقرار ہے۔ مگر مسلمانوں  
 کے مال میں تمہارے والد گرامی ﷺ کی حدیث پاک کے خلاف عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

مقام غور و فکر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون کو اپنے مال و متاع میں تصرف  
 کرنے کا کلمہ اختیار دے دیا۔ لیکن باغ فدک اجتماعی مفاد کیلئے وقف تھا اس لئے اس کو دینے  
 سے معذرت کر لی یہ صرف ان کی اپنی رائے اور ذات کا فیصلہ نہ تھا بلکہ صحابہ کرام کا متفقہ فیصلہ  
 تھا۔ جس کی پشت پر سرور عالم ﷺ کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔ رقم  
 الحروف کا دعویٰ ہے کہ شیعہ حضرات فغضبت فاطمة فہجرت ابا بکر فاطمہ رضی اللہ عنہا غصہ ہو  
 گئیں اور ابو بکر سے گفتگو تر کر دی۔ سوا سکی حقیقت ہم نے بیان کر دی۔ ناراضگی کی یہ کہانی اہل  
 سنت و جماعت کی کسی معتبر کتاب سے ان الفاظ کے ساتھ کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے خود  
 فرمایا ہو کہ میرا حق غصب ہوا میں ابو بکر سے سخت ناراض ہوں۔ اس لئے میں ان سے کبھی کلام  
 نہیں کروں گی۔ میں شاہ صاحب بخاری آپ کو اور آپ کے اس مولوی ذاکر مجتہد کو پانچ ہزار  
 انعام دو نگا جو ایک ہی حدیث صحیح دکھا دے جس میں یہ ذکر ہو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو  
 بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی لیکن دوران ملاقات کلام نہیں ہوا۔ آؤ میں دکھاتا ہوں۔  
 آپ کے شیخ تمی لکھتے ہیں۔ قال فلما بايع علي عليه السلام والزبير وهدا آت  
 تلك الفورة مشى اليها ابو بكر بعد ذلك فشفع العمر و طلب اليها  
 فرضيت جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور  
 حالات پر سکون ہو گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے بعد سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے  
 پاس آئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیلئے سفارش کی اور رضا کے طلب گار ہوئے تو آپ راضی ہو  
 گئیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

﴿۱﴾..... سیدہ فاطمہ الزہراءؑ ابو بکر صدیقؓ پر راضی تھیں۔

﴿۲﴾..... سیدہ خاتون جنت صدیق اکبرؓ پر یوں مصمم قلب سے راضی تھیں کہ ان کی سفارش پر عمر فاروقؓ سے بھی راضی ہو گئیں۔

بیت الاحزان مصنفہ شیخ قمی طبع اصفہان صفحہ 88 غضبت فاطمہ کے الفاظ راوی نے اپنی طرف سے قیاس اور اندازے سے پیش نظر زائد کر دیئے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ اس قسم کی اراستگی کے الفاظ سیدہ فاطمہؑ کے منہ سے نکلے ثابت کر دے تو اسے پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔

اب آ یہ استخلاف کی تفسیر و معانی بیان کرتے ہیں

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت وعدہ ان لوگوں سے کیا گیا جو مومن و رصالح ہوں یعنی نزول آیت سے پہلے ایمان لا چکے ہوں۔

﴿۲﴾..... وہ اس وعدہ سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک ایمان نہیں لائے تھے مثلاً امیر معاویہؓ چونکہ وہ اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ لہذا ان کی خلافت وہ خلافت نہیں جس کا اس آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے۔

﴿۳﴾..... وہ وگ بھی اس آیت کے مصداق سے خارج ہیں جو نزول آیت کے وقت تک پیدا نہیں ہوئے باقی ائمہ اہل بیت بمعہ حضرت امام محمد مہدیؑ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ تو ابھی پیدا ہی نہیں تھے۔ اب شیعہ حضرات کے شمس العلماء حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین العلامة سید علی الحائری سے اس کی تفسیر سنئے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم میں لفظ منکم دو فائدوں کیلئے بیان کیا گیا۔ ایک تو یہ کہ تم مسلمانوں سے (جو سب کے سب صحابہ کرام تھے) جو مومن ہوگا وعدہ خلافت میں شامل ہوگا نہ کہ ہر مسلمان۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ منکم میں من تبغیہ ہے یعنی تمام مسلمانوں میں سے جس قدر مومن ہوں گے سب کے سب خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ بلکہ وہ بعض مومن جو خلافت کے حقدار ہوں گے۔ یہ ہے آپ کے علامہ علی الحائری کی منکم کے لفظ کی تفسیر کا خلاصہ تو امام قائم یقینی امام محمد مہدیؑ آیت استخلاف کے مصداق نہیں بن سکتے۔ آگے لیستہلفنہم فی الارض کی تفسیر بحوالہ

تفسیر مجمع البیان ابوعلی فضل بن حسن طبری حوالہ نمبر 1 شیعہ۔ لیورٹنہم الارض الکفار من العرب والعجم فیجعلہم سکا نہا و ملو کھا لیستخلفنہم فی الارض کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے جس کو کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کے باسیوں اور سرزمین عرب و عجم کے بادشاہ بنے۔ (مجمع البیان جلد 4 جز ہفتم)

حوالہ نمبر: ۲ ﴿... لیستخلفنہم فی الارض کی تفسیر میں صاحب تفسیر صافی یوں لکھتے ہیں۔ لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خلیفہ بنائے گا۔ بعد نبیکم کے الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلیفہ بنیں گے جو اس امت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام چلائیں گے۔ تو ایسے خلیفہ خلفائے اربعہ ہیں نہ کہ امام محمد مہدی سلام اللہ علیہ کیونکہ ان کی تشریف آوری تو قریب قیامت ہوگی۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی آیت استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک امت گمراہی میں بھٹکی رہتی۔ (تفسیر صافی جلد دوم صفحہ 177)

حوالہ نمبر: ۳ ﴿... انہا آیة استخلافہم فی الارض و تمکین دینہم و تبدیل خوفہم انا بما اعز الاسلام بعد رحلة النبی فی ایام الخلفاء الراشدین والمرد باستخلافہم استخلاف الخلفاء الاربعة بعد السبی یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کا استحکام دیا۔ ان کے خوف سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔ تفسیر شیعہ مجتہد طباطبائی صفحہ 153 حضرت علی کریم اللہ وجہہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس نفیس خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں یہ اسلام اس خدا کا دین ہے۔ جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہ اسلام اس خدا کی

فوج ہے جس نے اُس کی ہر جگہ مدد کی اس ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں لازم تھا ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے غلبہ اسلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ (نسخ البلاغۃ خطبہ نمبر 146 صفحہ 203 اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ سے یہاں خطبہ میں کیا مراد لی ہے۔ اس کی وضاحت شیعہ مجتہد سے سنئے۔ ثم وعدنا بموعود وهو النصر والغلبه والاستخلاف فی الارض كما قال وعد الله الذين امنو منكم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض كما استخلف الذين من قبلہم وکل وعد من اللہ فهو منجز لعدم الخلف فی خبرہ پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا۔ اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے۔ جیسا کہ اُس نے قرآن پاک میں فرمایا۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اُس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونی والا ہے کیونکہ اُس کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ (شرح نسخ البلاغۃ ابن میثم شیعہ جلد سوم صفحہ 196)

نوٹ:- ابن میثم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آیت استخلاف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یقین رکھتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا۔ وہ یقیناً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائے گا کیونکہ اس کا یہ وعدہ ہے۔

۵..... لیستخلفنہم فی الارض كما استخلف الذين کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔ کاشانی شیعہ یوں لکھتے ہیں۔ در اندک وقتے حق تعالیٰ بوعدہ مومنا وفا نمود جزا ر عرب و دیار

کسریٰ و بلا دروم بایشاں ارزانی داشت تھوڑی مدت اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا کر دیا۔ عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرمادیئے۔

نوٹ:- ملاحظہ اللہ کاشانی کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اس آیت کی اب یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی وفا حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کے دور میں ہوگی بالکل باطل اور لغو ہے۔

تفسیر منہج الصادقین ملاحظہ علی کاشانی جلد ششم صفحہ 312 قیصر و کسریٰ روم کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا سے شیعہ سنی حنفیہ طور پر مانتے ہیں۔ کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دور خلافت ہی میں یہ فتوحات ہوئیں۔ لہذا مذکورہ حوالہ منہج الصادقین کے مطابق خلفائے راشدین ہی آ یہ استخلاف کے مصدق بنتے ہیں۔

ولیمکن لهم وینہم الذی ارتضیٰ لهم ولیدلہم من بعد خوفہم امن اللہ تعالیٰ جس دین کو پسند کرتا ہے اسی کو ان خلفاء کیلئے مضبوط و محکم بنائے گا اور اللہ تعالیٰ حسب وعدہ ان کے زمانے میں خوف کو امن میں تبدیل فرمادے گا۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ میں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرمایا۔ قال علیہ السلام فی کلام لہ 'وولہم وال فاقام واستقام حتی ضرب الذین ہجیرانہ اور حکم ہو مسلمانوں کا ایک حاکم اور اُس نے قائم کیا دین کو حتیٰ کہ دین نے اپنا سینہ زمین پر رکھ دیا۔ ان الوالی ہو عمر بن الخطاب شرح میثم نوح البلاغہ جلد 5 صفحہ 463 خلفاء کے زمانہ میں خوف کو امن میں بدل دیا ملاحظہ ہو۔

لہ بلاد فلان فلقد قوم الا و دو داومی العهد واقاما السنة وخلف الفتنة ذهب نفي الثواب قليل العيب اصاب خیر ہا و سبق شرها اذی الی اللہ طاعته' واقفانہ بحفہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے اور انہیں محفوظ رکھے وہ عمر جس نے کبھی کو دور کیا گمراہوں کو ہدایت دی بیماری کا علاج کیا شہر کے رہنے والوں کو مسلمان کیا۔ سنت کو قائم کیا۔ احکام پیغمبر کو جاری کیا۔ فتنہ و فساد کے امور کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کے دور خلافت میں فتنہ نہ اٹھا۔ پاکدامن اور کم عیب ہو کر دنیا سے گیا۔ خلافت کی خوبیوں کو پایا اس کی شر سے پہلے چلا گیا امر خلافت ک منظم طور پر چلایا۔ اللہ کی بندگی بجالایا اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا۔



بعبدونسی لا یشرکون ہی سیاہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ آیہ استخلاف کی تفسیر اور وضاحت ختم ہوگی۔ اب ایک حدیث سنیجے۔ در حدیث صحیح از امام محمد باقر منقول است، حق تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنا دعویٰ ظاہر کرو۔ پس حضرت بمسجد آمد و برحجر اسمعیل ایستادہ بصدائے بلند ندا کرد کہ اے گروہ قریش وائے طوائف عرب شماراے خوانم :۔۔۔ اے شہادت بواحدنیت خدا وایمان آوردن بہ پیغمبری من و امرے کم شمارا کہ ترک کید بت پرستی را۔ واجابت تمامید مرادرا آنچه شماراے خوانم تا پادشاہان عرب گردید و گروہ عجم شمارا فرمان برداران گردند و در بہشت بادشاہاں باشید۔

تو حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں یعنی خانہ کعبہ میں آئے اور حجر اسمعیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب میں تم کو بلاتا ہوں خدا کی واحدنیت کی شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو چھوڑو اور میرا کہنا قبول کرو اس امر میں جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تاکہ عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ 263 در بعثت آنحضرت)

قارئین غور فرمائیں جو مضمون آیہ استخلاف میں ہے وہ سب مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آیہ استخلاف میں جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم ان کو زمین میں خلیفہ کریں گے۔ اس سے عرب و عجم کی بادشاہت ہے جیسا کہ بحوالہ تفسیر مجمع البیان شیعہ آیت استخلاف کی تفسیر یہ بیان ہے۔ لیورنھم ارض اکفار من العرب و العجم اس سے مراد عرب و عجم کی بادشاہت ہے اور جو آیہ استخلاف میں مذکور ہے کہ اللہ کو خلفاء کا دین پسند ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔ تو یہ مضمون حدیث روایت کردہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ میں یوں مذکور ہوا کہ تم بہشت میں بادشاہ بنو گے تو از روئے قرآن اور حدیث پاک رسول اللہ ﷺ ثابت ہو گیا کہ چاروں خلفاء عرب و عجم کے بادشاہ بھی ہوئے اور آخرت میں بہشت کے بادشاہ بھی۔ اس حقیقت کو شاہ صاحب بخاری آپ کے بھی ممدوح سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔ بعض لوگ بڑے سطحی انداز میں تاریخ کا

مطالعہ کرے کے بے تکلف یہ فیصلہ کر ڈالتے ہیں کہ اسلام تو بس تیس سال چلا اور پھر ختم ہو گیا۔ حالانکہ صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے۔ خلافت راشدہ کی اصلی خوبی یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مکمل نیابت تھی۔ خلیفہ راشد محض راشدہ (راست رو) ہی نہ ہوتا تھا بلکہ مرشد (راہنما) بھی ہوتا تھا۔ اس کا کام حکومت کا نظم و نسق چلانا اور فوجیں لڑانا تھا۔ بلکہ اللہ کے پورے دین کی مجموعی طور پر قائم کرنا تھا۔ اس کی ذات میں ایک ہی مرکزی قیادت تھی جو سیاسی حیثیت سے مسلمان کی سربراہی بھی کرتی تھی۔ اور عقیدہ مذہب اخلاق و روحانیت قانون و شریعت تہذیب و تمدن۔ تعلم و تربیت اور اخلاق و تبلیغ کے تمام معاملات میں ان کی امامت اور رہبری کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ 201)

ایک شبہ کیا خلفاء ثلاثہ شرعی مسائل حل نہیں کر سکتے تھے

جواب:- ہم یہ بات نہیں مانتے کہ خلفائے ثلاثہ میں مسائل حل کرنے کی اہلیت نہ تھی۔ خاص کر خلیفہ ثانی کہ جن کی ذات کے متعلق حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ انہیں کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

ان السکینۃ نطق علی لسان عمر احتجاج طبری جلد دوم صفحہ 447 بے شک  
سکینۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر ناطق ہے۔ اسی روایت کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ ان  
الحق نطق علی لسان عمر وان ملکا ینطق علی لسانہ و غیرہ ذالک قال فی  
تلخیص (الثانی صفحہ 247)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے۔ اور فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتا ہے۔ شیعوں کی معتبر کتب سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر کی زبان پر حق اور فرشتہ بولتا ہے۔ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان روایات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا۔ لست منکر فضل عمر  
للسن ابوبکر افضل من عمر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے بھی کو فرمایا کہ تو نے جو یہ کہا کہ حق عمر کی زبان پر بولتا ہے اور اس سے ان کی فضیلت بیان کی لیکن فضیلت میں یاد رکھو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خلیفہ ثانی کو مسائل شرعیہ جواب نہیں آتے تھے۔

﴿۲﴾..... دعائے مصطفیٰ ﷺ اے اللہ! ہم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔

(تفسیر صانی شیعہ صفحہ 247 شرح نہج البلاغہ ابن حدید جلد اول صفحہ 59)

نہی کریم ﷺ کا مستجاب الدعوات ہونا ہم اور تم سب کو مسلم ہے تو جب دعائے پیغمبر حضرت عمر مستحکم و مضبوط کرنے والے دین اسلام کے ہوئے تو پھر یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بابرکت وجود سے مضبوطی اور استحکام عطا ہوا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسائل اسلام کا علم نہیں تھا۔ اس قسم کا عقیدہ شیعہ لوگوں کا تو ہو سکتا ہے کسی خادم اہل بیت اور اُمتی رسول کا ایسا عقیدہ ہونا ناممکن ہے۔

﴿۳﴾..... خدا نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن اتارا

جنگ بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا بعض نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے قتل کر دینے کا مشورہ دیا لیکن حضور ﷺ دیگر صحابہ کرام کے مشورہ کے مطابق ان سے جزیہ لے کر چھوڑ دیا تو یہ آیت استخلاف نازل ہوئی۔

لولا كتب من الله سبق لمسكم فيما اخذتم عذاب عظيم (پارہ 10) اگر تحریر خدا پہلے سے نہ ہو گئی ہوتی تو جو کچھ تم نے لے لیا ہے اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب واقع ہوتا۔ (مقبول ترجمہ) اسی آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے اللہ کا شانی شیعہ نے یوں تحریر کیا ہے۔ کہ در روایت آمدہ کہ حضرت محمد رسول ﷺ فرمود اگر عذاب فرد آدمی غیر عمر و سعد بن معاذ ازاں نجات نیافتند لے لیا کہ اس پر ہر دو قتل کفار راضی ہوں نہ باخذ فدیہ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کا عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ بن معاذ کے بغیر کوئی نجات نہ پاتا۔ کیونکہ ان دونوں نے ان قیدیوں کو قتل کرنے پر رضا مندی ظاہر کی تھی نہ فدیہ لینے پر۔ حاصل کلام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے بارگاہ الہی میں مقبول تھی لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مسائل شرعیہ کے حل کی عظیم اہلیت عطا فرمائی تھی۔ جن کو اللہ اور اس کا رسول صائب الرائے کہیں ان کی رائے اور اہلیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے۔

## از تاریخ ابوالفداء

ہجرت اولیٰ:- یہ وہ ہجرت ہے جس میں مسلمان درمیان زمین حبشہ کو جا رہے تھے۔ واضح ہو کہ قریشیوں نے اصحاب رسول اللہ کو بہت تنگ کرنا ایذا شروع کیا۔ اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کیا کہ جس کسی کے کنبہ نہ ہو اس کو اختیار ہے وہ حبشہ کی طرف چلا جائے۔ چنانچہ اول بارہ اشخاص جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا دختر نیک اختر رسول مقبول کے اور زبیر العوام عثمان بن مظعون، عبد اللہ بن مسعود اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تھے ہجرت کر کے دریا پار کر کے زمین حبشہ میں طرف بادشاہ نجاشی کے گئے اور وہاں جا کر قیام کیا۔ بعد ان کے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی پھر اکثر مسلمانوں نے ہجرت کی اور حبشہ میں جا بسے۔ وہ کل مرد جو ہجرت کے گئے وہ تراسی 83 تھے اور عورتیں اٹھارہ۔ یہ تعداد سوا ان کے ہے ان بچوں کے ہے جو ہمراہ تھے۔ نجاشی نے بھی اپنے یہاں کے پناہ گزینوں کی حفاظت و حمایت کی۔ جب قریش نے دیکھا کہ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور تمام قبائل عرب میں پھیل گیا اس وقت آپس میں عہد کیا ان سے نکاح اور خرید و فروخت کبھی نہ کریں گے۔ اس امر کا ایک اقرار نامہ لکھ کر واسطے تاکید کے کعبہ اللہ میں رکھ آئے۔ (تاریخ ابوالفداء صفحہ 43)

نوٹ:- تاریخ ابوالفداء کے محشی یعنی حاشیہ لکھنے والے شیعوہ حضرات کے فخر العلماء سید نجم الحسن کراروی پشاور والے ہیں تاریخ میں جو لکھی ہوئی عبارت شیعوہ مسلک کے خلاف ہو۔ اس کے جواب یعنی رد حاشیہ کتاب پر لکھ دیتے ہیں۔ تو ہماری نقل کردہ عبارت بالاتر دید انہوں نے قبول کی ہے۔

(از تاریخ طبری بنو ہاشم کے خلاف معاہدہ)

جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اسلام لائے یہ ایک نہایت طاقتور اور جری آدمی تھے۔ ان سے پہلے حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی اسلام لائے تھے۔ ان دونوں کے مسلمان ہو جانے سے اب اصحاب رسول نے اپنے میں زیادہ قوت محسوس کی اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا۔ بادشاہ نجاشی نے بھی اپنے ہاں مسلمان پناہ گزینوں کی امداد و اعانت اور حفاظت کی۔ اس سے قریش بہت طیش میں آئے۔ انہوں نے آپس میں مشاورت کر کے باقاعدہ عہد نامہ لکھا اور اس کی بجا آوری کیلئے سب نے سخت

عہد و پیمانے کئے کہ اب کوئی بنو ہاشم سے خرید و فروخت اور نہ نکاح اور نہ تجارت کرے۔ اس معاہدہ کو کعبہ کے وسط میں لٹکا دیا۔ قریش کے اس بند و بست پر بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، ابوطالب کے پاس چلے گئے۔ شعب ابوطالب کے درہ کا نام ہے جو خاندان بنو ہاشم کی مورثی ملکیت تھا۔ ان کے ساتھ گھاٹی میں رہنے لگے۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ (تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول صفحہ 80 بنی ہاشم کا مقاطعہ از تاریخ ابن خلدون)

پھر جب قریش نے دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کے ملک میں چلے گئے جن پر ہمارا کوئی زور نہیں چل سکتا اور جو معدودے چند باقی ہیں۔ اب ان کو بھی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے ذرہ برابر بھی تکلیف نہیں دے سکتے۔ تب انہوں نے جمع ہو کر یہ عہد و پیمانہ کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں نہ نکاح کرے اور نہ لین دین کرے اور ان سے ملے چلے اس پر سب لوگوں نے قسمیں کھائیں۔ ایک معاہدہ لکھ کر کعبہ میں رکھ دیا۔ تین سال تک یہی عہد و پیمانہ قائم رہا۔ خرید و فروخت کا معاملہ بند ہو گیا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف ہونے لگی۔ (ابن خلدون صفحہ 25)

شاہ صاحب بخاری طبری اور ابن خلدون کے ہر دو خط کشیدہ حوالوں سے ثابت ہوا اور تاریخ ابوالفداء سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اکثر مسلمان بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ شاہ نجاشی کے ہاں چلے گئے اور باقی ماندہ مسلمان جو معدودے چند تھے، شعب ابی طالب میں ان کے ساتھ محصور تھے۔ تو وہاں کون ان کی امداد کرتا۔ قلیل تعداد مسلمانوں کو ابھی جہاد کا حکم خداوندی نازل نہیں ہوا تھا۔ دار ارقم میں حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے سے پہلے حضرت حمزہ شیردل اور علی المرتضیٰ انہی مسلمانوں میں تھے۔ جو اسلام کی پوشیدہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ چھپ کر نمازیں ادا کرتے تھے۔ علاوہ صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے شعب ابی طالب میں حضرت حمزہ اور علی شیر خدا بھی تھے انہوں نے کون سی امداد کی، دیگر قریش نے تین سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بائیکاٹ کئے رکھا۔ آپ شعب ابی طالب میں محصور رہے ان ایام مصیبت میں بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اس ابتلا کے خاتمے پر حضرت ابوطالب کے جو اشعار نقل کئے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہے۔ قضا ماصوفی لیہم انہوں نے جو رات کو فیصلہ کیا سو کیا۔

ثم صبحوا على سهل و سائر الناس رقدوا او هم رجعوا سهل بن بيضاء  
راضيا و سر ابو بكر بها و محمد  
پھر صبح ہوئی اور تمام آدمی ابھی سو رہے تھے۔ انہوں نے سهل بن بیضاء کو راضی کر کے لوٹایا اور  
اس سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر راضی ہوئے۔

(تاریخ التواریخ شیعہ جلد 2 صفحہ 266)

شاہ صاحب بخاری اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 9 پر لکھتے ہیں۔ دختر رسول اللہ بیمار ہیں، مسجد کے  
پاس ہی گھر تھا۔ روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنے آتے تھے۔ کبھی عیادت نہ کی۔ نماز جنازہ میں شرکت نہ  
کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک چھ ماہ تک کوئی کلام نہ کرنا اس تمام واقعات سے ثابت ہے کہ  
آپس کے تعلقات نہایت کشیدہ تھے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ بی بی ان سے غضبناک تھیں۔  
و كان على عليه السلام يصلي في المسجد الصلوة الخمس فلما صلى قال ابو  
بكر و عمر كيف بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت علی پانچوں وقت نماز مسجد  
میں پڑھتے تھے۔ ایک روز جب نماز پڑھ چکے تو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ  
رضی اللہ عنہا کی بیماری کے متعلق دریافت کیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخین نے حضرت علی  
رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صحت کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باقاعدگی سے  
پانچ وقت کی نماز باجماعت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔  
کتاب سلیم بن قیس بلالی جلد 2 صفحہ 222 اور اسی کتاب کے صفحہ 20 پر روایت کرنیوالا سلیم بن قیس ان  
پانچوں اماموں کا شاگرد ہے۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زین العابدین اور  
حضرت امام محمد باقر رضوان اللہ علیہم اجمعین عیادت کے بعد نماز جنازہ کا بیان صفحہ 2 ارشاد علی کرم اللہ  
وجہہ قال علی عليه السلام الوالی احق بالصلوة على الجنارة من وليها حضرت علی رضی  
اللہ عنہ نے فرمایا اگر کسی کی نماز جنازہ میں اور میت کا ولی اور امیر المؤمنین قرب الاسناد جلد 2 صفحہ 210۔  
خليفة وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت  
نماز جنازہ پڑھانے کی اولیت رکھتا ہے۔ اسلامی قانون اور ارشاد علی رضی اللہ عنہ کے مطابق سیدہ  
فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محلہ میں واقع مسجد مسجد نبوی کے امام بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قال ماتت فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابو بکر و عمر لیصلوا، فقال ابو بکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ما كنت لا تقدم و انت خليفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم ابو بکر و صلی علیہا کہ جب فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم دونوں نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ مصلی امامت پر تشریف لے چلیے۔ تو حضرت علی نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں آپ کی موجودگی میں میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں۔ تو پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

نوٹ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان کردہ قانون کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے آگے بڑھنے کو کہا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب ابو بکر صدیق کو خلیفہ رسول سمجھتے تھے اور کہتے تھے تو ابو بکر صدیق نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۶۶ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۹)

دیگر امام حسین نے سنت سمجھتے ہوئے امام حسن پاک اور سیدہ ام کلثوم کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا۔ قد تقدم ان سعيد بن العاص صلی علی الحسن لانه کان ولياً تو منذ علی المدینة سعید بن العاص نے امام حسن پاک کی نماز جنازہ پڑھائی کیونکہ ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔ (کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۵۸۶)

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لما توفيت ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علیہ السلام خرج مروان ابن الحکم وهو امیر ایومند علی المدینة فقال الحسين ابن علی علیہ السلام لولا السنة ما ترکته یصلی علیہا جب ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا انتقال ہوا۔ اس وقت مدینہ کا حاکم مروان بن حکم نماز جنازہ کیلئے (امامت کیلئے) نکلا۔ تو امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر طریقہ شرعی یہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔ کتاب الجعفریات صفحہ ۲۱۰ باب من احق بالصلوة علی المیت کتب شیعة سے ثابت ہو گیا کہ ائمہ اہل بیت کا یہی دستور رہا کہ اپنے افراد کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے جو وقت کا حاکم ہوتا اور یہ اس لئے کرتے تھے کہ سنت یہی طریقہ تھا۔ اسی

لئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کیلئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تو انہوں نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہی وہ سنت ہے جس کا اعلان امام حسین پاک رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص کے امام بنانے پر کیا اور یہی وہ سنت ہے جس پر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز کے وقت عمل کیا گیا۔ اسی سنت کے بارے میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر سنت نہ ہوتی تو تمہیں۔ سعید بن العاص و مروان بن حاکم کو جناب کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا

از حضرت امیر المومنین صلوات اللہ روایت کردہ است کہ ہفت کس بر جنازہ حضرت فاطمہ نماز کردند ابو ذر۔ سلمان۔ حذیفہ۔ عبد اللہ بن مسعود۔ مقداد و من ایشاں امام بودم (جلاء العمون جلد اول صفحہ ۲۳۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ ابو ذر، سلمان، حذیفہ، عبد اللہ بن مسعود۔ مقداد اور میں ان کا امام بنا اور نماز پڑھائی۔ حوالہ دیگر جب رات ہوئی تو جناب امیر نے عباس اور فضل ابن عباس کو بلایا اور سلمان۔ مقداد۔ ابو ذر۔ عمار کو بلایا اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔ جلاء العمون جلد اول مترجم صفحہ ۲۷۸۔ جلاء العمون کی دونوں عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں سات آدمی شریک ہوئے۔ خدا را یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے انہوں نے شرکت نہ فرمائی۔ مثلاً امام حسن پاک، امام حسین پاک، عبد اللہ بن عباس، عقیل بن ابی طالب، جعفر بن ابی طالب، سعد بن عبادہ، ابو ایوب انصاری، ابو سعید خدری، بلال، صہیب، براء بن عازب، سہل بن حنیف، ابو رافع رضوان اللہ علیہ اجمعین ان بارہ صحابہ کو خود شیعہ بھی قابل احترام مانتے ہیں اور ان کی جلالت کے قائل ہیں تو بخاری شاہ صاحب آپ سے سوال ہے اگر بقول آپ کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالفرض حضرت سیدہ خاتون جنت کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور یہ بھی فرض کر لیجئے ان کی عدم شرکت بوجہ ناراضگی تھی تو ان مذکورہ بالا بارہ اصحاب کے بارے میں شیعہ حضرات کیا کہیں گے۔ کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے بھی ناراض تھیں؟ کیا ان کے بارے میں بھی سیدہ نے وصیت کر دی تھی کہ میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں جن میں ان کے حقیقی بیٹے امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ کی نماز جنازہ میں شرکت یا عدم شرکت رضا



مندى یا ناراضگى کی دلیل بنا نا غلط ہے۔ کیا امام حسن پاک، امام حسین پاک اور عبداللہ بن عباس سے بھی ناراض تھیں۔ اگر ان حضرات کی عدم شرکت ناراضگى کی بنا پر نہیں تھی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت بھی اس قاعدے کے تحت نہیں آنی چاہیے۔ اس لئے اس کو ناراضگى کے اسباب میں داخل کرنا لغو اور باطل ہے۔ باقی ہم کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابو بکر صدیق سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگى کے تھا اس کا مدلل جواب اسی کتاب کے پچھلے اوراق میں دے چکے ہیں۔

درود شریف اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

وارد شدہ لفظ آل سے کون کون مراد ہیں

آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں مگر ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

﴿۱﴾..... آل کے معنی یعنی آل محمد سے مراد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں امت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ والامة المومنون الذين صدقوا ما جاء به من عند الله الممسكون بالثقلين کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔ تفسیر صافی شیعہ زیر آیت ان الله اصطفى آدم و نوحاً سورة آل عمران

﴿۲﴾..... اعلم ان آل الرجل فى النخلة العرب هم خاصة الاقربون اليه وخاصة الانبياء والهم هم الصالحون العلماء بالله من المومنين جان لو کہ عربى زبان میں ایک آدمی کی آل سے مراد اس کے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ مگر انبیاء کے خواص اور ان کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۶۰ نوٹ: شیخ اکبر ابن عربی کو مجالس المومنین میں ان کے نام کے ساتھ قدس سرہ کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

﴿۳﴾..... قرآن پاک میں ارشاد خداوندی و آغر قرآن آل فرعون ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ آل فرعون سے مراد پیروان فرعون مراد ہیں۔ اس لئے کہ فرعون کے اولاد تھی اور فرعون کے تمام فرماں بردار غرق کئے گئے اور دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلیبی بیٹا جو فرماں بردار نہ تھا۔ ا

س کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انہ لیس من اہلک یعنی اے نوح وہ تمہاری آل سے نہیں ہے۔

﴿۴﴾..... پیغمبروں کے مقرب لوگوں کا بیان جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بے شک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کی پیروی کی اگرچہ ان کو نسبتی تعلق ابراہیم سے نہ ہو۔ پھر جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا قال ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت الحمته وان عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابته کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرنے۔ اگرچہ اس کا نسب جدا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو، یعنی خاندانی رشتے سے چاہے کتنے ہی قریب ہوں ثبوت نمبر پاک امام جعفر صادق نے امت کو شامل آل فرمایا۔ مومنوں کو جو آنحضرت کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی اور ثقلین سے تمسک کیا وہ آل محمد شامل ہیں۔ شاہ صاحب بخاری خدارا غور کرو۔ اگر آل محمد وہی ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ باقی تمام شیعہ حضرات سے کوئی مومن نہیں بلکہ منہ من ہیں۔ ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ایمان ہے تو مومن ہوئے اور بفرمان امام جعفر صادق آل میں داخل ہیں۔ شیعہ حضرات اب فیصلہ تم پر ہے۔ ہم نے از روئے قرآن اور امام جعفر صادق کے فرمان اور مولا علی المرتضیٰ کے کلام مندرجہ بالا نسخ البلاغۃ حصہ سوم ملفوظات صفحہ ۸۸۷ سے ثابت کر دیا کہ درود شریف میں وارد شدہ لفظ آل سے آنسور عالم کی امت کے نیک اور پاک سیرت قبضین مراد ہیں اور اسی طرح نیک اور پاک سیرت اولاد بھی آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے اور صوم و صلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو علوم شریعہ سے نا بلد ہو خواہ وہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو آل سے خارج ہوگا۔

**سفر ہجرت میں ابو بکر صدیق یار غار رضی اللہ عنہ نے اپنا تن من دھن**

**اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا**

﴿۱﴾..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر سے حکم پروردگار حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقت ہجرت اپنے ساتھ لائے تھے۔ شیعہ کا یہ کہنا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد میں پیچھے سے آئے تھے۔ ان کی

یہ بات سفید جھوٹ سے بھی کچھ اونچی چیز ہے۔ عالی شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۱۰ پر لکھا ہے۔ ترا امر کردہ است کہ ابو بکر صدیق را ہمراہ خود ہمیری، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ ابو بکر کو ہمراہ لے کر چلیں۔

﴿۲﴾..... جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا امرت ان تستعجب ابا بکر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ابو بکر صدیق کو ہجرت کیلئے اپنے ساتھ لے جانا۔ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۸۱ باب الهجرة) تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۲۳۱) آگے انہیں دو کتابوں کی روایت پڑھیے۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابو بکر! کیا تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ جس طرح کفار و مشرکین بوجہ تبلیغ مجھے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اسی طرح تم ان کو مطلوب ہو جاؤ۔ وتعرف بانك انت الذي تحملني على ما ادعيه فتحمل عني انواع العذاب اور وہ بخوبی جان جائیں کہ میری ان تبلیغی باتوں کا متحرک تم ہی ہو۔ پھر تم مختلف مصائب و تکالیف (میں میری طرف سے) پڑ جاؤ۔ یہ سن کر قال ابا بکر يا رسول الله اما انا لمعشت عمر الدنيا اعدب في جميعها اشد عذاب لا ينزل على موت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے تا قیامت عمر عطا ہو اور اتنی لمبی عمر لگا تار دکھوں اور مصیبتوں میں رہوں نہ آرام کی موت آئے اور نہ ہی کسی قسم کی راحت نصیب ہو اور یہ سب سختیاں اور دکھ صرف آپ کی محبت کی پاداش میں ہوں تو سب کچھ عزیز ہے۔ میں اس کے بدلے زندگی کی خوشگواہی کبھی قبول نہیں کروں گا۔ وانا مالك لجميع ممالك ملو کھا فی مخالفتك وهل انا ومالي وولدي الا فداءك اور اگر مجھے تمام دنیا کے بادشاہوں کی حکومتیں مل جائیں۔ لیکن صرف آپ کی مخالفت کی بنا پر تو میں اُسے ٹھوکر مار دوں گا۔ حضور میں، میری اولاد اور میرے والدین اور سب کچھ آپ پر قربان۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابو بکر! اللہ نے مجھے تیرے قلب کی گہرائیوں میں بستے خیالات سے آگاہی فرمادی ووجد ما في مواقفها جری البصر والراس من الجسد ومنزلة الروح من البدن اللہ تعالیٰ نے میرا تیرا تعلق اس طرح بنا دیا ہے جس طرح جسم انسانی کے ساتھ آنکھ، کان اور سر کا تعلق ہے اور اس طرح کہ جس طرح بدن اور روح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ ان حقائق کے باوجود اگر کوئی حسد و

بغض کا مارا ہڈیانی کیفیت میں یہ کہتا پھرے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان عہد و پیمان میں بالکل مخلص نہ تھے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باندھے تو ہم کہتے ہیں جو شخص ایک ایسی حدیث صحیح کسی کتاب معتبر سے دکھا دے جس میں ذکر ہو یہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد کس وقت اور کس کے سامنے یہ فرمایا کہ ابو بکر نے مجھ سے کئے گئے وعدے نہیں نبھائے اور سفر ہجرت میں بے وفائی کا مظاہرہ کیا۔ تو اس شخص کو دس ہزار روپے انعام دیں گے۔

(بخارالانوار جلد ۱۹ صفحہ ۸۱)

## ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفر ہجرت میں قربانیاں از حملہ حیدری

۱..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، صدیق ہجرت کیلئے تیار تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی بحکم خدا آپ کو آگاہ کر رکھا تھا۔

۲..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

۳..... غار ثور کے پاس پہنچے تو سحر ہو گئی۔ صدیق نے غار کے اندر جا کر اسے صاف کیا، جہاں جہاں کوئی سوراخ دیکھا اپنی قمیض پھاڑ کر بند کرتے رہے، ایک سوراخ رہ گیا اور قمیض ختم ہو گئی وہاں اپنا پاؤں رکھ دیا۔

۴..... تین شب دروز غار میں بس دونوں رہے۔

۵..... صدیق اکبر کا بیٹا شام کو کھانا لاتا اور دن بھر کی خبریں بتاتا رہا اور آپ کا غلام عامر رات کو بکریاں لاتا بکریاں لاتا دودھ پلاتا اور پاؤں کے نشان مٹاتا۔

۶..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت صدیق اکبر کا بیٹا گھر سے دو اونٹنیاں لایا جو صدیق اکبر نے اسی غرض کیلئے تیار کر رکھیں تھیں۔

اب آئیے! شیعوں کہتے ہیں حضور نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا، لا تحزن نمی ہے اور ابو بکر کا رنجیدہ ہونا گناہ و معصیت ہے اس لئے رسول خدا نے منع فرمایا۔ یہ منع کرنا بتاتا ہے کہ ابو بکر مرتکب معصیت ہوا تھا۔ اب سوال ہے شاہ صاحب بخاری ماہر فریب کاری سے کہ ابو بکر صدیق خائف تھے تو بتاؤ ان کو اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہنچنے کا ڈر تھا؟ یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا

خوف۔ اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا خوف تھا تو شیعہ کا یہ قول جھوٹ فریب کاری اور افترا ثابت ہوتا ہے کہ وہ دشمنوں سے ملے ہوئے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ کفار سے ملے ہوئے ہوتے۔ تو پھر ان سے ان کو کیا ڈر ہوتا۔ پھر حزن کا اطلاق اس غم پر ہوتا ہے جو اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ کسی دوسرے سے ہو جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے غم سے کھلے جا رہے تھے۔

وليفت عينه من الحزن ان کی آنکھیں بوجہ غم کے سفید ہو چکی تھیں۔ چنانچہ چوٹی کے شیعہ منسرمیزان القرآن میں لکھتے ہیں۔ فرمایا خوف نہ کر جیسا تم کو تنہائی، مسافری، بے یار و مددگار ہونے کا غلبہ، دشمن کا وتعقیبہم ایامہما فان اللہ معنا اور دشمن کے تعاقب کرنے کے مشاہدہ ہو رہا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی صدیق اکبر کو اندیشہ تھا تو اس بات کا تھا کہ جس متاع دو جہاں رات کے اندھیرے میں کندھوں پر اٹھا کر یہاں لایا ہوں اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرمایا لا تخزنی ولا تخزنی انارادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین، حضرت مریم کو فرمایا لا تحزنی قد جعل ربك تحتك سربا اب پہلی آیت کا یہ معنی کرو گے کہ والدہ موسیٰ نے معصیت کا ارتکاب کیا تو خدا نے نہیں فرمادی۔ لا تخافی ولا تحزنی اور پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ ہم تیرے بیٹے کو تیرے پاس لوٹا دیں گے۔ کیا حضرت مریم علیہا السلام نے دوسری آیت میں گناہ کا ارتکاب کیا تو خدا نے نہیں فرمادی لا تخزنی اور آگے فرمایا لا يحزنك قولهم پیغمبر خدا کو کفار کی باتوں سے رن ہوتا تھا۔ خدائے پاک نے انکی تسلی و اطمینان کیلئے لا تخزن فرمایا۔ ہم شاہ صاحب سے پوچھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور خود سرور عالم ان تینوں کا خوف و حزن طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت تھا تو ان ہر سہ کا گناہ گار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس اس کا کیا جواب؟ خدا را ایسی بے ہودہ اور لغو تاویلات سے توبہ کیجئے اور لوں کو فریب نہ دیجئے۔

ہجرت کی رات ابو طالب کے بیٹے نے بستر رسول پر سو کر کفار کو مغالطہ میں رکھا وہ یہی خیال کرتے رہے کہ رسول خدا سورہے ہیں۔ صبح کو معلوم ہوا کہ رسول نہیں یہ علی ہے۔ حضرت علی نے کوئی غم و ملال نہ کیا حزن بھی نہیں کیا۔ آرام سے سوتے رہے۔ یہاں بھی رسول اللہ کی حفاظت پر اپنی

جان نجات دی اور اللہ کی مرضیاں خرید لیں۔ صفحہ 116 حقیقت امل ذکر (جواب) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو پریشانی حزن و ملال ہو جس کو لا تحزن ان اللہ معنا قرآنی الفاظ سے دور کر دیا گیا۔ یعنی غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اس تسلی کے بعد کسی قسم کا اضطراب نہ رہا۔ کیونکہ ہمدردی اللہ تعالیٰ کے رسول کی امت اور معیت خداوند ذوالجلال کی ہو تو پھر بے چینی کہاں اور معیت باری تعالیٰ کا مژدہ بھی صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو ملا۔ کسی دوسرے اُمتی کو یہ اعزاز نہ مل سکا۔ آخر یہ پریشانی ہوئی کیوں۔ تو گذارش یہ ہے کہ انسانی فطرت و طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی مد مقابل یا دشمن کا غلبہ ہوتا دکھائی دے تو خوف و پریشانی آ ہی جاتی ہے۔ یہ کوئی عیب و نقص نہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر میں آرام کرنے کا حکم دیا تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور علیہ السلام سے اپنی سلامتی کا عہد لیا تھا۔ فقال علی علیہ السلام او تسلمن بمبیتی هنا لك يا نبي الله قال نعم فتبسم علي عليه السلام صاحكاً واهوياً الى الارض ساجداً شكراً لما انباه به رسول الله ﷺ سلامته جب حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر رات گزارنے کا حکم دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ کیا آپ اس بات کی ضمانت اور سلامتی کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ میری رات بخیر و عافیت گذر جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ مارے خوشی کے ہنس پڑے اور حضور علیہ السلام سے اپنی سلامتی کی خبر سن کر بطور شکرانہ زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کفار کی طرف سے خوف و حزن کا احساس رکھتے تھے۔ تبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی مل جانے پر خوش ہوئے۔ اب بھی اگر کوئی حسد و بغض کا مارا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما پر حزن و ملال کا اعتراض کرے تو ایسے سر پھرے کا ذب کا کیا علاج۔ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۶۰)

ان ابني هذا سيد وان الله اعلم ان يصلح به بين فئتين من المسلمين عظمين (كشف الغمہ جلد اول صفحہ ۵۳۶) ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے ارشاد فرمانے کے دوران یکا یک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہما منبر پر چڑھ گئے۔ تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا میرا بیٹا سید ہے اور اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

خاتم المحدثین علامہ حسنین بن محمد تقی طبرسی شیخ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں شیخ علی بن

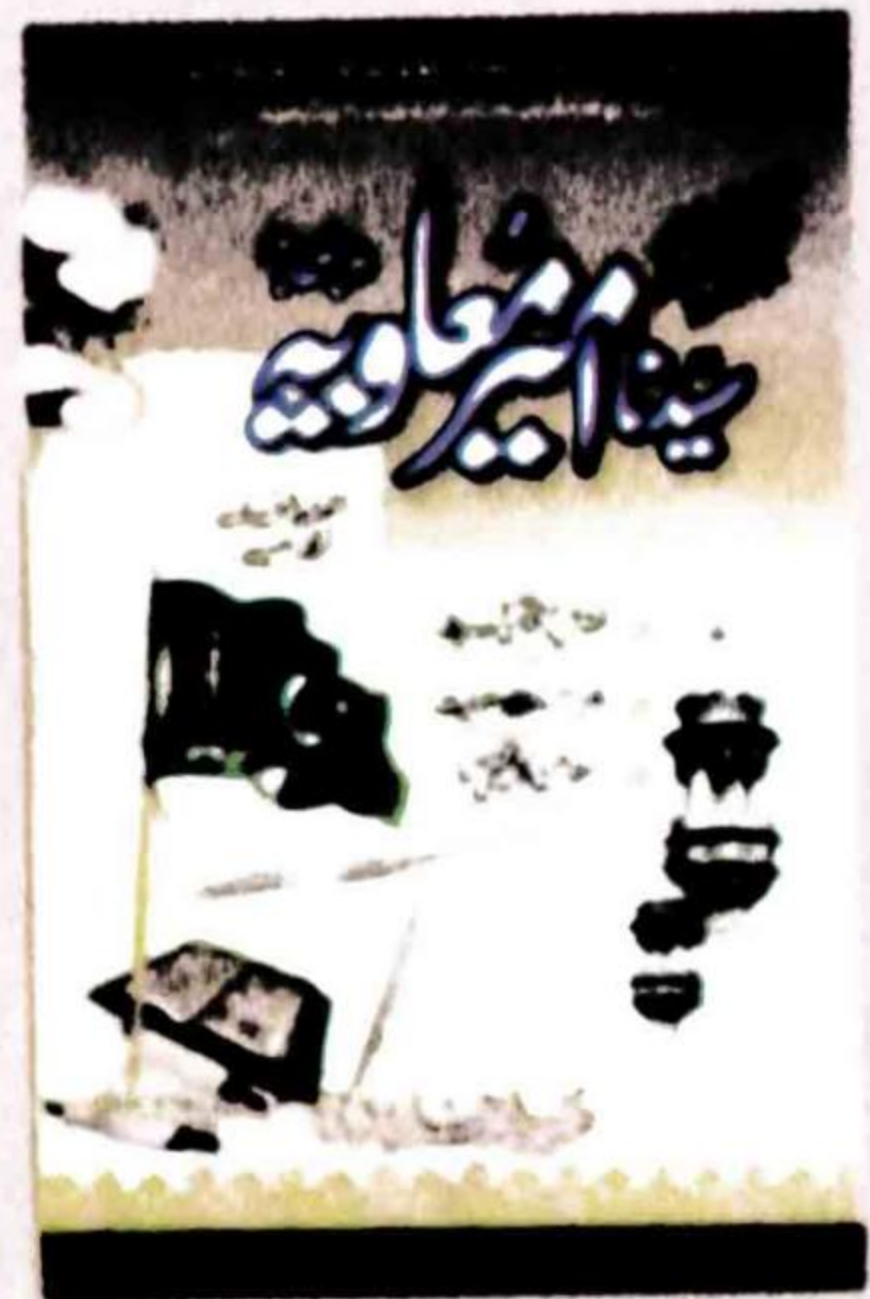
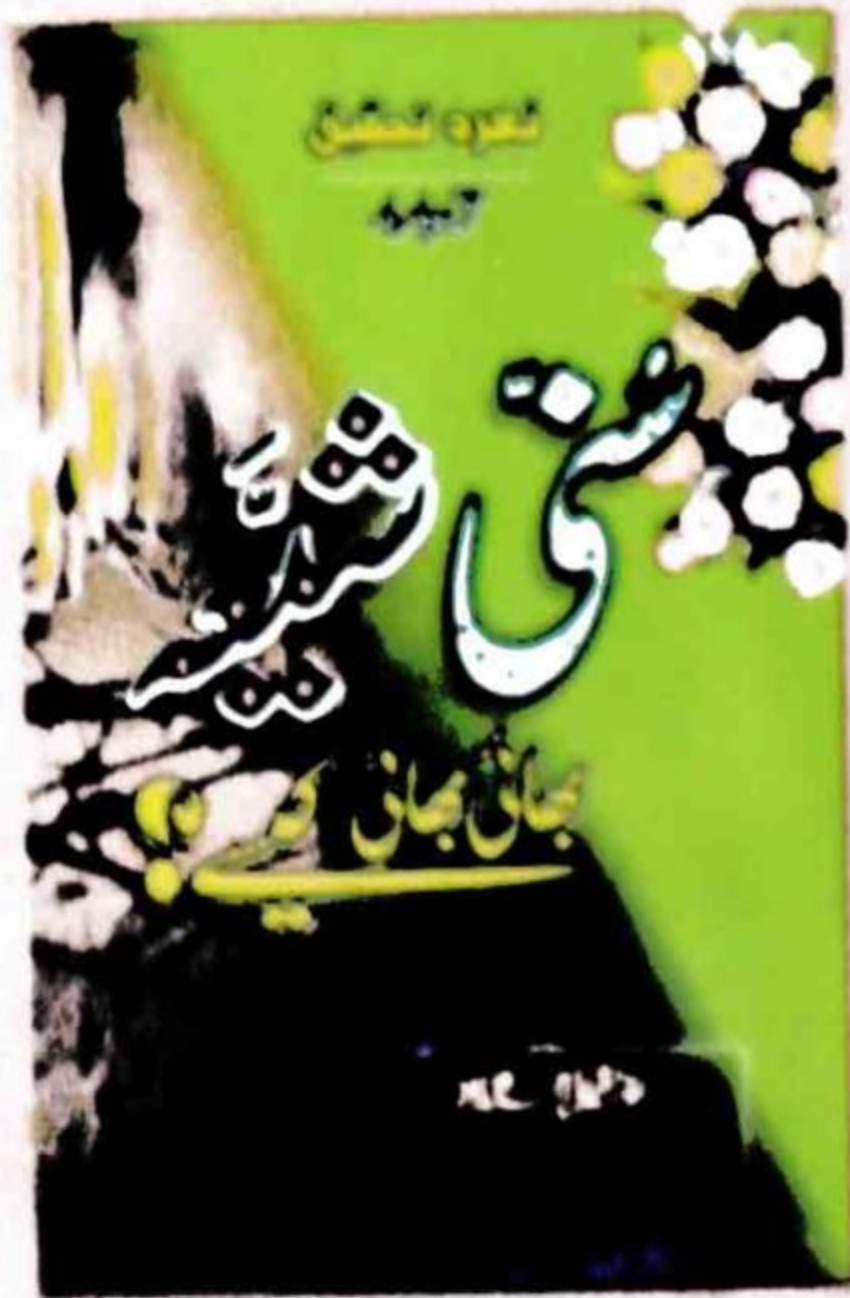
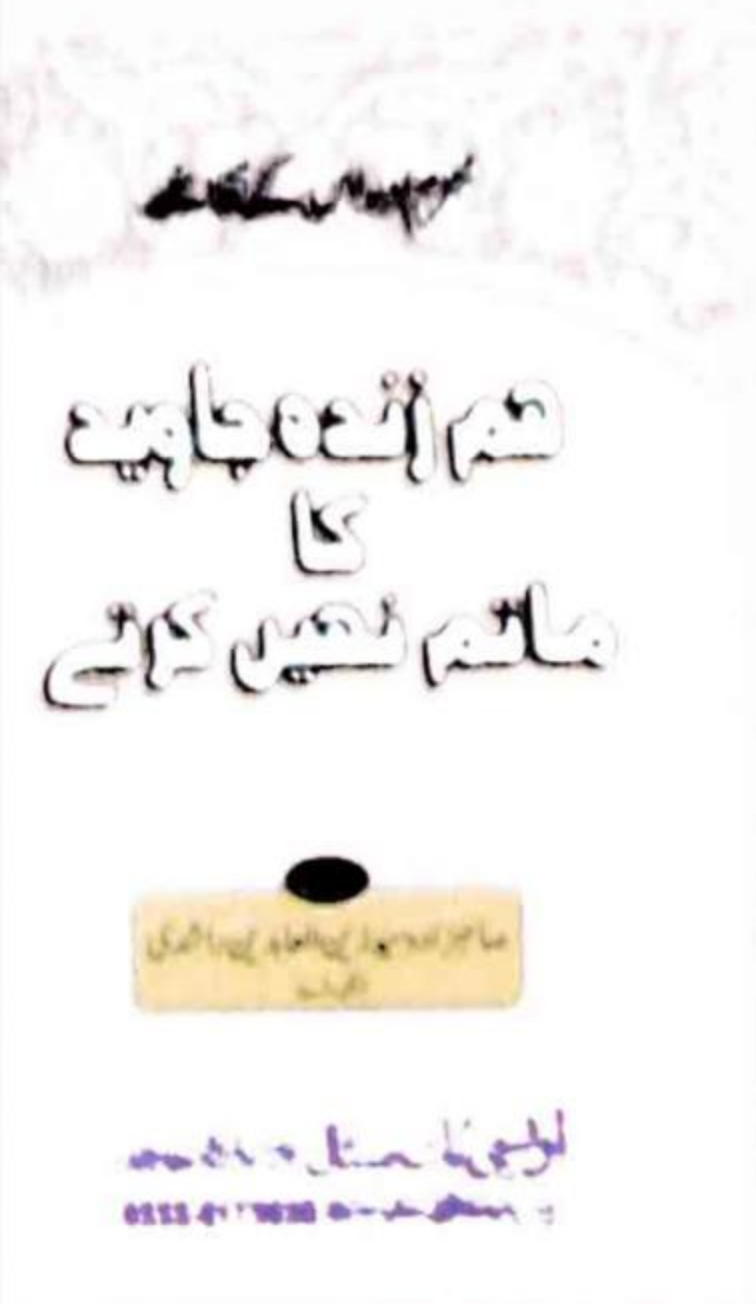
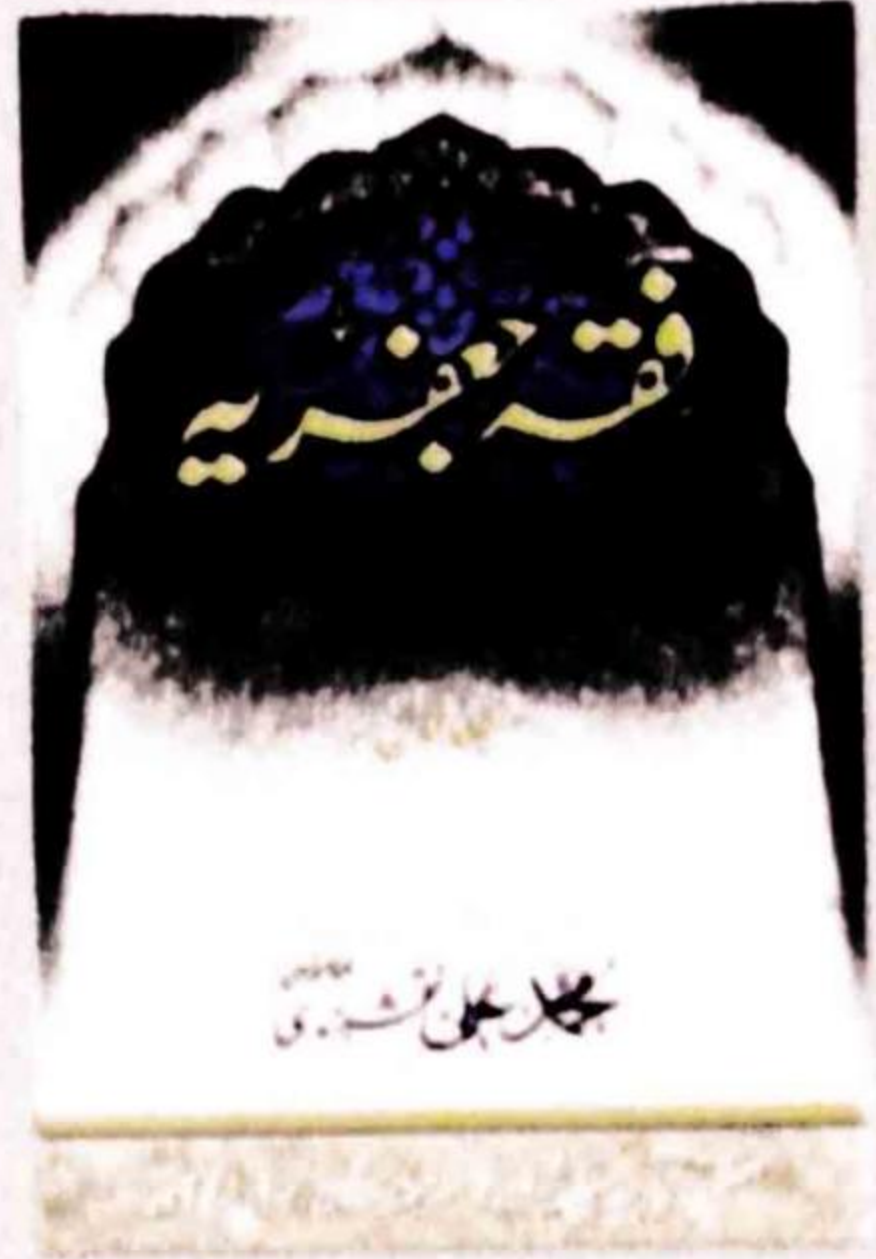
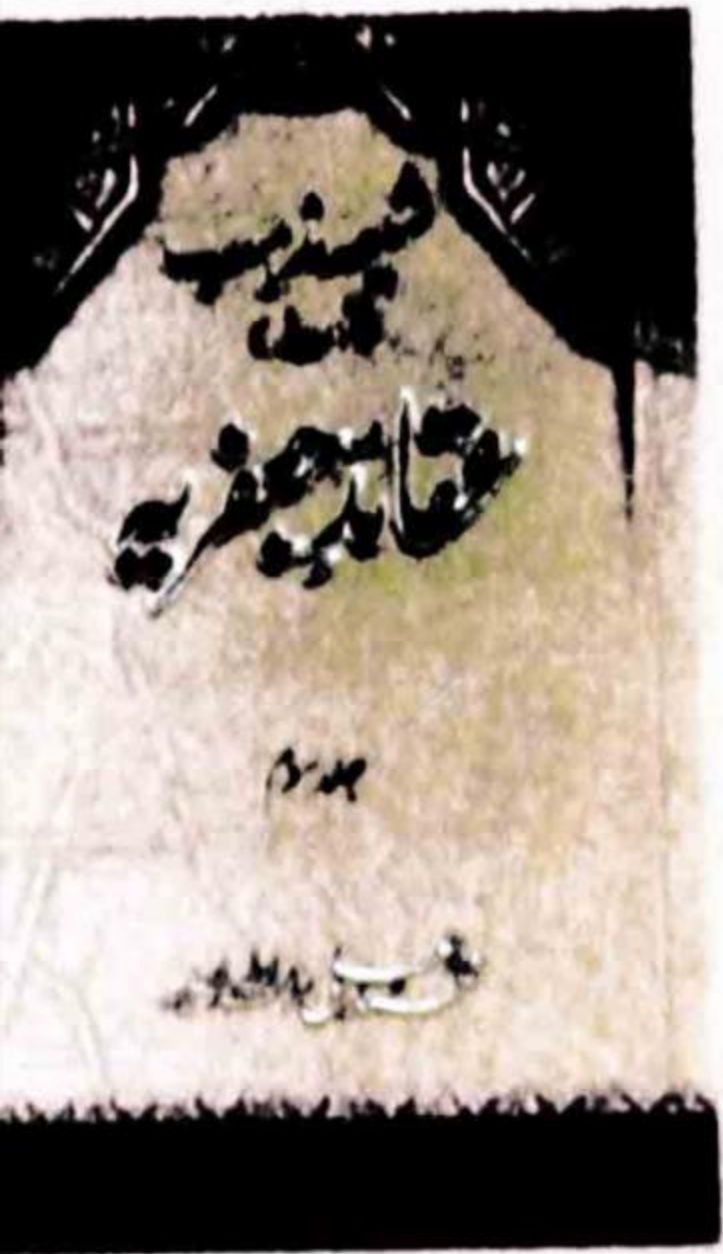
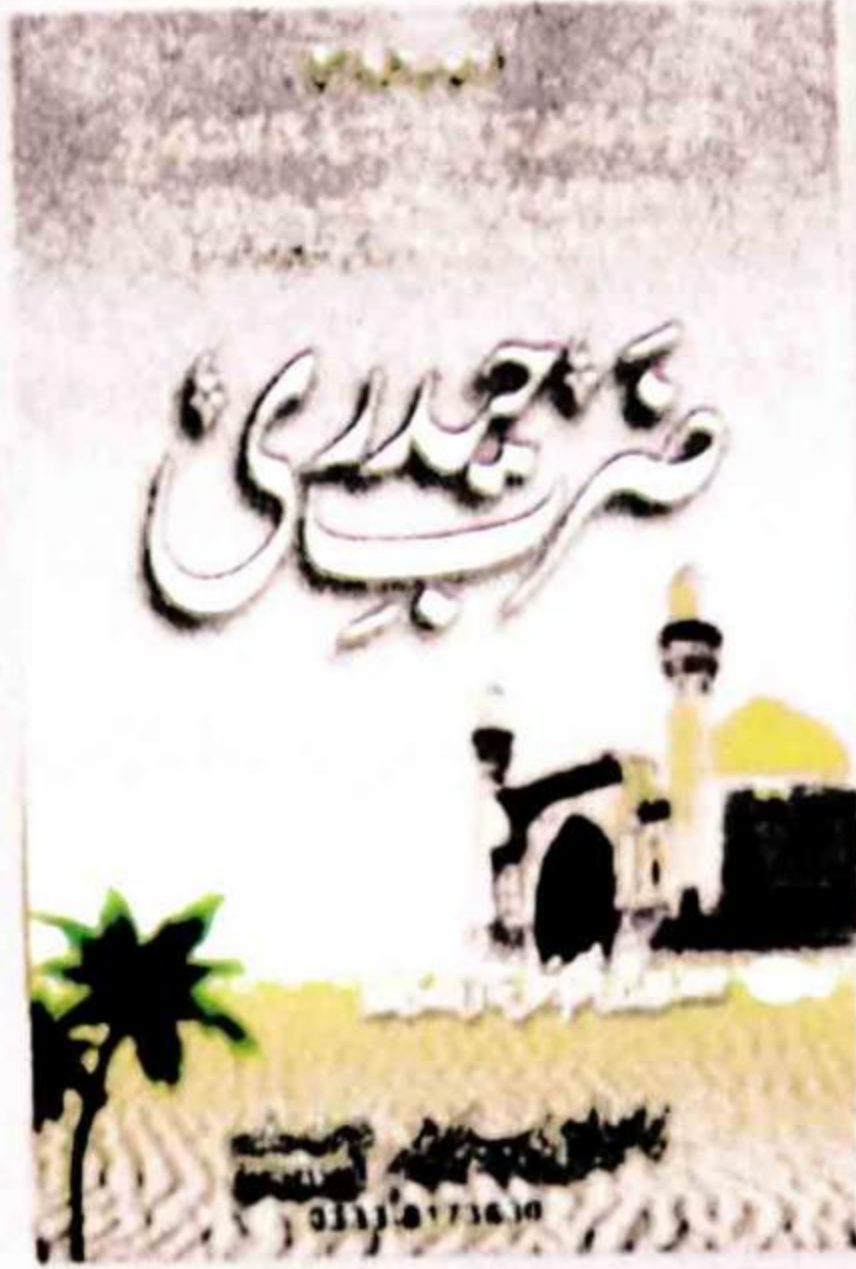
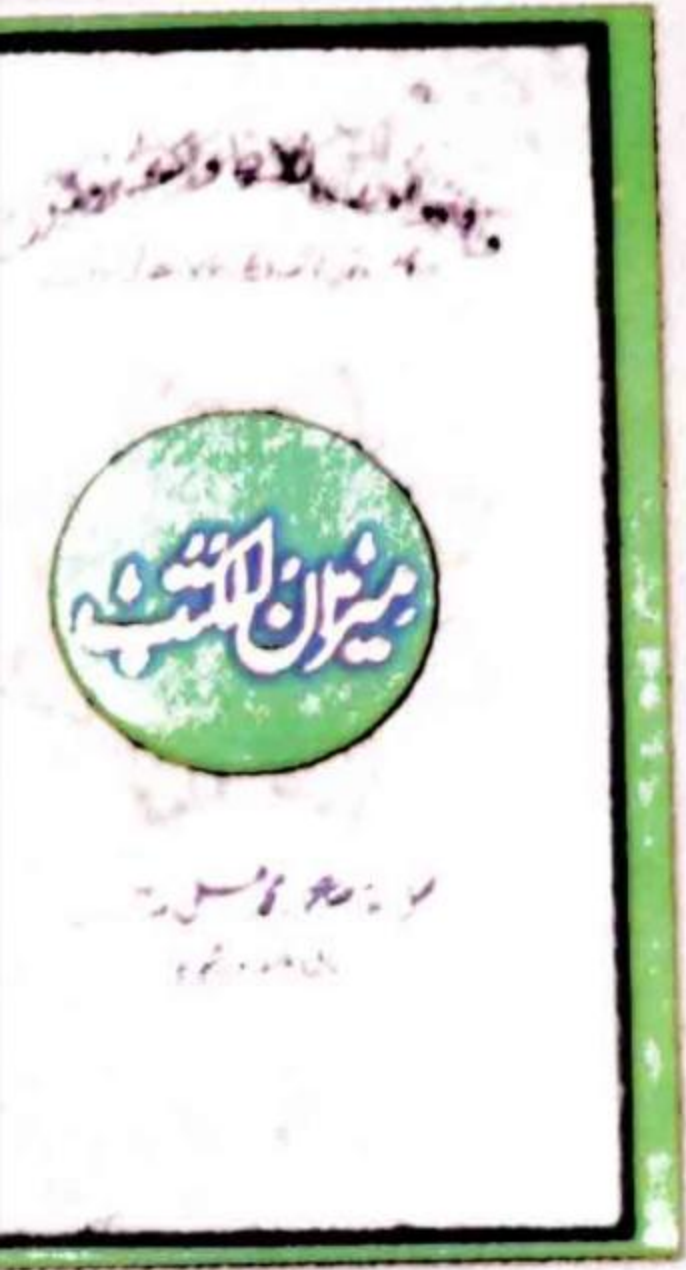
طاؤس جس کا لقب رضی الدین ہے لکھا حضرت دانیال کی کتاب الملام جو میرے پاس موجود ہے۔ اس میں نبی کی حکومت اور نبی تمیم اور نبی عدی کے ایک ایک آدمی کی یکے بعد دیگرے حکومت و خلافت کا اس میں ذکر تھا اور یہ دونوں (خلیفوں) حضرت علی سے پہلے ہوں گے۔ جب ان دونوں نے کتاب دانیال میں رسول اللہ ﷺ کی صفت دیکھی اور اپنی صفات اپنے آپ میں دیکھیں تو اسلام لے آئے اور حضور کے تابع ہو گئے اس خلافت کیلئے جس کا ذکر حضرت دانیال نے کیا تھا۔

(فصل الخطاب صفحہ ۱۷۶)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو اپنے لئے بیت المال سے خود وظیفہ مقرر کیا جو تین درہم روزانہ تھا۔ الاستغاثہ فی بدع الملک از سید ابوالقاسم کوئی صفحہ ۲۲، خلیفہ رسول کا وظیفہ تین درہم یومیہ مقرر ہوتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے اتنے وظیفہ سے خلیفہ الرسول نے کتنی جائیداد بنائی ہوگی، کتنے محل تعمیر کیے ہوں گے۔ آغاز خلافت کا حال تو آپ نے دیکھ لیا اب اس جان نثار رسول اور جان نثار اسلام کے عہد خلافت کا نقشہ بھی دیکھئے۔

”ان اباہکرمات ولم یخلف درہما ولا دینارا“ ابو بکر دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک دینار بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ (درۃ النجفیہ شرح نہج البلاغۃ) ہائے کتنے دلیر ہیں وہ لوگ جو یہ بات کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ یہ شخص حکومت کے لالچ کی وجہ سے اسلام لایا، اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور فہم عطا کرے۔

# قابل مطالعہ کتابیں



مُحَمَّدِيَّة رَضَوِيَّة فَارُوقِيَّة شَادِلُوَال رَجَات